جناح پیپرز

جلد ششم

پاکستان۔ مشکلات سے نبرد آزما



مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز وِنگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد



قائداعظم محمد علی جناح

قائداعظم

محمد علی جناح پیپرز

جلد ششم

پاکستان۔ مشکلات سے نبرد آزما

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی

تلخیص و ترجمہ

سیّد نُصرت اللہ شاہ

قائداعظم پیپرز وِنگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

جملہ حقوق بحق قائداعظم پیپرز پروجیکٹ محفوظ

پہلا ایڈیشن ۲۰۰۶ء

تعداد دو ہزار

قیمت ۱۰۰ روپے

ناشر قائداعظم پیپرز وِنگ، قائداعظم اکیڈمی
کلچر ڈویژن، حکومتِ پاکستان۔ اسلام آباد

تقسیم کار رائل بک کمپنی۔ کراچی

طابع سگما پریس۔ اسلام آباد

ISBN: 969-8156-19-4

فہرست

	پیش لفظ	۱۱
	تعارف	۱۵
	آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء	۴۵
	اہم اداروں کے عہدیدار	۴۶
	جوائنٹ ڈیفنس کونسل	۴۷
۱	پاک۔ ہند تعلقات	۴۸
۱.۱	محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی	۴۸
۱.۲	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۵۰
۱.۳	ایچ ایل ازمے کا نوٹ	۵۰
۱.۴	راغب احسن بنام محمد علی جناح	۵۷
۱.۵	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۶۰
۱.۶	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۶۱
۱.۷	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۶۲
۲	مہاجرین کے مسائل اور بحالی کے انتظامات	۶۴
۲.۱	قائداعظم ریلیف فنڈ	۶۴
۲.۲	مسلمانوں کو پناہ دینے سے پاکستان انکار نہیں کرے گا	۶۶

۲.۳	کابینہ کی ہنگامی کمیٹی کے اجلاس کی یادداشت	٦٩
۲.۴	فرانسس موڈی کا نوٹ	۷۱
۲.۵	اے آئی کا جی بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۷۵
۳	مشترکہ دفاعی کونسل	۷۷
۳.۱	لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایچ ایل ازمے	۷۷
۳.۲	مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے سپریم کمانڈر کا نوٹ — سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنا	۷۸
۳.۳	لاہور میں مشترکہ دفاعی کونسل کی بارہویں میٹنگ منعقدہ ۱٦ اکتوبر کی روداد سے اقتباس	۸۰
۳.۴	جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں	۸۳
۳.۵	لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو	۸۵
۳.٦	مشترکہ دفاعی کونسل کی چودھویں میٹنگ کی روداد	۸۷
۴	قبائلی علاقوں اور ریاستوں کے معاملات	۸۹
۵	صوبوں کے سیاسی و انتظامی معاملات	۹۵
۵.۱	اسد اللہ بنام محمد علی جناح	۹۵
۵.۲	اے ڈی ایف ڈنڈاس بنام محمد علی جناح	۹۷
۵.۳	میر قادر بخش خان بنام محمد علی جناح	۱۰۱
۵.۴	محبّ الرحمٰن بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۱۰۹
٦	پاک۔افغان تعلقات	۱۱٦
٦.۱	سعید اللہ خان کا نوٹ	۱۱٦

۶.۲	سعیداللہ خان کا نوٹ	۱۱۷
۶.۳	سعیداللہ خان کا نوٹ	۱۱۹
۶.۴	سعیداللہ خان بنام علی محمد خان	۱۲۳
۶.۵	علی محمد خان بنام سعیداللہ خان	۱۲۶
۶.۶	سعیداللہ خان بنام علی محمد خان	۱۲۸
۶.۷	سعیداللہ خان کا نوٹ	۱۳۰
۶.۸	ایم ایوب بنام ظفراللہ خان	۱۳۳
۶.۹	علی محمد خان بنام سعیداللہ خان	۱۳۴
۶.۱۰	سعیداللہ خان بنام علی محمد خان	۱۳۶
۶.۱۱	شاہ محمد ظاہر شاہ بنام محمد علی جناح	۱۳۷
۶.۱۲	ایف امین بنام ایس جواد بمع ملفوفہ جات	۱۳۸
۷	دستاویزات (متفرق موضوعات)	۱۴۲
۷.۱	امن کیلئے ہندوستان اور پاکستان کا عہد و پیماں	۱۴۲
۷.۲	محمد علی جناح بنام ایم اے کھوڑو بمع ملفوفہ	۱۴۴
۷.۳	نواب بھوپال بنام محمد علی جناح بمع ملفوفہ	۱۴۶
۷.۴	محمد نعمان بنام محمد علی جناح	۱۵۵
۷.۵	شاہ عبداللہ ابن الحسین بنام محمد علی جناح	۱۵۹
۷.۶	بارِ دگر یکجائی (اتحادِ نو) ہرگز نہیں	۱۵۹
۷.۷	ایم اے حسن اصفہانی بنام غلام محمد	۱۶۱
۷.۸	شیخ حسن البنا بنام محمد علی جناح	۱۶۲

۷.۹	ایم اواے بیگ بنام رابرٹ اے لویٹ (Robert A. Lovett)	۱۶۴
۷.۱۰	ایم اے حسن اصفہانی بنام محمد علی جناح	۱۶۶
۷.۱۱	امام یحییٰ بنام محمد علی جناح	۱۶۷
۷.۱۲	حبیب آئی رحمت اللہ بنام لیاقت علی خاں	۱۶۸
۷.۱۳	فضل القادر کا نوٹ	۱۷۲
۷.۱۴	چارلس ڈبلیو لوئس (Charles W. Lewis) بنام ایم اکرام اللہ	۱۷۷
۷.۱۵	فیض احمد فیض بنام محمد علی جناح بمع ضمیمہ	۱۷۸
۷.۱۶	محمد علی جناح بنام امام یحییٰ	۱۷۹
۸	**قائداعظم کی تقاریر، پیغامات اور انٹرویوز**	۱۸۱
۸.۱	بحری، بری اور فضائی افواج کے اور سول افسروں سے قائداعظم کا خطاب	۱۸۱
۸.۲	محمد علی جناح کا رائٹر کے نمائندے ڈنکن ہوپر (Duncan Hooper) سے انٹرویو	۱۸۶
۸.۳	عیدالاضحیٰ پر محمد علی جناح کا پیغام	۱۹۴
۸.۴	ایک جلسۂ عام سے محمد علی جناح کا خطاب	۱۹۶
۸.۵	طالبِ علموں کیلئے محمد علی جناح کا پیغام	۱۹۹
۸.۶	مسلّح افواج اور قومی حفاظتی دستے کے نام محمد علی جناح کا پیغام	۲۰۰
۸.۷	برطانوی افسروں کے نام محمد علی جناح کا پیغام	۲۰۱
۸.۸	آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے نام قائداعظم کا پیغام	۲۰۲
۸.۹	آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں قائداعظم کی تقریر	۲۰۴

۸.۱۰	رابرٹ اسٹمسن (Robert Stimson) کا محمد علی جناح سے انٹرویو	۲۰۶
۸.۱۱	پاکستان بوائے اسکاؤٹس کے نام محمد علی جناح کا پیغام	۲۰۸
۹	مسلم لیگ کی تنظیمِ نو	۲۱۰
۹.۱	آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کی روداد بمع ضمیمہ جات	۲۱۰
۹.۲	اختتام اور ابتداء	۲۱۹
۱۰	پاکستان کی مالیات اور معاشیات پر رپورٹ	۲۲۳

پیش لفظ

زیرِ نظر مجموعہ جس کا عنوان ہے ''پاکستان۔ مشکلات سے نبرد آزما'' دراصل جناح پیپرز کے سلسلۂ اوّل کی چھٹی جلد ہے جو ۱۹۴۷ء کے آخری ربع سے متعلق ہے۔ یہ پیہم تغیر و تبدل کا زمانہ تھا جس کے دوران محمد علی جناح بیک وقت پاکستان کے گورنر جنرل اور دستور ساز اسمبلی کے صدارتی عہدے پر فائز ہونے کے علاوہ دسمبر کے وسط تک آل انڈیا مسلم لیگ کی صدارت بھی کرتے رہے۔

پہلی چار جلدیں جن کے عنوانات بالترتیب ''تمہیدِ پاکستان''، ''پاکستان تشکیل کے مراحل میں''، ''پاکستان تخلیق کی دہلیز پر'' اور ''بالآخر تخلیقِ پاکستان'' تھے، مجموعی طور پر ۲۰ فروری سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے عرصے پر محیط ہیں اور ان میں تحریکِ پاکستان کے آخری مرحلے میں قائداعظم کے فیصلہ کن کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ پانچویں جلد میں، جس کا عنوان ''کربِ تخلیق'' ہے، اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ قائداعظم کس طرح ایک عظیم سیاسی رہنما سے ایک مدبّر سیاستدان اور جنوبی ایشیا کی نئی خودمختار مملکت کے عوام کیلئے بابائے قوم کی حیثیت اختیار کر گئے۔

زیرِ نظر جلد میں اُن ہولناک داخلی اور بیرونی مسائل کا بھی تذکرہ ہے جو تشکیلی مرحلے میں پاکستان کو درپیش تھے۔ اس سے ایک طرف تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ قوم کے عظیم رہنما، قائداعظم کس مستقل مزاجی کے ساتھ عوام کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے تاکہ وہ ملک کو درپیش بحران کا مقابلہ عزم و استقلال سے کریں اور ساتھ ہی اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی جگہ اگر کوئی اور رہنما ہوتا تو وہ کس طرح غیر متعلق امور میں الجھ کر مشکلات کے آگے ہتھیار ڈال دیتا۔

زیرِ نظر جلد میں قائداعظم ریلیف فنڈ، فرقہ وارانہ فسادات اور مہاجرین کی آمد سے متعلقہ دستاویزات دراصل پچھلی جلد کے انہی موضوعات کا تسلسل ہیں جبکہ کچھ کا تعلق نئے مسائل سے ہے یعنی حسین شہید سہروردی کی امن کوششیں اور آرچیبالڈ رولینڈز (Archibald Rowlands) کی وہ رپورٹ جس میں انہوں نے پاکستان کے اقتصادی امکانات اور توقعات پر بحث کی ہے۔ تقسیم کے حقائق کے پیشِ نظر ریاستوں سے متعلق دستاویزات کو ایک علیحدہ زمرے میں رکھا گیا ہے تا کہ اس موضوع کو بعد ازاں ایک جامع شکل میں پیش کیا جا سکے۔

مختلف مسائل پر قائداعظم کی تقاریر، پیغامات اور انٹرویوز کو قومی امور سے ان کی نسبت کے سبب زیرِ نظر جلد کے مرکزی متن میں شامل کیا گیا ہے۔ متن کی اساسی دستاویزات عموماً قائداعظم پیپرز اور گورنر جنرل پیپرز سے لی گئی ہیں جو نیشنل آرکائیوز آف پاکستان میں دستیاب ہیں۔ مزید برآں کچھ دستاویزات دفترِ خارجہ کے آرکائیوز اور ماؤنٹ بیٹن پیپرز سے بھی لی گئی ہیں اور انہیں تاریخ وار ترتیب دے کر سلسلہ وار نمبر دیدیئے گئے ہیں۔ اضافی مواد زیادہ تر برٹش لائبریری کے اورینٹل اینڈ انڈیا آفس کلیکشن، لندن کے پبلک ریکارڈ آفس، نیشنل ڈاکیومنٹیشن سنٹر، اسلام آباد (این ڈی سی)، ہم عصر اخبارات اور مطبوعات کے دیگر ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔ جو دستاویزات ''جناح پیپرز'' کی انگریزی جلدوں سے لی گئی ہیں ان کا حوالہ ترجمے میں اس طرح دیا گیا ہے: جناح پیپرز جلد نمبر، دستاویز نمبر اور جناح پیپرز جلد نمبر، اپنڈکس نمبر، دستاویز نمبر۔ اس کتاب میں شامل دستاویزات کے حوالے دستاویز نمبر سے دیئے گئے ہیں۔ اس جلد میں نہ تو ملاقات اور پیغامات کی درخواستیں، مبارکباد کے خطوط اور ملازمت کی عرضیاں جیسی دستاویزات شامل کی گئی ہیں اور نہ ہی انفرادی مسائل پر مشتمل تحریریں۔ حکومت کی تحویل میں متعدد دستاویزات ایسی بھی ہیں جنہیں بطور گورنر جنرل قائداعظم نے تحریر کیا تھا یا وہ انہیں بھیجی گئی تھیں جن تک رسائی فی الحال ممکن نہ ہونے کی وجہ سے شائع نہیں کی جا سکیں۔

انگریزی میں شائع ہونے والی تمام جلدیں اگرچہ نسبتاً زیادہ قیمت ہونے کی وجہ

سے عام پڑھنے والوں کی پہنچ سے باہر ہیں تاہم اساتذہ، علماء اور دانشوروں نے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ ہم نیویارک میں مقیم قائد کی صاحبزادی میڈم دینا واڈیا، صدر پاکستان جسٹس (ریٹائرڈ) محمد رفیق تارڑ اور چیف ایگزیکٹو آف پاکستان جنرل پرویز مشرف کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس پروجیکٹ کے کام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ جو مطبوعہ جلدیں راقم الحروف نے پچھلے سال محترمہ دینا واڈیا کو تحفتاً پیش کی تھیں ان پر صدرِ پاکستان اور چیف ایگزیکٹو آف پاکستان کے دستخط ثبت تھے۔

جناح پیپرز کی انگریزی جلدوں کی اشاعت پر کثیر لاگت کے پیشِ نظر پروجیکٹ نے ان جلدوں کی چیدہ چیدہ دستاویزات پر مشتمل اُردو جلدیں کافی کم قیمت پر شائع کرائی ہیں۔ ملک کی تمام یونیورسٹیوں اور ڈگری کالجوں کی لائبریریوں کیلئے اُردو کی جلدیں بلا معاوضہ تقسیم کی گئیں۔ پانچویں اُردو جلد عنقریب پریس میں جانے والی ہے۔

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ کے مقاصد کو عملی جامہ پہنانے میں ابتداء ہی سے مسائل کا سامنا تھا۔ چند محترم شخصیات سے قطع نظر یہ پروجیکٹ نوکر شاہی کی روایتی سستی کا شکار رہا۔ اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والے شاید یہ بھول رہے ہیں کہ انکی رفعت قائداعظم کی مرہونِ منت ہے۔ ۱۹۹۶ء میں کابینہ نے فیصلہ کیا تھا کہ اس پروجیکٹ کو خودمختار بنا دیا جائے لیکن یہ فیصلہ ہنوز نافذ نہیں ہوسکا۔

بہرکیف ہم نے ابھی تک نہ ہی امید کا دامن چھوڑا ہے اور نہ ہی پروجیکٹ کے کارکنوں کی وابستگی اور اولوالعزمی میں فرق آیا ہے کیونکہ پاکستان کے صدر اور چیف ایگزیکٹو کی حوصلہ افزائی اور اعانت کی بدولت ہمارے حوصلے بلند ہیں۔

قائداعظم پیپرز پروجیکٹ کے کام میں مستقل دلچسپی اور ہمت افزائی کیلئے ہم اسکول آف اورینٹل اینڈ ایفریکن اسٹڈیز کے سابق ڈائریکٹر ایم ڈی میک ولیم (M.D.McWilliam) اور برٹش لائبریری کے اورینٹل اینڈ انڈیا آفس سیکشن کے ڈیوڈ بلیک (David Blake) کے

شکر گذار ہیں۔ مَیں اپنے ماہر امراضِ قلب ڈاکٹر الرخ سگورٹ (Ulrich Sigwart) کا بھی ممنون ہوں جو میرے آفت رسیدہ دل پر ماہرانہ نگاہ رکھتے ہیں۔

مَیں اپنے رفقائے کار پروفیسر حبیب فخری اور مسٹر عبدالحامد کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس جلد کے اردو ترجمے کی ترتیب و تدوین میں میرا ہاتھ بٹایا اور اس کی نوک پلک سنوار کر اسے زیرِ نظر کتاب کے قالب میں ڈھالا۔

ماضی کی طرح اس مرتبہ بھی ہمارے خیر خواہوں نے ہماری حوصلہ افزائی اور قدر دانی کی جن میں سابق سینٹر فصیح اقبال، لفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) صاحبزادہ یعقوب علی خاں، سید ہاشم رضا اور کئی احباب اور دانشور شامل ہیں۔ ایڈیشنل سیکرٹری علی سرور نقوی اور وزارت خارجہ کی ڈائریکٹر جنرل فوزیہ عباس کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے پروجیکٹ کیلئے بے شمار مطلوبہ دستاویزات کی فراہمی میں فوری مدد فرمائی۔ اگر مَیں فلمز اینڈ پبلی کیشنز، منسٹری آف انفارمیشن اینڈ میڈیا کی ڈائریکٹر جنرل سعیدہ طاہر خیلی کی فراخدلانہ اعانت کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ میری کوتاہی ہو گی۔ میں نیشنل آرکائیوز آف پاکستان کے عملے کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے دستاویزات کی فراہمی میں اپنا تعاون جاری رکھا۔

زوّار حسین زیدی

قائداعظم پیپرز ونگ، قائداعظم اکیڈمی

کلچرڈویژن، اسلام آباد

یکم جولائی ۲۰۰۱ء

تعارف

پاکستان کا آغاز انتہائی اندوہناک ماحول میں ہوا۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں اور خاص طور پر مشرقی پنجاب اور دہلی میں وسیع پیمانے پر مسلمانوں کے خلاف تشدّد اور وحشیانہ مظالم برپا تھے۔ان کا ردِعمل بھی مغربی پنجاب میں انتقامی کارروائیوں کی شکل میں نمودار ہو رہا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں انتقامی ہنگامہ آرائیوں کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تحریکِ پاکستان میں مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ تقسیم سے پہلے ہی سکھوں نے مشرقی پنجاب میں قتل و غارت گری کا منصوبہ بنا لیا تھا۔اس کے علاوہ بعض اکالی[1] اور کانگریسی[2] رہنماؤں نے پاکستان کی نوخیز معیشت کو دھچکا پہنچانے کیلئے یہ منصوبہ بندی کی تھی کہ غیر مسلموں اور خصوصاً ہنر مند اور مالدار لوگوں کو خصوصی طور پر سندھ اور مغربی پنجاب سے نکال لایا جائے۔قائداعظم ان سرکردہ ہندو رہنماؤں کی ذہنیت سے خوب واقف تھے جنہیں یہ گھمنڈ تھا کہ ''پاکستان بالآخر ہندوستان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیگا''[3] اس قسم کی لاف زنی کو ''احمقانہ اور بعید از امکان'' گردانتے ہوئے انہوں نے کہا ''پاکستان کبھی سپر انداز نہیں ہوگا'' یہ پُرعزم جواب جناح کا ہی ہوسکتا تھا۔

قائداعظم نے ہندوستان سے اپیل کی ''آیئے ہم دونوں بطور آزاد اور خودمختار مملکتوں کے ایک نئے دور کا آغاز کریں''[4] لیکن اس پُرخلوص پیش کش کی پذیرائی تو ایک طرف رہی اسے رعونت سے نظر انداز کر دیا گیا۔[5] فرقہ وارانہ تشدّد کے روز افزوں پھیلاؤ سے رنجیدہ خاطر ہو کر انہوں نے اپیل کی ''اس کشت وخون اور لاقانونیت کو جتنی جلدی ہو سکے ختم کر دینا ضروری ہے۔''[6] مغربی پنجاب کی حکومت نے تشدّد کے اس طوفان کو روکنے کے جتن تو کئے لیکن مشرقی پنجاب کی

حکومت کی بے اعتنائی سے یہ ساری کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔

مشرقی پنجاب سے یہ فسادات پھیل کر دہلی اور اس کے مضافات تک پہنچ گئے جہاں مسلمانوں کا جان و مال غیر محفوظ اور ان کا حال نہایت ابتر تھا[۷] ''ہزاروں کی تعداد میں مسلمان دہلی کے مختلف کیمپوں میں اپنی جان بچانے کیلئے مجبوراً قیدیوں کی طرح زندگی گذار رہے تھے[۸]'' بحران میں مسلسل شدّت آتی چلی گئی اور پاکستان کے ہائی کمشنر کا گھر فی الحقیقت ایک مہاجر کیمپ میں تبدیل ہو گیا[۹]۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک خصوصی مجسٹریٹ نے دہلی میں مسلم لیگ کے مرکزی دفتر کی تلاشی لی جہاں پارٹی کا تاریخی ریکارڈ محفوظ تھا۔ تاہم وہاں کوئی قابلِ اعتراض مواد دستیاب نہیں ہوا[۱۰]۔ ایک ہفتے بعد سکھ غنڈوں نے اس عمارت پر ناجائز قبضہ کر لیا[۱۱]۔ کراچی میں ازمے (Ismay) کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قائداعظم نے پُر زور الفاظ میں ان سے کہا کہ ''مسلمانوں کی حفاظت اور بہبود کیلئے دہلی کی انتظامیہ کو فوری اقدامات کرنے چاہئیں''[۱۲]۔

بڑھتے ہوئے تشدّد کو روکنے اور امن بحال کرنے میں ہندوستانی اربابِ اقتدار کی کوششیں بے اثر ثابت ہوئیں۔ جب تشدّد انتہا کو پہنچ گیا تو امن کی بحالی کیلئے گاندھی دہلی اور سہروردی مشرقی اور مغربی پنجاب دوڑے گئے[۱۳]۔ سہروردی کا دل یہ سن کر دہل گیا کہ مشرقی پنجاب سے آنے والے مسلم قافلوں میں سکھوں کے مظالم کا شکار دست بریدہ بچے اور سر تا پا برہنہ عورتیں شامل تھیں[۱۴]۔

دہلی سے ملحقہ یو پی کے علاقوں میں بھی فرقہ وارانہ فسادات پھیل گئے اور ''وہاں دہشت گردی دھیمے دھیمے جاری رہی''[۱۵]۔ مسلمانوں کی وسیع پیمانے پر تلاشیاں اور بعد ازاں ان کی گرفتاریوں کی اطلاعات مسلسل ملتی رہیں۔ پاکستان کے ہائی کمشنر زاہد حسین نے اطلاع دی ''پاکستان اور مسلمانوں سے نفرت کرنے میں دہلی کے کرتا دھرتا سب سے بازی لے گئے ہیں۔''[۱۶]

مغربی پاکستان میں غیر مسلموں کے خلاف انتقامی کارروائیوں سے قائداعظم کو اتنا

ہی صدمہ پہنچا جتنا انہیں مشرقی پنجاب اور دہلی میں مسلمانوں کے خلاف تشدّد سے پہنچا تھا۔ وہ متعلقہ افراد پر برابر زور دیتے رہے کہ فرقہ وارانہ تشدّد کو پھیلنے سے روکا جائے اور امن وامان ہر قیمت پر بحال کیا جائے۔[۱۷] مغربی پاکستان میں تشدّد کا تناسب مشرقی پنجاب اور دہلی کے مقابلے میں بہت کم تھا لیکن سرحد کے دونوں جانب جذبات کی شدّت میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ایک عینی شاہد نے مغربی پنجاب کے بعض علاقوں کا حال دیکھ کر کہا کہ ''اس کی گردن شرم سے جھک گئی اور آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہ نکلے۔''[۱۸] قائداعظم کو یقین تھا کہ بے گناہ جانوں کا نقصان .... املاک کی وسیع پیمانے پر تباہی اور وحشیانہ اور انسانیت سوز خونریزی دراصل ایک وسیع تر منصوبے کا حصہ ہیں تاکہ ''ہمارا ملک کمزور اور مفلوج ہو کر بالآخر قطعاً ناکارہ ہو جائے۔''[۱۹] انہیں خوف تھا کہ حکومتِ ہندوستان اور گاندھی ''پاکستان'' کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔[۲۰] اور یہ کہ دونوں ملکوں کے درمیان جنگ کے آثار بتدریج نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ لیاقت علی خاں نے نہرو سے جنرل کیری اپّا (Cariappa) کے اس بیان پر احتجاج کیا جس میں انہوں نے تقسیم پر تاسّف کرتے ہوئے دونوں حصوں کو طاقت کے زور پر دوبارہ متحد کرنے کی دھمکی دی تھی۔[۲۱]

قائداعظم کی نظر میں نہرو محض دکھاوے کے سربراہِ حکومت تھے اور اصل حکم پٹیل کا چلتا تھا جس کی مرضی تھی کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو نکال دیا جائے۔ قائد کی رائے تھی کہ ''اگر ماؤنٹ بیٹن انتقالِ اقتدار سے پہلے شر پسندوں کے تمام سرغنوں کو گرفتار کرنے کے کُل جماعتی فیصلے پر عمل کرتے اور پٹیل کی باتوں میں آ کر اس فیصلے کو منسوخ نہ کرتے تو فرقہ وارانہ کشیدگی کا سَر ابتداء ہی میں کچلا جا سکتا تھا۔'' قائد کا خیال تھا کہ انگریز ہندو ذہنیت کا اندازہ لگانے میں ناکام رہے لیکن یہ کہ وہ خود اس سے بخوبی واقف ہیں۔[۲۲]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

فرقہ وارانہ خونریزی نے نہ صرف لاتعداد انسانی جانوں کا نذرانہ لیا بلکہ لاکھوں بے گناہ لوگوں کو بے گھر کر کے فاقے اور فلاکت کے جہنم میں دھکیل دیا۔[۲۳] مہاجرین کی آبادکاری

میں قوم کی توانائی اور وسائل پر بہت بھاری بوجھ آ پڑا۔لیکن اس مسئلے کو قائد نے ''اپنے (ملک کے) وجود کیلئے ایک چیلنج'' سمجھ کر نمٹایا ''اگر ہم ایک قوم کی طرح زندہ رہنا اور پاکستان کے خواب کو حقیقت میں بدلنا چاہتے ہیں تو ہمیں اس مسئلے کا دگنی قوت اور جذبے سے سامنا کرنا ہوگا۔[۲۴]

حکومتِ پاکستان نے اس عظیم کام کو ترجیحی بنیاد پر مکمل کرنے کیلئے نہ صرف ایک وزارتِ مہاجرین و بحالیات تشکیل دی بلکہ کابینہ کی ایک ایمرجنسی کمیٹی بھی قائم کر دی۔ لیاقت علی خاں نے بحالی کے کام کی ذاتی نگرانی کیلئے لاہور میں اپنا ایک عارضی دفتر قائم کر دیا۔ خود قائد نے بھی کراچی اور لاہور میں مہاجرین کے متعدد کیمپوں کا دورہ کیا اور لاہور میں کئی دن رہ کر آباد کاری کے کام کا جائزہ لیا۔

مہاجرین کی آبادکاری اور انہیں خوراک اور پوشش کی فراہمی ایک نوزائیدہ مملکت کے قلیل وسائل کی بساط سے باہر ایک انتہائی کٹھن کام تھا۔ لہٰذا مزید وسائل کی فراہمی کیلئے ایک ملک گیر مہم چلائی گئی اور مہاجرین کی دست گیری کیلئے قائداعظم ریلیف فنڈ قائم کیا گیا۔ پوری دنیا سے اور خاص طور پر برما،[۲۵] امریکہ،[۲۶] برطانیہ،[۲۷] ہانگ کانگ،[۲۸] جنوبی افریقہ،[۲۹] ایران[۳۰] اور آسٹریلیا[۳۱] سے مسلمانوں نے نقد اور جنس کی شکل میں دل کھول کر چندہ دیا۔ اہم عطیہ دہندگان میں آغا خان،[۳۲] نظام حیدرآباد،[۳۳] امیر بہاولپور[۳۴] اور والئ سوات[۳۵] شامل تھے۔ رقم کی فوری فراہمی کیلئے آغا خان نے کراچی میں اپنی املاک رہن رکھنے یا اپنے ریس کے گھوڑے نیلام کرنے کی پیشکش کی۔[۳۶] فنڈ سے متعلق ریلیف کمیٹیوں کو مہاجرین کے واسطے خوراک اور رہائش کا بندوبست کرنے کے علاوہ موسمِ سرما کی آمد کے پیشِ نظر کثیر تعداد میں کمبل، رضائیاں اور گرم کپڑے بھی جمع کرنے پڑے۔[۳۷] ان کمیٹیوں نے اپنی انتھک محنت سے لاہور میں صرف ایک مہینے کے اندر ایک لاکھ رضائیاں فراہم کر دیں۔[۳۸] اکتوبر کے اختتام تک تقریباً ساٹھ لاکھ بے سروسامان مہاجرین کو مغربی پنجاب میں آباد کرنا تھا۔ مسئلے کی اہمیت کے مدِّنظر گورنر فرانسس موڈی (Francis Mudie) کو زمین کی فراہمی، موسم کے تغیرات سے بچاؤ کے لئے خیموں کی تنصیب اور بنکاری کی سہولتوں

میں وسعت جیسے ہنگامی اقدامات کرنے پڑے۔[۳۹]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائداعظم نے، جو بنیادی طور پر امن پسند اور سب کے بہی خواہ تھے، اپنے پچھلے اعلانات کی مطابقت میں غیر مسلموں کو یقین دلایا ''نہ تو مختلف فرقوں کے درمیان کوئی امتیاز برتا جائے گا اور نہ ہی کسی ذات یا عقیدے کو کسی دوسرے پر ترجیح دی جائے گی۔'' انہوں نے مزید یقین دہانی کرائی کہ اقلیتوں سے مملکت کے ''مساوی شہریوں'' جیسا سلوک کیا جائے گا۔[۴۰] ان یقین دہانیوں کا ملا جلا ردِعمل ہوا۔ انفرادی سطح پر اطمینان اور سکون کا اظہار کیا گیا[۴۱] اور وفاداری کے قول و قرار بھی کئے گئے۔[۴۲] تاہم مغربی پاکستان کے چند کانگریسی رہنماؤں نے دہلی میں منعقدہ ایک کانفرنس میں اقلیتوں کے مکمل تحفّظ کیلئے قائداعظم کی یقین دہانیوں پر شک کرتے ہوئے حکومتِ ہندوستان پر زور دیا کہ وہ ہندوؤں اور سکھوں کے فوری انخلاء کا انتظام کرے۔[۴۳] اس کے باوجود قائد نے غیر مسلموں کو پاکستان ہی میں بدستور رہنے کا مشورہ دیا۔ انہوں نے دوبارہ یقین دلایا ''پاکستان میں ہم اقلیتوں کے جان و مال کی حفاظت کرتے رہیں گے اور اُن کے ساتھ انصاف کیا جائے گا'' اور واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ ''جب تک اقلیتیں ملک کی وفادار ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے گا جو دوسرے شہریوں کے ساتھ ہوگا۔''[۴۴] انہوں نے واضح کیا کہ ''پاکستان اور ہندوستان میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی اقلیتیں اپنے اپنے ملکوں کی شہریت سے محروم نہیں ہوں گی'' انہوں نے مکرر اطمینان دلایا کہ ''پاکستان ہر ممکن کوشش کرے گا کہ غیر مسلم اقلیتوں میں تحفّظ اور اعتماد کا احساس پیدا ہو جائے۔''[۴۵]

قائداعظم کی یقین دہانیوں کی حمایت میں کئی اور آوازیں بھی بلند ہوئیں۔ کلکتہ کے ایک مسلم لیگی کونسلر راغب احسن نے قائد کو لکھا کہ مشرقی بنگال کی بدُھ اقلیت سے منصفانہ برتاؤ کیا جائے۔[۴۶] اینگلو انڈین ایسوسی ایشن کے صدر سی ای گبن (C.E.Gibbon) نے پاکستان میں اپنی برادری کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کا شکریہ ادا کیا۔[۴۷]

اقلیتوں کو یقین دہانیاں کرانے کے علاوہ قائد نے مسلمانوں کو بھی یاد دلایا کہ ''اسلام

کے اصولوں کے مطابق ہر مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اقلیتوں کو بلا امتیاز ذات وعقیدہ تحفّظ فراہم کرے'' انہوں نے مشورہ دیا'' ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا جارہا ہے اس سے قطع نظر اقلیتوں کی جانوں کی حفاظت کرنا ہماری آن اور وقار کا مسئلہ ہے۔''[۴۸] کشمیر کے ایک سابق سیشن جج بھگت رام نے قائد کی خیر اندیشی کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے اپنی خدمات پیش کیں اور ''مشرقی پنجاب کے ہندوؤں اور سکھوں سے بھی اپنے رویّے میں'' اس طرح کی تبدیلی کی اپیل کی۔[۴۹]

قائد جس وقت پاکستان میں غیر مسلموں کو تحفّظ دینے کے عمل میں مصروف تھے انہیں ساتھ ہی ہندوستان میں اقلیتوں کے مستقبل کے اندیشوں نے بھی گھیرا ہوا تھا۔ انہیں یہ خوف تھا کہ حکومتِ ہندوستان کو ''اقلیتوں کے تحفّظ کی نہ تو خواہش ہے اور نہ قدرت۔''[۵۰] قائد کی تشویش بے بنیاد نہیں تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت بگڑتی جارہی تھی۔ ہندوستانی مسلمانوں کے عدم تحفّظ اور افراتفری پر غمزدہ ہوتے ہوئے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے پروفیسر ایم بی مرزا کو یونیورسٹی کے مستقبل کی طرف سے بھی پریشانی لاحق تھی۔[۵۱] حیدرآباد دکن کے محمد نعمان نے ان کے اندیشوں کی تائید کرتے ہوئے ہندوستانی مسلمانوں کی حالتِ زار کا ذکر کیا۔[۵۲]

بے لگام لاقانونیت کے نتیجے میں ہندوستانی مسلمان پریشان تھے اور انہیں اپنا مستقبل غیر یقینی نظر آرہا تھا۔[۵۳] ہندوستانی مسلمانوں کی حالت پر ہمدردی کرتے ہوئے قائد نے مشورہ دیا کہ وہ اس ابتلاء اور آزمائش کو ہمت اور حوصلے سے برداشت کریں اور خوف زدہ ہوکر کوئی ایسا عاجلانہ اقدام نہ کر بیٹھیں کہ دشمن کے دام میں پھنس کر رہ جائیں۔[۵۴] دہلی میں مسلمانوں کا شہر میں آزادی سے گھومنا محال ہوگیا جس کی وجہ سے ان کی آمدنی روز بروز گھٹتی چلی گئی اور انہیں اپنی قیمتی اشیاء اور املاک اونے پونے بیچنے پر مجبور کردیا گیا۔ وہ اتنے دل شکستہ اور مایوس ہوچکے تھے کہ اب انہیں کسی قسم کا پروپیگنڈا یا ترغیب پاکستان جانے سے نہیں روک سکتی تھی۔[۵۵]

ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف روز افزوں تشدّد کے پیشِ نظر آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل نے دسمبر ۱۹۴۷ء کے اختتامی اجلاس میں اظہارِ افسوس کیا کہ کانگریس

کے ان اعلانات کے باوجود کہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا جائے گا ہندوستان میں مسلمانوں کے جان و مال غیر محفوظ اوران کی تجارت، کاروباراوردیگر ذرائع معاش بے یقینی کی حالت میں ہیں۔[۵۶]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جیسا کہ جلد پنجم کے تعارف میں بیان کیا گیا تھا۔قائداس بات سے بخوبی واقف تھے کہ پاکستان جن علاقوں پر مشتمل ہے وہاں کوئی صنعتی بنیاد موجود نہیں اور یہ علاقے معاشی طور پر پسماندہ ہیں۔لہٰذاانہوں نے دسمبر۱۹۴۳ء ہی میں اس مجوزہ مسلم مملکت کی معاشی اور سماجی ترقی کے لئے ایک جامع پنج سالہ پروگرام تیار کروایا[۵۷] آن کا یہ نظریہ بالکل درست تھا کہ قومی آزادی اور وقار کو برقرار رکھنے کے لئے صنعتی اور معاشی ترقی لازمی شرط ہے۔حیدرآباد دکن کے ایک ممتاز صنعت کار میر لائق علی کو قائد نے یہ کام سونپا کہ وہ مغرب کے چند صنعتی ممالک کا جائزہ لیں۔ چنانچہ وہ برطانیہ کے دورے کے بعد امریکہ روانہ ہوگئے۔[۵۸] اسی طرح قائد کے کہنے پر ایک ممتاز بنکار محمد علی حبیب نے پاکستان میں سُرعت سے صنعت کاری کے امکانات کا جائزہ لیا۔[۵۹] انہوں نے کاغذی نوٹوں کی چھپائی اوراجراء،[۶۰] ریزرو بینک آف انڈیا (Reserve Bank of India) کے اثاثوں اور واجبات کی تقسیم،[۶۱] مہاجرین کیلئے سودمند روزگار وغیرہ جیسے چند مفید مشورے دیے۔[۶۲] انہوں نے یہ مشورہ بھی دیا کہ حکومت صرف قومی نوعیت کے منفعت بخش منصوبوں مثلاً نہروں، ڈیم، ریلوے، فولاد اور سیمنٹ کے کارخانوں وغیرہ کیلئے قرضہ لے۔لیکن رواں مصارف کا خسارہ (Current account deficit) پورا کرنے کے لئے کسی حال میں قرضہ نہ لے۔[۶۳] محمد نعمان نے زور دیا کہ ہمیں خام مال کے بجائے مصنوعات برآمد کرنی چاہئیں۔[۶۴] ضیاء الدین شیخ[۶۵] نے دفاع اور تحفّظ کے نقطۂ نظر سے اسلحہ ساز فیکٹریاں لگانے اور ہوابازی کی صنعت قائم کرنے پر زور دیا۔دستور ساز اسمبلی کے رکن نذیر احمد خان نے سفارش کی کہ ایک نیشنل ہوم فرنٹ قائم کیا جائے جو لوگوں کو اناج زیادہ پیدا کرنے، بچت کی ترغیب اور قانون کا احترام کرنے کی تربیت دے۔[۶۶]

قائد نے برطانیہ کی وزارتِ سپلائی کے مستقل سیکرٹری آرچیبالڈ رولینڈز (Archibald Rowlands) کی خدمات حاصل کرلیں جنہیں ہندوستان میں معاشی اور سرکاری اخراجات کے نظام کا وسیع تجربہ تھا تا کہ وہ پاکستان کی معیشت کو ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کا جائزہ لے کر عملی اقدامات تجویز کریں۔[۶۷] اپنی رپورٹ میں رولینڈز نے یہ دلیل پیش کی کہ ''جدید دور میں اقتدار اور صنعتی قوت ہم معنی ہو گئے ہیں اور اگر پاکستان اس دنیا میں اپنا مناسب مقام حاصل کرنا اور اپنے عوام کا معیارِ زندگی معقول حد تک اونچا کرنا چاہتا ہے تو اسے نمایاں طور پر صنعت کاری کرنی پڑے گی''[۶۸] انہوں نے کہا ''بیرونی سرمایہ کاری کا انحصار چند شرائط کی تکمیل پر ہے۔ ان میں سے اوّلین اور اہم ترین شرط ملک میں امن وامان قائم رکھنا اور ہندوستان سے جنگ کے امکان کو خارج کرنا ہے۔[۶۹] مشرقی بنگال اسمبلی اور اسی صوبے کی انڈسٹریل سروے کمیٹی کے رکن فضل القادر نے یہ تجویز پیش کی کہ پٹ سن کی برآمد کو فروغ دینے کیلئے چٹاگانگ کی بندرگاہ کو بہتر بنایا جائے اور ملحقہ ہل ٹریکٹس کے وسائل کو کام میں لا کر پن بجلی گھر تعمیر کئے جائیں۔[۷۰] اسی طرح مسلم لیگ پلاننگ کمیٹی کے جائنٹ سیکرٹری اور ماہرِ معاشیات پروفیسر ایم ایل قریشی نے مشورہ دیا کہ زرعی معیشت کی ترقی اور مہاجروں کو مفید روزگار کی فراہمی کیلئے اشتمالی طرزِ کاشت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔[۷۱]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ابتدائی دور میں محدود وسائل اور غیر یقینی حالات کے باوجود حکومتِ پاکستان نے سماجی اور معاشی ترقی کے واسطے ایک موزوں ڈھانچہ تیار کرنے کے مناسب اقدامات کر لئے تھے۔ دوسرے منصوبوں کے علاوہ تعلیم کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حکومت نے پورے تعلیمی نظام پر نظر ثانی کرنے کا تہیہ کیا۔ نومبر ۱۹۴۷ء میں وزارتِ تعلیم کے تحت کراچی میں ایک آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس منعقد ہوئی۔[۷۲] کانفرنس کیلئے اپنے پیغام میں قائد نے فنی، حرفتی اور سائنسی تعلیم کے فروغ پر زور دیا کیونکہ انہی علوم پر صنعتی اور معاشی ترقی اور توسیع کا انحصار ہے۔ ان کی رائے میں تعلیمی پالیسی اور پروگرام عوام کے قدرتی رجحان اور میلانِ طبع، جدید تقاضوں اور دنیا میں

سائنسی اور فنی ترقی کے عین مطابق ہونے چاہئیں۔[۷۳] انہوں نے کہا کہ تعلیم کا اصل مقصد کردار سازی اور نوجوانوں میں ایثار اور بے لوث خدمت کے جذبے کو ابھارنا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

شروع میں یہ سوچ کر کہ ''کسی بیرونی جارحیت کے خلاف پاکستان اور ہندوستان کے مابین کوئی سمجھوتہ، عہد و پیماں یا معاہدہ ہوسکتا ہے'' قائداعظم ایک مشترکہ دفاعی کونسل کے قیام پر بھی راضی ہو گئے جس میں ماؤنٹ بیٹن بطور ''آزاد'' چیئرمین اور دونوں ممالک کے وزراء دفاع اور برصغیر میں برطانوی افواج کے سپریم کمانڈر فیلڈ مارشل آکنلک شامل تھے۔[۷۴] کونسل کو مسلّح افواج کی تنظیمِ نو اور دفاعی ساز و سامان کی تقسیم اور ترسیل کی نگرانی کا کام سونپا گیا تھا لیکن سپریم کمانڈر کے ساتھ ہندوستانی عہدہ داروں کی ہٹ دھرمی اور عدم تعاون سے انہیں اپنے فرائض انجام دینا مشکل ہوتا گیا اور بالآخر انہوں نے ہیڈ کوارٹرز تحلیل کرنے کا مشورہ دیا جسے پاکستان کے اعتراض کے باوجود بند کر دیا گیا۔[۷۵] تاہم پاکستان کو یقین دلایا گیا کہ دفاعی ساز و سامان میں پاکستان کا حصہ اسے پہنچا دیا جائے گا۔[۷۶] مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کمیٹی نے پاکستان کے اس الزام کو ''اصولی طور پر قبول کر لیا'' کہ دفاعی ساز و سامان کی تقسیم غیر مساوی ہوئی ہے[۷۷] لیکن یہ ساز و سامان پاکستان کو کبھی وصول نہیں ہوا۔ ہندوستان کی ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر قائد اس نتیجے پر پہنچے کہ آپس کے اختلافات کا حل صلح صفائی سے اسی وقت نکل سکتا ہے جب ہندوستان اپنے احساسِ برتری اور غرور کو بالائے طاق رکھ کر پاکستان کے ساتھ ''برابری کی سطح پر تعلق قائم کرے۔''[۷۸]

نئی سرحدوں کی حد بندی اور مشرقی پنجاب سے مسلم مہاجرین کی ترک سکونت سے ملک کی سلامتی اور دفاعی پالیسی کا از سرِ نو جائزہ لینا ناگزیر ہو گیا۔ آزادی سے کچھ عرصہ پہلے فوج کے سربراہ جنرل میسروی (Messervy) نے اندازہ لگایا تھا کہ تقسیم کے بعد چند مہینوں تک پاکستانی فوج کی تعداد بہت کم رہے گی۔[۷۹] اس صورتِ حال کا جائزہ لینے کیلئے لیاقت علی خاں نے ایک میٹنگ بلائی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ وزیرستان سے سپاہ ہٹا کر دوسرے اہم مقامات پر تعینات کر دی جائیں۔[۸۰] پاکستانی فوج میں افسروں کی کمی کو اس طرح پورا کیا گیا کہ سپریم کمانڈر

کے ہیڈکواٹرز کے بند ہونے کے بعد فوج میں جو کمی آئی تھی اسے پورا کرنے کیلئے وہ فارغ انگریز افسر جو پاکستان کی مسلّح افواج میں اپنی مرضی سے شامل ہونا چاہتے تھے، انہیں ملازمت دے دی گئی۔[۸۱]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

آزادی کے فوراً بعد مسلمانوں کی کثیر تعداد جس میں مہاجر تارکینِ وطن اور پاکستان کا انتخاب کرنے والے سرکاری ملازمین شامل تھے، ہندوستان سے پاکستان آنا شروع ہوئے۔ مقامی لوگوں نے عموماً ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کثیر تعداد میں نقل مکانی ہوتی ہے تو نووارد اپنی گروہی ولسانی خصوصیات بھی ساتھ لاتے ہیں جس کی وجہ سے مقامی باشندوں سے ان کی ہم آہنگی لازماً ایک سست، مشکل اور بعض مرتبہ تکلیف دہ عمل ہوا کرتی ہے۔ بعض اوقات ان گروہوں کے مابین تناؤ برسوں اندر ہی اندر پکتے رہنے کے بعد یکدم پھٹ پڑتا ہے۔ سندھ میں جہاں وفاقی دارالحکومت بنا تھا اور مشرقی بنگال جہاں ڈھاکہ میں نیا صوبائی ہیڈ کواٹرز قائم کیا گیا تھا ان دونوں ہی میں گروہی تناؤ اور تنازعے سے سابقہ پڑا جس نے کئی مرتبہ ناگوار صورتِ حال اختیار کر لی۔

مشرقی بنگال میں جو وفاقی دارالحکومت سے دور دراز صوبہ تھا، صوبائی حکومت کو محدود وسائل اور دوسرے صوبوں سے جمع کئے گئے افسروں کی مخلوط ٹیم کے ساتھ نئے سرے سے ابتداء کرنی پڑی۔ جن لوگوں کو اس خطّے اور یہاں کے عوام سے واقفیت نہیں تھی انہیں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کافی دشواری پیش آئی۔[۸۲] مشرقی بنگال کے وزیرِ اعلیٰ خواجہ ناظم الدین ہندو مہاسبھا کی مشکوک حرکات سے پریشان تھے جو صوبے سے ہندوؤں کے انخلاء کا منصوبہ بنا رہے تھے۔[۸۳] سہروردی کا خیال تھا کہ ممکن ہے مشرقی بنگال کی کابینہ میں ہندو وزراء کی شمولیت سے ہندوؤں کے انخلاء پر بند باندھا جا سکے۔[۸۴] قائداعظم نے فیصلہ کیا کہ جب تک وہ خود صوبے کا دورہ کر کے صورتِ حال کا جائزہ نہ لے لیں اس مسئلے کو التواء میں رکھا جائے۔[۸۵]

ناظم الدین چاول کی قلّت سے بھی پریشان تھے جو مشرقی بنگال کی بنیادی غذا

تھی۔ قحطِ بنگال کے تجربے سے مضطرب ہوکر انہوں نے چاول کی فوری ترسیل کیلئے قائداعظم سے درخواست کی اور قائد نے مغربی پاکستان اور سیام (Siam) سے چاول بھیجنے کا فوراً انتظام کردیا۔[۸۶]

سندھ اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی اس افواہ پر دل برداشتہ تھی کہ صوبے کی خودارادیت ختم کر کے ایک آمرانہ حکومت نافذ کرنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے مرکزی حکومت میں سندھ کی واجب نمائندگی اور وفاق میں تمام یونٹوں کی مساوی آواز کا مطالبہ کیا۔[۸۷] پیر علی محمد راشدی کو خوف تھا کہ ''خود ہمارے لوگوں میں موجودہ صورتِ حال سے مایوسی بڑھتی جا رہی ہے۔''[۸۸]

اگرچہ قائد نے بدعنوانی اور رشوت ستانی کو لعنت قرار دے کر انہیں سختی سے کچلنے کی ہدایت کی تھی[۸۹] مگر اب انہیں مصیبت زدہ لوگوں کی یہ شکایتیں موصول ہونے لگیں کہ سرکاری ملازمین ان سے رشوت طلب کر رہے ہیں۔[۹۰] انہوں نے سرکاری ملازمین کو خبردار کیا کہ وہ کسی سیاسی جماعت یا سیاست دان کے سیاسی دباؤ میں نہ آئیں۔[۹۱] انہوں نے سیاست دانوں کو بھی تلقین کی کہ وہ ''سیاسی دباؤ سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ بدعنوانی، رشوت ستانی اور اقربا پروری کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔''[۹۲]

قائد نے بہت پہلے ہی بلوچستان کو گورنری صوبے کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا تھا لیکن اس صوبے کو یہ درجہ بہت بعد میں ملا۔ اس صوبے کا دورہ کرنے کے ارادے سے قائد نے آئینی اصلاح کیلئے مشورے طلب کئے۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ ڈنڈاس (Dundas) نے سہ رکنی مشاورتی کونسل کی تجویز پیش کی۔[۹۳] شاہی جرگے نے درخواست کی کہ موجودہ نظام کو جاری رکھا جائے جس کے تحت قبائلی سربراہ اپنے علاقوں میں امن و امان برقرار رکھنے کے ذمّہ دار ہوتے ہیں۔[۹۴] بلوچستان مسلم لیگ کے نائب صدر میر قادر بخش نے مشورہ دیا کہ بالغ رائے دہی یا اس کے بدل قبائلی مبصرین کی ایک انتخابی مجلس بنائی جائے اور قبائلی علاقوں کو بندوبست شدہ اضلاع کا ہم پایہ سمجھا جائے۔[۹۵] انہوں نے کچھ اور مطالبے بھی کئے جن کا تعلق مختلف مرکزی اداروں میں صوبائی

نمائندگی سے تھا۔[۹۶] قائد نے فیصلہ کیا کہ صوبے کے معاملات پر نظر رکھنے اور عوام کے مسائل پر توجہ دینے کیلئے گورنر جنرل کی ایک مشاورتی کونسل تشکیل دی جائے لیکن اس فیصلے پر عمل درآمد فروری ۱۹۴۸ء میں ممکن ہوسکا۔

صوبۂ سرحد میں خان عبدالقیوم خان کی مسلم لیگ وزارت کو غلّے کی قلّت اور ہندوستان کوچ کر جانے کیلئے غیر مسلموں کے انخلاء کا سامنا تھا۔[۹۷] ایک اور پریشان کن مسئلہ سرخ پوشوں اور کانگریسی عناصر کی موجودگی اور پٹھانستان کیلئے ان کی سرگرمیاں تھیں۔ اگرچہ جولائی ۱۹۴۷ء کے استصوابِ رائے میں صوبۂ سرحد کے عوام نے پاکستان کے حق میں ڈنکے کی چوٹ پر اپنا فیصلہ سنا دیا تھا[۹۸] لیکن سرخ پوش حقیقتِ حال سے سمجھوتہ کرنے پر تیار نہیں تھے اور کانگریس وزارت کی معزولی کے بعد بھی انہوں نے پروپیگنڈے کے ذریعے پٹھانستان کے معاملے کو زندہ رکھا۔ علاوہ ازیں انہوں نے افراتفری پھیلانے کی کوششیں بھی جاری رکھیں۔[۹۹] عبدالقیوم خان کو شک تھا کہ یہ لوگ پاکستان کے دشمنوں سے ملے ہوئے ہیں اور خفیہ طور پر ایسے کام کر رہے ہیں جنہیں ہم کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پٹھانستان تحریک کے رہنماؤں پر الزام لگایا کہ وہ ہمارے دشمنوں سے کثیر امدادی رقوم وصول کر رہے ہیں اور فساد برپا کرنے پر اپنا پورا زور لگا رہے ہیں۔'' انہوں نے خبردار کیا کہ ضرورت پڑنے پر صوبائی حکومت ان کے خلاف سخت کارروائی کر سکتی ہے۔[۱۰۰] اپنی پارٹی کی مقابل پوزیشن کا جائزہ لیتے ہوئے اور چار حلقوں میں ہونے والے ضمنی انتخاب میں فساد اور سازشوں کے خوف سے قیوم خان نے سفارش کی کہ وزارت برقرار رکھ کر اسمبلی برخاست کر دی جائے۔[۱۰۱] قائد نے قیوم خان کو صلاح دی کہ جس وقت وزیرِ اعظم پشاور کا دورہ کریں تو وہ گورنر کے ہمراہ لیاقت علی خاں سے اس معاملے پر گفتگو کریں۔[۱۰۲]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قیامِ پاکستان کے ساتھ ہی افغانستان نے ڈیورنڈ لائن (Durand Line) کے اس مشرقی علاقے پر اپنے سابقہ دعوے پر اصرار شروع کر دیا جو اس نے ۱۸۹۳ء میں برطانیہ کے حوالے کر دیا تھا۔[۱۰۳] فرنٹیئر میں کانگریس نے اپنی ساری امیدیں پٹھانستان کے قیام سے وابستہ کر

رکھی تھیں جسے افغانستان کی حمایت بھی حاصل تھی۔[۱۰۴]

حکومتِ پاکستان نے اس خواہش کے تحت کہ افغانستان سے دوستانہ روابط قائم کئے جائیں سعید اللہ خان کو قائد کے ذاتی ایلچی کے طور پر وہاں روانہ کیا۔ دریں اثناء اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی شمولیت کے خلاف افغانستان نے اپنا واحد ووٹ ڈالا۔[۱۰۵] ایک نامہ نگار کا خیال تھا کہ یہ معاندانہ کارروائی ہندوستان کی ترغیب پر کی گئی تھی۔[۱۰۶] سعید اللہ خان اور افغان حکام کے درمیان گفت وشنید کا سلسلہ دشوار گزار، تکلیف دہ اور دراز ہوتا گیا۔ اسی دوران پاکستانی ایلچی نے اقوام متحدہ میں ان سے ان کے مخالف ووٹ کا گلہ بھی کیا۔[۱۰۷]

سعید اللہ خان نے انہیں آگاہ کیا کہ ان کے دورے کا اصل مقصد پاکستان اور افغانستان کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنا ہے۔ انہوں نے افغان رہنماؤں کو بتایا کہ کابل میں برطانوی لیگیشن کے منتظم جائلز اسکوائر (Giles Squire) جو فرائض انجام دے رہے تھے وہ کام آئندہ سے حکومتِ پاکستان کی جانب سے وہ خود کیا کریں گے۔[۱۰۸] انہوں نے یقین دلایا کہ جب سفارتی تعلقات قائم ہو جائیں گے تو افغان حکومت ''اہم سیاسی معاملات'' پر کراچی میں مقیم اپنے سفیر کے ذریعے پاکستان کے دفترِ خارجہ سے براہِ راست گفتگو کر سکتی ہے یا پھر کابل میں پاکستان کے سفیر کے ذریعے کام انجام دیا جا سکتا ہے۔[۱۰۹] افغان حکومت نے نجیب اللہ خان کو اپنا خصوصی ایلچی مقرر کیا تا کہ وہ کراچی میں حکومتِ پاکستان کے ساتھ زیرِ التواء معاملات پر مذاکرات کریں۔[۱۱۰] انہوں نے اس پر بھی اتفاق کیا کہ کابل میں مقیم پاکستان کا نمائندہ ویزے اور پاسپورٹ کا اجراء کرے گا اور کاروباری اور تجارتی معاملات نمٹائے گا۔[۱۱۱]

افغان وزیرِ خارجہ سردار علی محمد خان نے ہندوستان سے برطانیہ کی مراجعت کے بعد اینگلو-افغان معاہدوں کی قانونی حیثیت پر اعتراض کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان نئے معاہدوں کیلئے گفت وشنید کی جائے۔[۱۱۲] سعید اللہ خان نے اس مطالبے کو رد کرتے ہوئے کہا کہ اینگلو-افغان معاہدوں کا تعلق جہاں تک پاکستان کے علاقوں سے ہے تو وہ اس وقت تک برقرار رہیں گے جب تک باہمی رضامندی سے ان میں کوئی ترمیم نہ کی جائے یا

انہیں منسوخ نہ کر دیا جائے۔[۱۱۳] افغان وزیرِ خارجہ نے مطلع کیا کہ نجیب اللہ خان کراچی روانہ ہو رہے ہیں تا کہ وہ ان افغانوں کے مستقبل سے متعلق مذاکرات کریں جو ڈیورنڈ لائن اور دریائے سندھ کے درمیان آباد ہیں۔[۱۱۴]

مذاکرات کی پیش رفت پر نظر رکھتے ہوئے افغانستان نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی رکنیت کیخلاف اپنا ووٹ واپس لے لیا۔[۱۱۵] افغانستان کے رویّے میں تبدیلی اس یقین دہانی سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو اس نے پاکستان کو دی کہ کابل میں آزاد پٹھانستان کی حکومت موجود نہیں ہے۔[۱۱۶]

شاہ ظاہر شاہ نے دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے میں سعید اللہ خان کی کامیاب کوششوں کو سراہا اگرچہ سفیروں کا رسمی تبادلہ کچھ عرصے بعد عمل میں آیا۔[۱۱۷] قائداعظم سے نجیب اللہ کا تعارف کراتے ہوئے شاہ نے پاکستان کیلئے برادرانہ جذبات کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ نجیب اللہ اپنے فرائض اس طور پر انجام دیں گے کہ آں جناب کو اُن پر اعتماد اور اطمینان ہو جائے گا۔[۱۱۸] نجیب اللہ کراچی میں نومبر کے وسط میں وارد ہوئے[۱۱۹] لیکن قائد اس وقت اپنی صحت کے سلسلے میں لاہور میں مقیم تھے لہٰذا ان کے کراچی واپس آنے تک اسنادِ تقرر پیش کرنے کی رسم ملتوی رکھی گئی۔ ۴ دسمبر کو اپنی اسنادِ تقرر پیش کرتے ہوئے انہوں نے افغانستان کے فرمانروا اور عوام کی جانب سے پاکستان کی حکومت اور عوام کیلئے تبریک کا پیغام پہنچایا اور امید ظاہر کی کہ دونوں ملکوں کے درمیان جو مسائل درپیش ہیں وہ بحسن وخوبی طے پا جائیں گے۔[۱۲۰] ان کے ان جذبات کو سراہتے ہوئے قائد نے کہا کہ افغانوں کیلئے پاکستان کی حکومت اور عوام کے جذبات دوستانہ اور برادرانہ ہیں اور امید ظاہر کی کہ دونوں ملک اپنے مسائل خوش اسلوبی سے طے کر لیں گے۔[۱۲۱]

لیکن ہوا یہ کہ پٹھانستان کے مسئلے پر نجیب اللہ اور پاکستان کے دفترِ خارجہ کے درمیان مذاکرات میں کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ افغانستان نے دریائے سندھ کے مغربی علاقوں پر اپنے دعوے سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا اور یہ تنازعہ سالہا سال اسی طرح چلتا رہا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں مسلم لیگ اور کانگریس کے نقطہ ہائے نظر مختلف تھے[۱۲۲] اور انہی نظریات پر دونوں نے اس مسئلے کے حل کی بنیاد رکھی تھی۔ قائد کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ریاستیں آئینی اور قانونی طور پر آزاد ہو جائیں گی اور پھر ان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی یا پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں سے کسی ایک میں شامل ہو جائیں یا آزاد رہیں۔[۱۲۳] نہرو نے آزادی کے انتخاب کو یکسر مسترد کر دیا۔[۱۲۴] ریاستوں کے مستقبل کے تعیّن میں وی پی مینن کی سازشوں اور ہندوستان کیلئے ماؤنٹ بیٹن کی بے حجاب جانبداری سے نہ صرف پاکستان کا استحکام بلکہ اس کا مستقبل بھی خطرے میں پڑ گیا۔

ریاست جونا گڑھ اور منگرول نے پاکستان سے الحاق کر لیا لیکن ہندوستان نے اس الحاق کو اس کی اپنی خود مختاری میں ''مداخلت'' تصوّر کیا۔[۱۲۵] ایک ہفتے کے اندر ہی ہندوستان نے اپنی فوج جونا گڑھ کی ہمسایہ ریاستوں میں تعینات کر دی اور بمبئی میں جونا گڑھ کی ایک ''عبوری حکومت'' قائم کر دی گئی۔[۱۲۶] کاٹھیاواڑ کی ایک اور ریاست مانا ودر نے بھی پاکستان سے الحاق کیا تھا لیکن ہندوستان نے اس پر بھی حملہ کر کے اپنا نظم و نسق نافذ کر دیا۔[۱۲۷]

ریاستوں کے مستقبل کے بارے میں قائد نے جو قانونی موقف اختیار کیا تھا وہ اس سے ہٹ کر قلات کے اس دعوے کو مسترد نہیں کر سکتے تھے کہ برطانوی مراجعت کے بعد ریاست آزاد اور خود مختار ہو جائے گی۔ حکومتِ پاکستان اور قلات کے درمیان ایک معاہدے میں یہ طے پایا[۱۲۸] کہ اس بارے میں قانونی مشورہ لیا جائے کہ برطانیہ اور قلات کے درمیان پٹّے کے جو معاہدے ہوئے تھے کیا پاکستان ان کا وارث ہو گا یا نہیں۔ قانونی مشورہ ملنے کے بعد حکومتِ پاکستان اور قلات کے نمائندوں کے درمیان مذاکرات کے ذریعے ریاست کے مستقبل کا تعین ہونا تھا۔ اس دوران میں پاکستان اور قلات کے درمیان ایک علیٰ حالہٖ معاہدہ (Standstill Agreement) طے پا گیا۔ سال کے اختتام تک بہاولپور،[۱۲۹] خیر پور[۱۳۰] اور امبھ[۱۳۱] نے پاکستان سے الحاق کر لیا۔ بعد ازاں ہنزہ اور نگر نے بھی یہی راستہ اختیار کیا۔

جیسا کہ جلد پنجم کے تعارف میں بیان کیا گیا تھا کشمیر کے بعض حصوں اور خاص طور پر

پونچھ کے مسلمانوں نے قائد سے اپیل کی تھی کہ انہیں ریاست کی فوج کے ظلم و جور سے نجات دلائی جائے[۱۳۲] جس کی وجہ سے ان کی کثیر تعداد نے بھاگ کر پاکستان میں پناہ لی ہے۔ روز افزوں ظلم و تشدّد سے تنگ آ کر بالآخر پونچھ کے مسلمانوں نے مہاراجہ کشمیر کے خلاف بغاوت کر دی۔ جن علاقوں کو سپاہِ آزادی نے ظالموں کے چنگل سے چھڑا لیا تھا وہاں پونچھ کے ایک رہنما سردار ابراہیم خان نے آزاد کشمیر کی ایک عبوری حکومت کا اعلان کر دیا۔[۱۳۳] بڑھتی ہوئی بغاوت سے گھبرا کر مہاراجہ نے سری نگر سے بھاگ کر کسی قدر محفوظ جگہ جموں میں پناہ لی۔ ہندوستان نے سرینگر میں ہوائی جہازوں کے ذریعے اپنی فوج اتار دی اور وی پی مینن کو جموں بھیج کر مہاراجہ سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کروا لیے اور اس طرح اس مسئلے کو طاقت سے حل کرنا چاہا۔ قائد نے ایسے الحاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو سراسر فریب، غیر قانونی اور ریاست کے عوام کی خواہشات کے خلاف تھا۔[۱۳۴] ایک نامہ نگار نے بین الاقوامی قانون کا حوالہ دیتے ہوئے ریاست پر تنہا ہندوستان کے قبضے اور دریاؤں وغیرہ جیسے مشترکہ قدرتی عطیات پر اس کی اجارہ داری پر اعتراض کیا۔[۱۳۵] پاکستان میں لوگوں نے جوش و خروش سے رضا کارانہ طور پر کشمیر میں ہندوستانی فوج سے لڑنے کی پیشکش کی[۱۳۶] اور ساتھ ہی آزاد کشمیر کی عبوری حکومت کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا۔[۱۳۷]

گلگت میں ریاستی افواج کے مسلمان سپاہیوں نے مہاراجہ کے خلاف بغاوت کر کے مقامی گورنر کو قیدی بنا لیا۔ سپاہِ آزادی کے پیغام پر عمل کرتے ہوئے پاکستان نے آزاد شدہ مغربی علاقوں کا انتظام سنبھال لیا۔[۱۳۸]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پاکستان کی اس پالیسی کے مطابق کہ تمام ممالک سے دوستانہ تعلقات رکھے جائیں گے ۱۵ اگست کو برطانیہ کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ تاہم شروع میں اس ملک سے تجارتی اور کاروباری تعلقات بڑھانے کی کوششوں کا کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔[۱۳۹] بعد ازاں جب لیاقت نے ''اس عظیم برصغیر کے امن کو مہیب خطرے'' سے بچانے کیلئے وزیرِ اعظم ایٹلی سے مدد کی درخواست کی تو انکار ردِ عمل بھی مثبت اور ہمدردانہ نہیں تھا۔[۱۴۰] ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے بھی

سفارتی تعلقات قائم کئے گئے اور قائد نے ابوالحسن اصفہانی کو سفیر بنا کر وہاں بھیجا۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اصفہانی کو بھی وفد کا رکن نامزد کیا گیا۔ انہوں نے قائد کو مطلع کیا کہ پاکستان کے وفد اور واشنگٹن کے سفارت خانے میں عملے کی کمی کی وجہ سے ان کے کام میں حرج ہو رہا ہے۔ صدر ٹرومین (Truman) کو اپنی اسنادِ تقرر پیش کرتے ہوئے اصفہانی نے انہیں حکومتِ پاکستان کی ترجیحات سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا ہماری خواہش ہے کہ ''اپنی معیشت کو متوازن بنائیں، اپنے ملک میں صنعت کاری کو فروغ دیں۔ صحت اور تعلیم کے شعبوں کو بہتر بنائیں اور معیارِ زندگی کو بلند کریں''۔[۱۴۱]

پاکستان نے مہاجرین کی آبادکاری کیلئے امریکہ سے میر لائق علی کے توسط سے ساڑھے چار کروڑ ڈالر ادھار اور اقتصادی ترقی کیلئے دو بلین ڈالر بطور قرض مانگے تھے۔ ان رقوم کی ادائیگی کے سلسلے میں اصفہانی امریکی عہدہ داروں سے بھی ملتے رہے۔ اس کے علاوہ انہیں گورنر جنرل کیلئے ایک ہوائی جہاز خریدنے کیلئے بھی دوڑ دھوپ کرنی پڑی تھی جسے بالآخر خریدا نہیں گیا کیونکہ قائد نے فیصلہ کیا کہ پاکستان کے گورنر جنرل میں ''ایسا ہوائی جہاز لینے کی استطاعت نہیں'' جس کی قیمت ۱۵ لاکھ روپے سے زیادہ ہو۔[۱۴۲] امریکی وار اسیٹس ایڈمنسٹریشن (US War Assets Administration) نے مہاجرین کی بحالی کیلئے صرف ایک کروڑ ڈالر ادھار دینے کی پیشکش کی۔[۱۴۳] جہاں تک ترقیاتی قرضے کا سوال تھا تو امریکی وزارتِ خارجہ نے حکومتِ پاکستان کو مشورہ دیا کہ وہ ایک امریکی تجارتی مشن کو دعوت دے تاکہ یہ اطمینان کیا جا سکے کہ پاکستان کے محدود ذرائع کے پیشِ نظر کہیں ایسا نہ ہو کہ پورا قرضہ یا اس کا کچھ حصہ عدم ادائیگی کی وجہ سے ضائع ہو جائے۔[۱۴۴] پاکستان اسلامی، یورپی اور دوسرے ممالک سے تعلقات بڑھانے کا خواہش مند تھا۔[۱۴۵] مصر،[۱۴۶] انڈونیشیا،[۱۴۷] مراکش،[۱۴۸] سعودی عرب،[۱۴۹] اُردن،[۱۵۰] ترکی[۱۵۱] سے پُرخلوص مراسلت کے تبادلے ہوتے رہے۔ کراچی میں برما کے وزیراعظم تھاکن نو (Thakin Nu)[۱۵۲] اور سیلون کے وزیرِاعظم اسٹیفن سیننائیکے (Stephen Senanayake)[۱۵۳] کے عارضی قیام کے دوران قائد نے ان کی مہمان نوازی کی۔ انہوں نے دورے پر آئے ہوئے سیام کے

وزیرِ اعظم ارتھا کٹی بانومیانگ (Arthakitti Banomyong) کو بھی عصرانے پر بلایا۔[۱۵۴]

قائداعظم اور مسلم لیگ نے مسلمانوں اور عربوں خصوصاً فلسطین کی ہمیشہ حمایت کی اور انگریزوں کے خلاف اپنی ناگواری کا برملا اظہار کیا جنہوں نے عربوں سے کئے ہوئے وعدوں سے منہ موڑ کر انہیں دھوکا دیا تھا۔ بہت پہلے مارچ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ ایک طاقتور وفد وائسرائے سے مل کر اعلانِ بالفور (Balfour Declaration) کی مذمت کرے جس نے فلسطین میں مقامی عرب باشندوں کی جگہ یہودیوں کی آمد اور آبادکاری کا راستہ کھول دیا تھا۔[۱۵۵] ۱۹۳۶ء کی ایک قرارداد میں مسلم لیگ کی کونسل نے فلسطین کے عربوں سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا، ان کی قربانیوں کو سراہا اور فیصلہ کیا کہ ۱۹ جون کو یومِ فلسطین منایا جائے۔ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ وہ مظاہروں کا اہتمام کرے جن میں اعلانِ بالفور کی مذمت کی جائے اور برطانیہ کی پالیسی کے خلاف احتجاج کیا جائے۔[۱۵۶] یومِ فلسطین دوبارہ ۲۶ اگست ۱۹۳۸ء کو منایا گیا[۱۵۷] اور فروری ۱۹۳۹ء کو کلکتہ، بمبئی اور لکھنؤ میں پھر سے منایا گیا۔[۱۵۸]

جولائی ۱۹۳۷ء میں رائل کمیشن کی رپورٹ پر، جس میں فلسطین کی تقسیم کا مشورہ دیا گیا تھا اور اس مشورے کو حکومتِ برطانیہ نے تسلیم بھی کر لیا تھا، تنقید کرتے ہوئے قائد نے کہا کہ برطانیہ نے عربوں کے ساتھ سخت ناانصافی کی ہے[۱۵۹] اور عربوں کو مکمل آزادی دینے کا وعدہ وفا نہ کر کے برطانیہ خود اپنی قبر کھود رہا ہے۔[۱۶۰] انہوں نے اظہارِ افسوس کیا کہ بہادر عربوں پر جو جور و ستم ہو رہا ہے اس سے مسلمانوں کے دل زخمی اور پاش پاش ہو رہے ہیں۔[۱۶۱] عربوں سے یکجہتی کی علامت کے طور پر اکتوبر ۱۹۳۸ء میں دفاعِ فلسطین کیلئے قاہرہ میں ہونے والی عرب اور مسلم ممالک کی پارلیمانی کانگریس میں مسلم لیگ نے اپنے نمائندے بھیجے۔[۱۶۲] سندھ مسلم لیگ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے قائد نے برطانیہ کو تنقید کا نشانہ بنایا کہ اس نے اپنے دوستوں کو بھیڑیوں کے آگے پھینک دیا ہے اور ساتھ ہی یہ پیشین گوئی بھی کی کہ ''مجھے یقین ہے کہ جب تک وہ (انگریز) فلسطین میں عربوں کے ساتھ مخلصانہ اور کھرا سودا نہیں کریں گے اس وقت تک مشرق قریب میں امن قائم نہیں ہوگا۔''[۱۶۳] انہوں نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ فروری ۱۹۳۹ء میں ہونے والی فلسطین

کانفرنس میں مسلم لیگ کو بھی مناسب نمائندگی دے جس کے ارکان کے وفود قاہرہ سے لندن پہنچ گئے ہیں۔[۱۶۴] جب اس مطالبے کو رد کر دیا گیا[۱۶۵] تو قائد نے عرب وفد کو ہمدردی اور حمایت کا ایک پیغام ارسال کیا۔[۱۶۶]

قائد نے انڈین (لیجسلیٹو) قانون ساز اسمبلی میں پہلے اگست ۱۹۳۸ء میں[۱۶۷] اور دوبارہ فروری ۱۹۳۹ء میں[۱۶۸] فلسطین کے مسئلے کی وکالت کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ انہوں نے مسلمانوں کو بڑی مشکل سے ''برملا بغاوت کرنے سے روکا ہے''۔[۱۶۹] نومبر ۱۹۳۹ء میں (وائسرائے) لنلتھگو (Linlithgow) کو لکھی گئی اپنی تحریر میں انہوں نے اصرار کیا کہ ''فلسطین کے بارے میں تمام عرب قومی مطالبات'' منظور کئے جائیں اور ہندوستانی افواج کو کسی مسلم ملک کے خلاف استعمال نہ کیا جائے۔ اگرچہ وائسرائے نے پہلے مطالبے کو اصولی طور پر قبول کر لیا لیکن یہ یقین دلانے سے اجتناب کیا کہ جہاں ان کی ضرورت ہوگی وہاں ہندوستانی فوج استعمال نہیں کی جائے گی۔[۱۷۰] مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے اپنی تشویش کا اظہار کیا کہ ''فلسطین میں عربوں کے ساتھ کوئی تصفیہ کرنے میں حکومتِ برطانیہ غیر معمولی تاخیر کر رہی ہے۔[۱۷۱]

جولائی ۱۹۳۹ء میں مسلم لیگ نے فلسطین فنڈ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ ان عربوں کے متعلقین کی مدد کی جا سکے جنہوں نے فلسطین کی آزادی کی جدوجہد میں اپنی جانیں قربان کیں اور ساتھ ہی ''مسلمانوں کے قبلۂ اوّل کی حفاظت کی جائے''۔[۱۷۲] بمبئی میں مقیم عراق کے قونصل جنرل کے توسط سے -/۵۰۰ پاؤنڈ بھیجے گئے۔[۱۷۳] اس علامتی حمایت کے جواب میں مفتیٔ فلسطین نے جنوری ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے مصیبت زدہ مسلمانوں کیلئے اتنی ہی رقم ارسال کی۔[۱۷۴]

اپریل ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کونسل نے اس صیہونی مہم کی مذمت کی جس کے ذریعے وہ حکومتِ برطانیہ پر امریکہ کا دباؤ ڈالنا چاہتے تھے کہ فلسطین میں یہودیوں کو بلا روک ٹوک ہجرت کی اجازت دی جائے۔ وہ اس کو ایک شر انگیز حرکت سمجھتے تھے جس کا مقصد فلسطین میں یہودیوں کی اکثریت کو قطعی بنانا تھا جس سے یقینی طور پر عرب اور اسلامی دنیا میں غم و غصے کی لہر دوڑ جاتی۔[۱۷۵] اگلے سال قائد نے حکومتِ برطانیہ کو خبردار کیا کہ ''اگر یہودیوں کی آبادکاری اسی طرح جاری رہی تو نہ

صرف مسلم لیگ بلکہ پوری اسلامی دنیا بغاوت کر دے گی'' اور یہ کہ ''عربوں کے ساتھ ظالمانہ ناانصافی سے پوری مسلم دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگ جائے گی۔''[۱۷۶] انہوں نے فلسطین میں دس لاکھ یہودیوں کو بسانے کی تحریک کو ''قبیح'' گردانتے ہوئے خبردار کیا کہ ''ہندوستان کے مسلمان خاموش تماشائی بن کر نہیں رہیں گے اور وہ فلسطین کے عربوں کی ہر ممکن مدد کریں گے۔''[۱۷۷] نحاس پاشا کو جو یہودی آبادکاری کے خلاف ایک عرب کانفرنس کا انعقاد کر رہے تھے قائد نے اپنے تار میں یقین دلایا کہ ''عربوں کے جائز قومی مقصد کی حمایت میں ہم ماضی کی طرح آئندہ بھی مقدور بھر امداد کرتے رہیں گے۔''[۱۷۸]

نئی مملکت کے وجود میں آنے کے بعد بھی پاکستان نے عرب نصب العین کی حمایت جاری رکھی۔ رائٹر کے نامہ نگار ڈنکن ہوپر (Duncan Hooper) کو انٹرویو دیتے ہوئے قائد نے خبردار کیا کہ اگر فلسطین کو تقسیم کیا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ نہ صرف عربوں اور تقسیم کے منصوبے کو بروئے کار لانے والوں کے درمیان شدید تصادم کی شکل میں نکلے گا بلکہ پوری مسلم دنیا اس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوگی۔۔۔ پاکستان کے پاس عربوں کی مکمل حمایت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہوگا۔''[۱۷۹] بی بی سی کے رابرٹ اسٹمسن (Robert Stimson) سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا ''برصغیر کے مسلمانوں کو مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ فلسطین کو تقسیم کرنے کے اقوام متحدہ کے بے رحم فیصلے کی پُر زور مذمت کریں۔''[۱۸۰] قائد نے وعدہ کیا کہ فلسطین میں عربوں کی ہر ممکنہ طریقے سے مدد جاری رکھی جائے گی۔

جنرل اسمبلی کے اجلاس میں فلسطینی عربوں کے حقوق کے لئے پاکستان کے پُر جوش دفاع پر یمن کے فرمانروا امام یحییٰ[۱۸۱] اور نیو یارک میں عرب آفس کے ڈائریکٹر نشاشی[۱۸۲] (Nashashibi) نے خراجِ تحسین پیش کیا۔ تقسیم کے منصوبے پر قائد کی مسلسل مخالفت کی توثیق مسلم لیگ نے بھی کی اور عربوں کو ہر ممکنہ مدد کا یقین دلایا۔[۱۸۳] فلسطین کے عربوں کو پوری دنیا کے مسلمانوں کی حمایت حاصل ہونے کے باوجود[۱۸۴] اقوام متحدہ نے بالآخر فلسطین کو تقسیم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جناح نے صدر ٹرومین (Truman) سے بھی اپیل[۱۸۵] کی کہ وہ فلسطین کی تقسیم کے

خلاف اپنا وسیع اثر و رسوخ استعمال کریں لیکن اس اپیل کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔[۱۸۶] یہودی ملک اسرائیل کی تخلیق سے مصائب کا دہانہ کھل گیا اور مشرق وسطیٰ میں اس وقت سے اب تک امن بحال نہ ہو سکا۔

دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی جہاں جہاں مسلمانوں کو مشکلات کا سامنا تھا مسلم لیگ نے ان سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ ستمبر ۱۹۴۰ء میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ بیرونی طاقتیں بعض مسلم ممالک مثلاً مصر، فلسطین، شام اور ترکی پر حملہ کرنے والی ہیں۔ مسلم لیگ نے ایک قرارداد کے ذریعے اس افواہ پر اپنے تردّد کا اظہار کیا اور فیصلہ کیا کہ یکم نومبر ۱۹۴۰ء کو ان خطرات میں گھرے ہوئے مسلم ملکوں کیلئے یوم ہمدردی وحمایت منایا جائے۔[۱۸۷] دوسری جنگِ عظیم کے دوران اتحادی طاقتوں نے شمالی افریقہ کے جن مسلم علاقوں کو اطالوی فسطائی حکمرانی سے آزاد کرایا تھا اس کے تین سال بعد ہی مسلم لیگ نے ان علاقوں کی حمایت میں یہ مطالبہ کیا کہ سری نائکہ، لیبیا اور طرابلس کے علاقے اٹلی کو واپس نہ کئے جائیں بلکہ انہیں ایک آزاد اور خود مختار ریاست بنا دیا جائے۔[۱۸۸]

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

برصغیر میں دو آزاد مملکتوں کا قیام دراصل ایک آزاد اور خود مختار ملک کیلئے مسلم لیگ کی شاندار جدوجہد کا انجام اور ثمر تھا۔ اس بناء پر پارٹی کے مقاصد کا از سرِ نو جائزہ لینا اور آئندہ کیلئے اس کے راستے کا تعین کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ قائد نے ہندوستانی مسلمانوں کی یہ کہتے ہوئے رہنمائی کی کہ ''آپ کو اپنے ملک کا وفادار رہنا چاہئے۔ جس طرح مَیں چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ہر ہندو پاکستان کا وفادار رہے اسی طرح مَیں یہ بھی چاہوں گا کہ ہندوستان میں ہر مسلمان ہندوستان کا وفادار ہو۔''[۱۸۹]

دسمبر میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کی کونسل کا اجلاس کراچی میں ہوا تو اس نے فیصلہ کیا کہ پارٹی کو علی الترتیب پاکستان اور ہندوستان کیلئے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔[۱۹۰] کونسل کے فیصلے کے مطابق قائد پارٹی کی صدارت سے علیحدہ ہو گئے[۱۹۱] تا کہ ملکی فرائض پورے

انہماک سے انجام دے سکیں۔ اپنے اعلیٰ عہدے کے تقاضوں اور اپنی گرتی ہوئی صحت کے پیشِ نظر انہیں یہ فیصلہ بہر حال کرنا تھا۔ پاکستان کے عوام کی یہ انتہائی بدنصیبی تھی کہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ان کی اکہترویں سالگرہ آخری ثابت ہوئی۔ بہر کیف جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کیلئے ان کی عظیم میراث ہمیشہ باقی رہے گی اور شہرت کے ایوان میں ان کی جگہ دائمی طور پر برقرار رہے گی۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

قائد چاہتے تھے کہ پاکستان کی تعمیر قومی سطح پر نظم وضبط کے ذریعے ہو اور وہ اس کے فقدان کو ''بیرونی دشمنوں سے زیادہ مہلک'' اور ''بربادی کا موجب''[۱۹۲] سمجھتے تھے۔ انہوں نے سرکاری ملازمین کو تنبیہ کی کہ ''وہ ذاتی ترقی اور عہدوں کیلئے دوڑ دھوپ''[۱۹۳] سے اجتناب کریں۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ وہ اپنے فرائض، تعمیری جدوجہد، بے لوث عمل اور خلوصِ دل سے انجام دیں۔[۱۹۴] وہ چاہتے تھے کہ ہر پاکستانی ''اپنے آپ سے یہ عہد کرے اور اس پر تیار رہے کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ اور ایک عظیم قوم بنانے کیلئے وہ ضرورت پڑنے پر سب کچھ قربان کرسکتا ہے۔''[۱۹۵]

قائد چاہتے تھے کہ پاکستان کا آئین ''جمہوری ہو اور اسلام کے اساسی اصولوں یعنی انسانی مساوات، انصاف اور دیانتداری کا نمونہ ہو۔''[۱۹۶] بلاشبہ وہ کبھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ پاکستان ''ملائی حکومت'' بن جائے انہیں یقین تھا کہ ''جمہوریت ہمارے خون اور ہمارے رگ وریشہ میں سمائی ہوئی ہے۔''[۱۹۷] ان کی نظر میں جمہوری نظام میں حزبِ اختلاف کا کردار ظلم و جبر کے خلاف ایک فصیل جیسا ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ''مخالف جماعت یا جماعتیں برسر اقتدار جماعت کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہوتی ہیں۔''[۱۹۸] ان کا تصوّرِ پاکستان ایک ایسے فلاحی، سماجی اور سیاسی نظام پر مبنی تھا جو سرمایہ داروں کے ہاتھوں، مزدوروں، زمینداروں اور کسانوں کے استحصال سے پاک ہو۔[۱۹۹]

کئی پہلوؤں سے قائد بہت مختلف سیاستدان تھے۔ اپنی قومی زندگی میں وہ راست بازی اور دیانت داری کا مظہر تھے۔ وہ سیاسی داؤں پیچ کو لعنت سمجھتے تھے۔ انہوں نے کبھی سیاسی

اداکاری اور لفظی طمطراق کا سہارا نہیں لیا۔ وہ پاکستان کو دنیا کا ایک عظیم ملک بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔[۲۰۰] ان کے اس عظیم مقصد کو اگر شرمندۂ تعبیر کرنا ہے تو قوم کو اس کیلئے سرگرمِ عمل ہو جانا چاہئے کیونکہ انتھک محنت، ایفائے عہد اور غیر متزلزل حوصلے سے ہی ان کا خواب حقیقت میں بدل سکتا ہے۔ زبوں حال پاکستان کو ایک زندۂ جاوید قوم بنانے کیلئے ہمیں مسلسل سخت محنت کرنا ہوگی اور آزادی، عزت اور وقار کیلئے کی جانے والی تاریخی جدوجہد کی روح کو کامل ایمان، اتحاد اور نظم و ضبط کے جذبے کے تحت بیدار کرنا ہوگا۔

زیڈ ایچ زیدی

حوالہ جات

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴
۲۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۲۸
۳۔ دستاویز نمبر ۱.۱
۴۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۸ کی دستاویز نمبر ۶
۵۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۳
۶۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۲
۷- جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۳
۹۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۱۰
۱۰۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۴۳ اور ۷۶
۱۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۷۶
۱۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ اپنڈکس ۴ کی دستاویز نمبر ۳
۱۳۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۳
۱۴۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر ۴
۱۵ اور ۱۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۳۰
۱۷۔ جناح پیپرز جلد دوم۔ اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر ۲۱
۱۸۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۸۰
۱۹۔ دستاویز نمبر ۱.۱
۲۰۔ دستاویز نمبر ۱.۳

۲۱۔دستاویز نمبر۱.۵

۲۲۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۲

۲۳۔جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۱۷۵

۲۴۔دستاویز نمبر۱.۸

۲۵۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۱

۲۶۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۱۲

۲۷۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۲۴

۲۸۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۱۵

۲۹۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۲۵

۳۰۔دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر۱۴

۳۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۳۱۰

۳۲۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۳

۳۳۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۱۴

۳۴۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۹

۳۵۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۱۰

۳۶۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۱۹۹

۳۷۔دیکھئے جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر۳۲

۳۸۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۱ کی دستاویز نمبر ۳۷

۳۹۔دستاویز نمبر۲.۴

۴۰۔دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۹ کی دستاویز نمبر۲

۴۱۔دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۱۹

۴۲۔دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۳۱۳

۴۳۔دیکھئے دی اسٹیٹس مین،۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۴۴۔دستاویز نمبر۱.۸

۴۵۔دستاویز نمبر۲.۸

۴۶۔دستاویز نمبر۱.۴

۴۷۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۱۲۷

۴۸۔دستاویز نمبر۴.۸

۴۹۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۳۵

۵۰۔دستاویز نمبر۱.۳

۵۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۷

۵۲۔دستاویز نمبر۴.۷

۵۳۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر۲۱

۵۴۔دستاویز نمبر۲.۸

۵۵۔جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۲ کی دستاویز نمبر۳۱

۵۶۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۷۳ کا انیکس ا

۵۷۔آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی قرارداد (۲) ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء۔دیکھئے "Foundations of Pakistan"، مؤلفہ: سید شریف الدین پیرزادہ، جلد دوم، کراچی، ۱۹۷۰ء، صفحات ۴۶۷ تا ۴۷۰

۵۸۔دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۲۱۹

۵۹۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۳۹

۶۰۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۵۰

۶۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۵۳

۶۲۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۵۵

۶۳۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۴۴

۶۴۔دستاویز نمبر۴.۷

۶۵۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۴۳

۶۶۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۲۱۴ کا انکلوژر

۶۷۔دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر ۱۸۳

۶۸ اور ۶۹۔دیکھئے دستاویز نمبر ۱۰، پیرے ۳۲ اور ۴۲

۷۰۔دستاویز نمبر۱۳.۷

۷۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۳۱۱ کا انکلوژر

۷۲۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۶۴

۷۳۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۲۲۲ کا انکلوژر

۷۴۔دیکھئے جناح پیپرز جلد اول/حصہ اول۔دستاویز نمبر ۴۶۴۔مزید دیکھئے جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۱۶ کا انیکس

۷۵۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۷۷

۷۶۔دستاویز نمبر۳.۶

۷۷۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۲۱۵

۷۸۔دیکھئے "Speches, Statements & Messages of the Quaid-i-Azam"، مؤلفہ: خورشید احمد یوسفی، جلد چہارم، لاہور، ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۶۹۸ اور ۲۶۹۹

۷۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر۲

۸۰۔دستاویز نمبر۴

۸۱۔دستاویز نمبر ۸.۷

۸۲۔دستاویز نمبر۴.۱

۸۳۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۰۶

۸۴۔ جناح پیپرز جلد ششم۔اپنڈکس ۳ کی دستاویز نمبر۲۲

۸۵۔دیکھئے "Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah, Speeches and Statements as Governor-General of Pakistan"، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، صفحات ۱۷۵ تا ۱۸۵

۸۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۳۰

۸۷۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۱۹۰ کا انکلوژر

۸۸۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۱۷

۸۹۔ جناح پیپرز جلد چہارم۔اپنڈکس ۹ کی دستاویز نمبر۲

۹۰۔دیکھئے جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۱۲۶ کا انکلوژر ۱۶۷، ۱۷۶، ۱۸۸ اور ۱۹۷

۹۱ اور ۹۲۔دیکھئے "Jinnah, Speeches and Statements"، صفحات ۲۳۱ تا ۲۳۴

۹۳۔دستاویز نمبر ۵.۲

۹۴۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۱۴۷ کا انکلوژر

۹۵۔دستاویز نمبر ۵.۳

۹۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۸۸

۹۷۔دستاویز نمبر۴

۹۸۔ جناح پیپرز جلد سوم۔اپنڈکس ۶ کی دستاویز نمبر۴

۹۹۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۲۸۲ کے انکلوژر ۱ کا انیکس

۱۰۰۔دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۰۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۷۸

۱۰۲۔ایف ۱۹۶۔جی جی/۴

۱۰۳۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۳۳۱

۱۰۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔دستاویز نمبر۱۹۰ کا انیکس

۱۰۵۔دستاویز نمبر ۶.۱

۱۰۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۳۳

۱۰۷۔دستاویز نمبر ۶.۱

۱۰۸۔دستاویز نمبر۶.۳

۱۰۹۔دستاویز نمبر۶.۴

۱۱۰۔دستاویز نمبر۶.۵

۱۱۱۔ایضاً۔مزید دیکھئے جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۶۱

۱۱۲۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۸۶

۱۱۳۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۸۷

۱۱۴۔دستاویز نمبر۶.۹

۱۱۵۔دیکھئے پاکستان ٹائمز،۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۱۶۔ایضاً۔۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء

۱۱۷۔دستاویز نمبر۶.۷

۱۱۸۔دستاویز نمبر۶.۱۱

۱۱۹۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۰۳ اور ۲۰۴

۱۲۰۔دستاویز نمبر۶.۱۲ کا ملفوفہ ۱

۱۲۱۔دستاویز نمبر۶.۱۲ کا ملفوفہ ۲

۱۲۲۔ریاستوں کے الحاق سے متعلق ایک علیحدہ جلد کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔تاہم یہاں اس کا مختصر ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا۔

۱۲۳۔جناح پیپرز جلد دوم۔دستاویز نمبر۱۴۴ کا انیکس

۱۲۴۔دیکھئے ٹرانسفر آف پاور، جلد ۱۱، صفحات ۳۲۰ تا ۳۲۳

۱۲۵۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر۵۷

۱۲۶۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر۶۰

۱۲۷۔ایف ۱۲۴(۴)۔جی جی/۳-۴۔شائع نہیں کیا گیا۔

۱۲۸۔جناح پیپرز جلد چہارم۔دستاویز نمبر۲۰۱ کا انیکس

۱۲۹۔ "*Instruments of Accession and Schedule of States Acceding to Pakistan*"، کراچی، ۱۹۴۹ء، صفحات ۴ تا ۶

۱۳۰۔ایضاً۔۸ تا ۱۰

۱۳۱۔ایضاً۔۲۵ اور ۲۶

۱۳۲۔جناح پیپرز جلد پنجم۔اپنڈکس ۵ کی دستاویز نمبر ۲۸ اور ۲۹

۱۳۳۔عبوری حکومت اس بات کی حمایت کرتی ہے کہ ریاست کے الحاق کا مسئلہ ''استصوابِ رائے کی شکل میں عوام کے آزادانہ ووٹ کے ذریعے طے کیا جائے۔'' دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۳۴۔ایضاً۔۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۱۳۵۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۴۸

۱۳۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۳۳

۱۳۷۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۵۲ اور ۱۵۴

۱۳۸۔ایف او اے۔ایس اے (۴)-۲/۶

۱۳۹۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۱۹ تا ۲۲۳

۱۴۰۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۵

۱۴۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶۸

۱۴۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۵۵

۱۴۳۔دستاویز نمبر ۷.۹

۱۴۴۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۴۳

۱۴۵۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶۹

۱۴۶۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۲۹

۱۴۷۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۱۸

۱۴۸۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۳۱

۱۴۹۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۱

۱۵۰۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶۵ اور ۳۳۳

۱۵۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۴۲

۱۵۲۔ایف ۸۸۷/۲۶، ''قائداعظم پیپرز''

۱۵۳۔ایف ۸۸۷/۶۰، ''قائداعظم پیپرز''

۱۵۴۔ایف ۸۸۷/۲۴، ''قائداعظم پیپرز''

۱۵۵۔دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحہ ۲۳۲

۱۵۶۔اسٹار آف انڈیا، ۱۱ جون ۱۹۳۶ء

۱۵۷۔سندھ آبزرور، ۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

۱۵۸۔ ہندوستان ٹائمز، ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء

۱۵۹۔دی ٹائمز، ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

۱۶۰۔اسٹار آف انڈیا، ۱۶ اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء

۱۶۱ اور ۱۶۲۔اسٹار آف انڈیا، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۸ء

۱۶۳۔سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء

۱۶۴۔اسٹار آف انڈیا،۳۰ جنوری ۱۹۳۹ء

۱۶۵۔سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۸فروری ۱۹۳۹ء

۱۶۶۔اسٹار آف انڈیا،۱۵فروری ۱۹۳۹ء

۱۶۷۔دیکھئے "Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah, Speeches-Indian Legislative Assembly"، مؤلفہ: وحید احمد، کراچی، ۱۹۹۱ء، صفحہ ۳۷۷

۱۶۸۔دیکھئے ہندوستان ٹائمز، ۸فروری ۱۹۳۹ء

۱۶۹۔دیکھئے یوسفی، "Speeches, Statements & Messages"، جلد دوم، صفحات ۸۸۹ اور ۸۹۰

۱۷۰۔دیکھئے "The Nation's Voice"، مؤلفہ: وحید احمد، جلد اول، کراچی، ۱۹۹۲ء، صفحات ۴۵۳ تا ۴۵۶

۱۷۱۔دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحہ ۳۴۶

۱۷۲۔اسٹار آف انڈیا، ۵ جولائی ۱۹۳۹ء

۱۷۳۔ایف ۴۷۹/۱۴، ''قائداعظم پیپرز''

۱۷۴۔ایف ۴۷۸/ ۸، ''قائداعظم پیپرز''

۱۷۵۔دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحات ۴۳۹ اور ۴۴۰

۱۷۶۔ڈان، ۱۱مارچ ۱۹۴۴ء

۱۷۷۔ڈان، ۱۰نومبر ۱۹۴۵ء

۱۷۸۔ڈان، ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء

۱۷۹۔دستاویز نمبر ۸.۲

۱۸۰۔دستاویز نمبر ۸.۱۰

۱۸۱۔دستاویز نمبر ۷.۱۱

۱۸۲۔ڈان، ۳دسمبر ۱۹۴۷ء

۱۸۳۔دستاویز نمبر ۹.۱ کا ضمیمہ ۲

۱۸۴۔ایضاً۔مزید دیکھئے جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۳۲۲

۱۸۵۔دیکھئے "Quaid-i-Azam- A Chronology"، مؤلفہ: ریاض احمد، کراچی، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۱۳۵

۱۸۶۔ایضاً۔صفحہ ۱۳۷

۱۸۷۔اسٹار آف انڈیا، ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء

۱۸۸۔دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحات ۴۷۹ اور ۴۸۰

۱۸۹۔جناح پیپرز جلد سوم۔دستاویز نمبر ۲۳۸

۱۹۰۔دستاویز نمبر ۹.۱ کا ضمیمہ ۳

۱۹۱۔جناح کی صدارت میں پاکستان مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا کہ لیگ کا کوئی رکن جو حکومت کے کسی عہدے پر

فائز ہو وہ جماعت کا صدر، سیکرٹری یا کوئی اور عہدہ دار نہیں ہوسکتا۔ سنا یہ گیا ہے کہ جناح نے کہا تھا کہ بحیثیت پاکستان کے گورنر جنرل انہیں مملکت پاکستان کے تمام طبقات اور جماعتوں کے مفادات کی حفاظت کرنی ہے۔ بعد ازاں پریس نوٹ میں انہی وجوہات کی بناء پر پاکستان مسلم لیگ کی صدارت سے جناح کے استعفیٰ کی وضاحت کی گئی۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۶ فروری اور ڈان، ۲۹ فروری ۱۹۴۸ء

۱۹۲ تا ۱۹۴۔ دستاویز نمبر ۸.۱

۱۹۵۔ دستاویز نمبر ۸.۴

۱۹۶۔ ایف ۶۵ (۳)۔ جی جی/۲-۱۱

۱۹۷۔ دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحہ ۴۲۴

۱۹۸۔ دیکھئے یوسفی، "Speeches, Statements & Messages"، جلد سوم، صفحات ۲۰۹۶ تا ۲۰۹۹

۱۹۹۔ دیکھئے پیرزادہ، "Foundations"، جلد دوم، صفحات ۴۲۴ اور ۴۲۵

۲۰۰۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۱۷۵

آل انڈیا مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ۱۹۴۷ء[1، 2]

صدر	محمد علی جناح
سیکرٹری	لیاقت علی خاں
ناظم مالیات	محمد امیر احمد خاں (راجہ صاحب محمود آباد)

اراکین

آسام	عبدالمتین چوہدری
بلوچستان	قاضی محمد عیسیٰ
بمبئی	اسمٰعیل ابراہیم چندریگر
بنگال	مرزا ابوالحسن اصفہانی، خواجہ ناظم الدّین، محمد اکرم خاں، حسین شہید سہروردی
بہار	سیّد حسین امام، ایس ایم لطیف الرحمٰن
پنجاب	میاں بشیر احمد، شیخ کرامت علی، افتخار حسین خان ممدوٹ
سندھ	محمد ایوب کھوڑو، غلام حسین ہدایت اللہ
سی پی اینڈ برار (C.P. &Berar)	سیّد عبدالرؤف شاہ
صوبہ سرحد	سردار عبدالرّب نشتر، سردار محمد اورنگ زیب خان
صوبہ جاتِ متحدہ (U.P.)	نواب محمد اسمٰعیل خاں، چودھری خلیق الزماں
مدراس	حاجی عبدالستار اچ اسحاق سیٹھ

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ صفحات XXXIII اور XXXIV

۲۔ اراکین مجلس عاملہ کے نام بہ لحاظ صوبہ ہیں اور صوبوں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

اہم اداروں کے عہدیدار

گورنر جنرل	قائداعظم محمد علی جناح
گورنر جنرل کے پرائیوٹ سیکرٹری	ایس ایم یوسف (از ۲۵ ستمبر ۱۹۴۷ء)
اسسٹنٹ پرائیوٹ سیکرٹری	فرخ امین
ملٹری سیکرٹری	کرنل ای سینٹ جے برنی (E.St.J.Birnie)
معاون افسران (A.D.C's)	لیفٹیننٹ ایس ایم احسن، کیپٹن گل حسن، فلائٹ لیفٹیننٹ ایم اے ربانی

کابینہ

وزارتِ عظمیٰ، امور خارجہ و دولت مشترکہ، دفاع	لیاقت علی خاں
تجارت، صنعت و تعمیراتِ عامہ	آئی آئی چندریگر
مالیات	غلام محمد
مواصلات	عبدالرب نشتر
خوراک و زراعت، صحت عامہ	غضنفر علی خاں
قانون و محنت	جوگندر ناتھ منڈل
داخلہ، اطلاعات و تعلیم	فضل الرحمٰن
امورِ خارجہ و تعلقات دولت مشترکہ (از ۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء)	محمد ظفر اللہ خان

دستور ساز اسمبلی

صدر	محمد علی جناح
سیکرٹری	ایم بی احمد
پرائیویٹ سیکرٹری	حسن اے شیخ

جوائنٹ ڈیفنس کونسل[1]

لوئی ماؤنٹ بیٹن

لیاقت علی خاں — بلدیو سنگھ

کلاڈ آکنلک (Claude Auchinleck)

گورنر صاحبان

مشرقی بنگال — فریڈرک بورن (Frederick Bourne)

مغربی پنجاب — فرانسس موڈی (Francis Mudie)

سندھ — غلام حسین ہدایت اللہ

صوبہ سرحد — جارج کننگھم (George Cunningham)

ایجنٹ، گورنر جنرل

بلوچستان — جیوفری پرائر (Geoffrey Prior)

اے ڈی ایف ڈنڈاس (از ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

وزرائے اعلیٰ

مشرقی بنگال — خواجہ ناظم الدّین

مغربی پنجاب — افتخار حسین خان ممدوٹ

سندھ — محمد ایوب کھوڑو

صوبہ سرحد — عبدالقیوم خان (از ۲۳ اگست ۱۹۴۷ء)

۱۔ جوائنٹ ڈیفنس کونسل کے ترمیمی آرڈر مجریہ یکم دسمبر ۱۹۴۷ء کے تحت کونسل کی توسیع کی گئی اور اس میں ہر ایک ڈومینین سے ایک ایک اضافی وزیر شامل کیا گیا اور کلاڈ آکنلک کی جگہ ہر ڈومینین سے دفاعی سروسز کے سینئر ترین کمانڈر کو بطور مشیر شامل کیا گیا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ صفحات XXXV اور XXXVI

۱

پاک۔ ہند تعلقات

۱.۱

محمد علی جناح بنام کلیمنٹ ایٹلی[۱]

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر ایٹلی

آپ کے ۲۵ ستمبر کے مکتوب کا بہت شکریہ جو مجھے کل موصول ہوا۔ مَیں آپ کی ہمدردی اور خیر سگالی کا بھی نہایت ممنون ہوں۔ مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کا مدعا اس کے سواء اور کچھ نہیں کہ وہ یہ امید اور دعا کریں کہ انہیں امن و امان کی زندگی گزارنے کا موقعہ دیا جائے۔ اگرچہ ہم نے ابتداء صفر سے کی ہے لیکن ہم اپنی نئی مملکت کی تعمیر اس نہج پر کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے تمام باشندے بلا امتیازِ ذات، عقیدہ یا رنگ خوشحالی اور خوشی کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوں۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے دشمن ہمارے راستے میں مشکلات کھڑی کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں تا کہ ہمارا ملک مفلوج یا معذور ہو کر ڈھیر ہو جائے۔ یہ بھیڑیئے اور میمنے کا قصہ ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کا ایک احمقانہ خواب اور لایعنی مقصد ہے جو پاکستان میں انتشار پھیلانے کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں اور مجھے یہ احساس بھی ہے کہ پاکستان کو توڑنا ناممکن ہے۔ لیکن اگر موجودہ حالات کا تدارک نہ کیا گیا تو جو نتائج اس وقت ہمارے سامنے ہیں وہ آئندہ ہونے والے واقعات کے سامنے ہیچ نظر آئیں گے۔ ہزاروں بے گناہ جانیں ضائع ہو چکیں اور بے شمار املاک کی تباہی اور غیر انسانی اور وحشیانہ قتل و غارت کا سلسلہ جاری ہے اور اس جنونی غیض و غضب کے نتیجے میں

ہمیں انسانی جانوں اور املاک کی تباہی کی شکل میں کہیں زیادہ قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ صاف بات یہ ہے کہ جب تک سکھوں کے ساتھ سختی سے فوراً نمٹا نہیں جاتا اور اس صورتحال کو کانگریس اور حکومتِ ہند بے رحمی سے نہیں کچلتے، حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جائیں گے اور انسانی جانوں اور املاک کی کثیر تباہی کے علاوہ دونوں ممالک کی معاشی زندگی بھی تباہ ہو جائے گی۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ چوٹی کے ہندو رہنما مسلسل رٹ لگا رہے ہیں کہ پاکستان کو بالآخر ہندوستان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ پاکستان کبھی نہیں جھکے گا۔ یہ ایک احمقانہ مقصد ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ لیکن بدقسمتی سے خطرہ اس بات کا ہے کہ اب یہ خیال نہ صرف ان کے ذہنوں پر مسلّط ہو چکا ہے بلکہ وہ اب اسی پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کر رہے ہیں یہ بات پاکستان کے خلاف کانگریس کے رہنماؤں اور حکومتِ ہند کے اقدامات اور تدابیر سے بالکل عیاں ہے۔

مَیں اس مسئلے کی زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ میرے وزیرِ اعظم آپ کو انگلستان کے وزیرِ اعظم اور دولتِ مشترکہ کے رہنما ہونے کے ناطے ایک سرکاری مراسلے میں اس مسئلے کی وضاحت پیش کر چکے ہیں۔ میری صرف یہی دعا ہے کہ شاید ہمیں روشنی کی کچھ جھلک نظر آ جائے اور جو عظیم خطرہ نہ صرف برصغیر بلکہ پوری دنیا کے امن کو درپیش ہے وہ کسی طرح ٹل جائے۔

آپ کا مخلص
محمد علی جناح

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ا

۱.۲

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

(تار۔ بصیغۂ راز)

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار نمبر ۳۷۲ مورخہ ۲۹ ستمبر[2] کے حوالے سے۔ جس خبر کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہ یکسر گمراہ کن ہے۔ سب لوگوں سے زیادہ گاندھی جی کا موقف جنگ سے اجتناب کرنا ہے۔ وہ محض لوگوں کو خبردار کر رہے تھے کہ اگر معاملات اسی طرح سے لیت ولعل میں پڑے رہے تو اس کے خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں۔ آج کے اخبارات میں بیان دیتے ہوئے انہوں نے اپنے موقف کی مزید وضاحت کی ہے۔ حکومتِ ہندوستان ۱۹ ستمبر کی مشترکہ کانفرنس کے اعلان پر مکمل طور پر پابند ہے۔ خود مَیں نے ذاتی طور پر کئی موقعوں پر اس کا اعادہ کیا ہے اور اس مرتبہ بھی کر رہا ہوں۔

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۵
۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۱۶

۱.۳

اچ ایل ازمے کا نوٹ[1]

(انتہائی خفیہ)

کراچی
۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اچ ایل ازمے اور محمد علی جناح کے درمیان گفتگو کا ریکارڈ[2]

پچھلی رات مسٹر جناح سے میری دو گھنٹے گفتگو رہی۔ ان کے خیالات کا جو عمومی تاثر

مَیں نے لیا اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

الف۔ یہ کہ حکومتِ ہند کی نہ تو یہ خواہش ہے اور نہ ہی طاقت کہ وہ اقلیتوں کو تحفّظ دے سکے یا کشت وخون کو روک سکے۔

ب۔ یہ کہ حکومتِ ہند اور مسٹر گاندھی پاکستان کو تباہ کرنے کا تہیّہ کر چکے ہیں۔

ج۔ یہ کہ مندرجہ بالا الف اور ب کے پیشِ نظر یہ ناممکن دکھائی دیتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان جنگ یا کسی ایسی چیز سے زیادہ دیر تک گریز ممکن ہو سکے۔

یہ کہ مَیں اور میرے بیشتر ہم وطن ہندو ذہنیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور یہ کہ ہم لوگ سادہ لوح بھی بہت ہیں۔

۲۔ حکومتِ ہندوستان

اپنی گفتگو کے شروع میں مَیں نے اس تصوّر کے متعلق مسٹر جناح کا خیال معلوم کیا کہ ہندو مہاسبھا اور آر ایس ایس دونوں سکھ دہشت گرد انجمنوں کی مدد سے ہندوستان کی موجودہ حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ محض ایک من گھڑت افواہ ہے تا کہ حکومتِ ہندوستان کی مشکلات کو بڑھا چڑھا کر دکھایا جائے اور اس کی بے بسی کا بہانہ پیش کیا جائے۔ مَیں نے پوچھا کہ واقعی انہیں نہرو کے خلوص اور سیاسی تدبّر پر شک ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہرو فقط ایک مجازی سربراہ اور مغرور، باتونی، غیر متوازن اور بے عمل شخص ہیں اور تمام تر اقتدار پٹیل کے پاس ہے جن کی مدد اور حوصلہ افزائی گاندھی کر رہے ہیں۔ (یہ ''میرے لئے نئی بات'' تھی کیونکہ اس صبح مَیں نے سہروردی سے اس بارے میں استفسار کیا تھا اور ان کا نظریہ بالکل مختلف تھا۔ انہیں یقین تھا کہ نہرو ہی گاندھی کے چہیتے ہیں اور گاندھی کی نظر میں نہرو کا درجہ پٹیل سے بلند تر ہے)۔

۳۔ مسٹر پٹیل

مسٹر جناح نے مزید کہا کہ جب تک پٹیل نہ چاہیں حکومتِ ہندوستان نہیں ٹوٹے گی۔

ہندوستان کا ۷۵ فیصد اقتدار پٹیل کے ہاتھوں میں ہے اور اگر وہ چاہیں اور اگر ان کی مسلم دشمنی اجازت دے تو وہ ایک ہفتے میں یہ ساری پریشانیاں دور کر سکتے ہیں۔ مَیں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ چند روز قبل پٹیل نے امرتسر میں بہت اچھی تقریر کی تھی جس کے جواب میں مجھ سے کہا گیا کہ یہ ایک منافقانہ تقریر تھی کیونکہ پٹیل نے ساتھ ہی یہ تکلیف دہ بات بھی کہی کہ ''تمام'' مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے نکل جانا چاہئے۔ مَیں نے خیال ظاہر کیا کہ یقیناً یہ حوالہ غلط ہے یا اسے سیاق وسباق سے ہٹ کر بیان کیا گیا ہے۔ کیا پٹیل کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ''مغربی پنجاب میں ہمارے اپنے مہاجرین کے مفاد میں انتہائی ضروری ہے کہ مشرقی پنجاب سے مسلم مہاجرین کو جتنی جلدی ہو سکے بہ حفاظت پاکستان پہنچا دیا جائے۔'' لیکن مسٹر جناح نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔

۴۔ گاندھی

انہوں نے گاندھی کی ''شر انگیز فریب کاری'' کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ وہ ظاہری طور پر تو برادرانہ محبت اور رواداری کا پرچار کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی پاکستان کو تباہ کرنے کا مصمّم ارادہ بھی رکھتے ہیں۔ مسٹر جناح نے کہا ''ان کی ہر تقریر میں زہر کی ایک بوند بھی شامل ہوتی ہے۔ بلاشبہ آپ اس زہر کی نشاندہی نہیں کر سکتے لیکن جن ہندوؤں کی بھلائی کیلئے یہ قطرے ٹپکائے جاتے ہیں انہیں اس کا مطلب سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی اور نہ ہی مجھے ہوتی ہے کیونکہ مَیں ان کی رگ رگ سے واقف ہوں''۔ مَیں نے منکسرانہ کہا کہ مجھے اس زہر کے متواتر قطروں کا واقعی پتہ نہیں لگ سکا۔ اس پر انہوں نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کے امکانات[۳] پر مسٹر گاندھی کے حالیہ بیانات کا تین چار مرتبہ حوالہ دیا اور مجھے یاد دلایا کہ کچھ سال پہلے لارڈ ہیلی فیکس (Halifax)[۴] نے گاندھی کے متعلق کہا تھا کہ وہ ''دنیا کے عظیم ترین جھانسے باز ہیں۔''

۵۔ کابینہ

میرے اس سوال پر کہ نہرو اور پٹیل کے علاوہ کابینہ کے دوسرے ارکان کے متعلق ان کی کیا رائے ہے تو مسٹر جناح نے ان پر فرداً فرداً روشنی ڈالی۔ اب مجھے ان کی تصریحات جوں کی

توں تو یاد نہیں لیکن خلاصہ یہ تھا کہ وہ سارے بے وقعت ہیں اور ان میں سے کچھ تو احمق اور باقی چالباز ہیں۔

۶۔سکھ

جناح کے پاس سکھوں سے متعلق کہنے کیلئے بہت کچھ تھا اور انہیں یقینِ کامل تھا کہ سکھ ہی تمام فساد کی جڑ ہیں۔اس تحریک کی شروع ہی میں بیخ کنی ہو سکتی تھی اگر انتقالِ اقتدار سے پہلے کئے گئے کُل جماعتی فیصلے پر عمل کر کے سرغنوں کو گرفتار کر لیا جاتا۔لیکن پٹیل کی باتوں میں آ کر ماؤنٹ بیٹن نے اس فیصلے کو منسوخ کر دیا۔اب تو سکھ بہت مغرور ہو گئے ہیں اور ان کی مسلّح طاقت بھی بہت بڑھ گئی ہے۔لیکن اس کے باوجود اگر حکومتِ ہندوستان ارادہ کرے تو ان کو آسانی سے کچلا جا سکتا ہے۔لیکن پٹیل یہ کام نہیں کرنا چاہتے۔آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کرپان ساتھ نہ رکھنے کے حکم کو کس طرح مستقل طور پر منسوخ کرا دیا ہے۔

مغربی پنجاب سے ابھی تک تقریباً اسّی فیصد سکھ مشرقی پنجاب جا چکے ہیں۔(اس پر مَیں نے اعتراض کیا کہ مَیں نے خود پانچ لاکھ کے ایک قافلے کو بلوکی ہیڈ (Baloki Head) پہنچتے دیکھا ہے)۔لیکن مسٹر جناح نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ تارکینِ وطن کی کُل تعداد بیس لاکھ تھی جن میں سے پندرہ لاکھ پہلے ہی جا چکے ہیں۔یہ سارے لوگ کریں گے کیا؟ ان کے خیال میں وہ یا تو دہلی کا راستہ لیں گے یا لاہور کا اور انہیں یقین تھا کہ وہ موخر الذکر راستہ ہی اختیار کریں گے۔ایک بار پھر یونانی چھاپہ ماروں کا کھیل کھیلا جا رہا ہے جس میں ہندوستان اور سکھ ریاستیں روس کا کردار ادا کر رہی ہیں۔پنجاب کی سرحد پر یہ دھاوے پاکستان کیلئے مشکلات کھڑی کر سکتے ہیں کیونکہ اسے پہلے ہی ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کی نگرانی کرنی پڑ رہی ہے۔یہ پانچ کروڑ کی ذمّہ داری ہے۔

۷۔شمال مغربی صوبۂ سرحد

مسٹر جناح اب صوبۂ سرحد کی صورت حال کی جانب متوجہ ہوئے۔اب تک

حالات وہاں ٹھیک ہی جا رہے ہیں۔ شروع میں کچھ گڑ بڑ ہوئی تھی لیکن کننگھم نے مستعدی سے اس پر قابو پا لیا۔ اسی طرح بلوچستان میں بھی تھوڑی سی کھلبلی مچی تھی لیکن اسے بھی دبا دیا گیا تھا۔ فی الحال تمام قبائل خاموش ہیں اور واحد وبالِ جان فقیرا پی اب بوڑھا ہوتا جا رہا ہے۔ چار پانچ سال بعد صوبۂ سرحد سود مند ثابت ہوگا (کس طرح ہوگا یہ انہوں نے واضح نہیں کیا)۔ دریں اثناء اس پر چار یا پانچ کروڑ روپے ہر سال خرچ ہوں گے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کو اس امر کا ادراک نہیں ہوا کہ شمال مغربی سرحد ان کی بھی اسی طرح سرحد ہے جس طرح پاکستان کی ہے۔ اگر افغان فوج اور فضائیہ قبائل کی مدد سے پاکستان کی فوج کو روند کر آگے بڑھ جائے تو ہندوستان کیلئے انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔ اس امر کی پُر زور تائید کرتے ہوئے کہ شمال مغربی سرحد ہندوستان اور پاکستان کی مشترکہ ذمّہ داری ہے اور اس امید پر کہ جب پاکستان اور ہندوستان کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں گے تو انہیں اس بنیادی حقیقت کا احساس ہو جائے گا۔ مَیں نے یہ کہنا مناسب سمجھا کہ افغان مسلّح فوج نسبتاً گھٹیا درجے کی ہے۔ مسٹر جناح نے اس کی تردید نہیں کی لیکن یہ خیال ظاہر کیا کہ انہیں (افغانستان کو) روس کی پُر زور حمایت حاصل ہوگی۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کی شمولیت کے خلاف افغانستان کے واحد ووٹ کے پیچھے روس کی ترغیب ظاہر ہوتی ہے روس کے شدید ہوائی حملوں کا مقابلہ ہندوستان کے مٹھی بھر اسکواڈرن کس طرح کر سکتے ہیں؟ یہاں مَیں نے اپنی ذاتی رائے کا اظہار کیا کہ ہندوستان کے خلاف اگر روس کوئی اعلانیہ کارروائی کرتا ہے تو برطانیہ اور امریکہ خاموش تماشائی بن کر نہیں رہیں گے۔

۸۔ مسٹر جناح کی فوری ضروریات

گفتگو کے آخری مرحلے میں مسٹر جناح نے دوٹوک سوال کیا کہ مَیں انگلستان کس لئے جا رہا ہوں۔ مَیں نے جواب دیا کہ منشاء یہی ہے کہ حکومتِ برطانیہ کو براہ راست بتایا جائے کہ اس برصغیر میں کیا ہو چکا ہے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔ مَیں نے مزید وضاحت کی

کہ میرا یہ دورہ حکومتِ برطانیہ کی دعوت پر نہیں بلکہ میری اپنی تجویز اور ماؤنٹ بیٹن کی پُرخلوص تائید پر کیا جارہا ہے۔ مَیں نے ان سے دریافت کیا کہ آیا وہ میرے توسط سے مسٹر ایٹلی کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے۔ میرا مقصد تھا کہ ان کی توجہ اس حالیہ اپیل[۵] کی جانب مبذول کراؤں جو انہوں نے تمام ڈومینینوں سے کی تھی (یہ غیر معمولی بات تھی کہ نہ تو ہماری پچھلی گیارہ گھنٹوں کی بے تکلّف گفتگو کے دوران اور نہ ہی اس مرتبہ انہوں نے اس موضوع کو چھیڑا) انہوں نے کہا کہ انہیں دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو قرضہ اور دوسری فوجی ساز و سامان۔ جہاں تک اول الذکر کا تعلق ہے تو اخراجات کیلئے ان کے پاس صرف بیس کروڑ روپے ہیں۔ لہٰذا ان کیلئے ضروری ہوگیا ہے کہ وہ کہیں سے روپیہ جمع کریں۔ دولتِ مشترکہ کے تازہ ترین رکن کی حیثیت سے ان کی ترجیح یہی ہوگی کہ یہ قرضہ اپنے سینئر ساتھی سے حاصل کریں۔ مَیں نے کہا کہ فنانس (مالیات) سے نہ تو میرا کوئی تعلق ہے اور نہ ہی مجھے اس کی کوئی سوجھ بوجھ ہے لیکن آپ کا پیغام مَیں ضرور پہنچادوں گا۔ کیا انہوں نے اس معاملے میں کوئی پیش قدمی کی ہے؟ اور ان کے ذہن میں رقم کی مقدار کیا ہوگی؟ پہلے نکتے پر انہوں نے کہا نہیں وہ باقاعدہ درخواست اس وقت تک نہیں بھیجیں گے جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ اسے منظور کرلیا جائے گا۔ اور دوسرے نکتے پر بھی انہوں نے اسی طرح کا گول مول جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اتنا ہی چاہیں گے جتنی برطانیہ میں ادا کرنے کی استطاعت ہے۔

یہ طرزِ عمل مجھے کچھ عجیب سا لگا اور مجھے شک گذرا کہ شاید مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ لہٰذا مَیں نے انہی سوالات کو دوسرے پہلو سے پیش کیا۔ مَیں نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ آیا انہوں نے سر آرچیبالڈ رولینڈز سے بھی مشورہ کیا تھا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب انہوں نے وہی دیا جو مَیں نے بیان کئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس بارے میں انہوں نے رولینڈز یا ٹرنر[۶] سے اب تک کوئی بات نہیں کی ہے لیکن اس کا ارادہ ضرور ہے۔

۹۔ ساز و سامان کے سوال پر مسٹر جناح نے کہا کہ جہاں تک پٹیل کا تعلق ہے

حکومتِ ہندوستان نے تہیہ کرلیا ہے کہ ہندوستان میں غیر مستعمل ساز وسامان سے پاکستان کو اس کا حصہ نہیں دیا جائے گا اور اس کے لئے انہوں نے مجھ سے سفارش کی درخواست کی۔ اس کے بعد جو گفتگو ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ مسٹر جناح اس تکنیکی کاروبار کو مجھ سے بھی کم جانتے ہیں۔ لہٰذا مَیں اس کو ریکارڈ کرنے کا تکلف نہیں کروں گا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس شام کو پہلے سر آرچیبالڈ رولینڈز نے مجھ سے اسی موضوع پر بات کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ وہ اس پر ایک نوٹ مجھے انگلستان ارسال کریں گے۔ مَیں نے اپنی جانب سے یہ وعدہ کیا کہ مَیں انگلستان میں اور اپنی واپسی پر دہلی میں اس مسئلے کو مقتدر حضرات کے سامنے پیش کروں گا۔

۱۰۔ مسٹر جناح ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی بڑی ملنساری سے پیش آئے۔ انہوں نے میرے لئے ایک خاص عشائیے کا اہتمام بھی کیا اور جب دوسرے مہمان رخصت ہو گئے تو مجھے روک کر تقریباً دو گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے۔ خدا حافظ کہتے وقت انہوں نے دوبارہ اصرار کیا کہ دہلی واپس جاتے ہوئے مَیں ان کا مہمان رہوں۔ لیکن جو کچھ مَیں نے ان کی گفتگو سے اخذ کیا اس کا ماحصل افسوس کے ساتھ یہی نکال سکا کہ وہ مجھے ایک شائستہ مگر احمق گدھا سمجھتے ہیں۔

(ایچ ایل ازمے)

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۲

۲۔ ازمے نے جن موضوعات پر جناح سے گفتگو کی تھی ان سے دہلی میں مقیم امریکی سفارت خانے کے سیکنڈ سیکرٹری ٹی ایلیٹ ویل (T. Eliot Weil) کو بھی آگاہ کیا۔

۳۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۳۱۶

۴۔ دراصل لارڈ ارون، ہندوستان کے وائسرائے ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۱ء

۵۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۲۵

۶۔ وکٹر ٹرنر (Victor Turner)، سیکرٹری وزارتِ مالیات

۱.۴

راغب احسن بنام محمد علی جناح[1]

(اقتباس)

کلکتہ

۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

بہار رپورٹ

مَیں آپ کو ''بہار اسٹیٹ کلنگ'' (Bihar State Killing) کی نقول بھیج رہا ہوں اور آپ کی توجہ صفحہ ۱۹ کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں کانگریس حکومت کو قتلِ عام کا ملزم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ رپورٹ ہمارے لئے کارآمد ثابت ہوگی اور اسے اقوامِ متحدہ کے اراکین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

امن وامان برقرار رکھ کر پاکستان کے نام پر دھبّہ نہ لگنے دیں

ہندوستان میں ہم شب و روز خوف اور عدم تحفّظ کے سائے میں گذار رہے ہیں۔ آپ سے ہماری اپیل ہے کہ ہندوستان کی مسلم اقلیت کیلئے نہ سہی بلکہ ساری دنیا میں پاکستان کے نیک نام کو بے داغ رکھنے کیلئے پاکستان میں امن برقرار رکھا جائے ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ اب جب کہ دہلی میں ہنگامے ہو رہے ہیں اور مشرقی پنجاب میں ''ڈاکو ریاست'' قائم ہے تو پاکستان کے کسی حصے میں غنڈہ گردی اور ''ڈاکو ریاست'' نہیں ہونی چاہئے۔

برصغیر میں پاکستان وہ ملک ہے جہاں بدھ مت کے پیرو آباد ہیں۔ مغربی بنگال، بہار اور پورے ہندوستان میں بدھ مت کے پیرو کہیں نہیں ہیں۔ لیکن چٹاگانگ اور چٹاگانگ کے پہاڑی علاقوں میں ساڑھے تین لاکھ بدھ آباد ہیں۔ یہ اس بدھ فرقے کے باقی ماندہ لوگ ہیں جس نے بنگال، بہار اور ہندوستان پر کبھی حکومت کی تھی۔ انہیں شنکر آچاریہ نے قتلِ عام اور آتش زنی کے ذریعے اذیتیں دے کر تباہ کر دیا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ بہار میں صرف ایک دن میں

۲۸۰۰۰ بدھ افراد کو جلا دیا گیا تھا۔

مشرقی پاکستان کی شمال مشرقی سرحد کے ساتھ ساتھ بدھ ہمسایہ ممالک ہیں مثلاً اراکان، برما، سکم، تبت، چین، انڈوچائنا، سیام، سیلون (سری لنکا) وغیرہ۔ بدھ مت کے پیروؤں کے ساتھ ہماری پالیسی یہ ہونی چاہئے کہ ہم ان کے ساتھ فراخدلی، بردباری اور انصاف سے پیش آئیں اور انہیں آسودہ خاطر رکھیں۔ بدھ ممالک کے ساتھ پاکستان کے دوستانہ تعلقات قائم کرنے میں یہ لوگ بہت کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔

خیر سگالی مشن

الف۔ ایک خیر سگالی مشن برما، سیام اور سیلون بھیجا جائے اور اس مشن میں مسلمانوں اور بدھوں کو بطور ارکان منتخب کیا جائے۔

ب۔ اپنی خارجہ سروس میں چند بدھوں کو بطور ٹریڈ ایجنٹ، کونسل یا نائب کونسل وغیرہ تعینات کیا جائے۔

پاکینا یا پاکستان انٹرنیشنل نیوز ایجنسی

پوری دنیا میں یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ پاکستان کو ایک قابلِ اعتماد سرکاری یا نیم سرکاری خبر رساں ایجنسی کی ضرورت ہے۔ میری تجویز ہے کہ پاکستان کی نیم سرکاری خبر رساں ایجنسی کا نام پاکینا یعنی پاکستان انٹرنیشنل نیوز ایجنسی ہونا چاہئے۔ انڈونیشیا کی سرکاری ایجنسی کا نام انتارا ہے اور ترکی کی اناطولیہ نیوز ایجنسی ہے۔

مسلم لیگ کے آئندہ لائحہ عمل کے متعلق چند تجاویز

مہاراجکمار محمود آباد جیسے ابن الوقت لوگوں کی مسلم لیگ سے فرار کی وجہ سے مسلمانوں میں وسیع پیمانے پر ملال اور بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ کراچی کے ایک تاجر مسٹر بی ٹی ٹھاکر کے بیان میں جسے پورے ہندوستان میں نشر کیا گیا تھا یہ کہا گیا ہے کہ قائداعظم اب یہ سوچ رہے ہیں کہ مسلم لیگ کا آئین اور نام بدل کر پاکستان لیگ رکھ دیا جائے اور اسے تمام غیر مسلموں کی رکنیت کیلئے کھول دیا جائے۔ اس خبر سے مسلمانوں کو سخت تشویش ہے۔ اگر یہ خبر

سچ ہے تو اس سے دشمن کے خواب پورے ہو جائیں گے۔ پاکستان کو اس سے فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان ہوگا۔

مسلم لیگ کو ختم کرنے کا کبھی نہ سوچیں

مسلم لیگ پاکستان سے زیادہ قدیم ہے بلکہ یہ خود جناح سے زیادہ قدیم، عظیم اور مستحکم ہے کیونکہ یہ نمائندہ ہے مسلم ملت کی جو ماضی، حال اور مستقبل کے تمام ممتاز افراد سے زیادہ عظیم تر ہے۔ مسلم لیگ کو اپنے موجودہ نام ہی سے قائم رہنا چاہئے۔ مسلم لیگ کو اس کی عظیم الشان فتح یعنی دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست کے قیام کے موقع پر ختم کر دینا اور اس کے بین الاقوامی نام اور شہرت کو مٹا دینا ایک انتہائی احسان فراموشی اور نادانی کا کام ہوگا۔ حصولِ پاکستان کی جنگ میں مسلم لیگ ہی آپ کا خاص اسلحہ تھا۔ پٹھانستان اور بنگالستان کی تحریکوں کے پیشِ نظر مسلم لیگ ہی کو آپ کا سہارا اور مسلم قوم کا مرجع ہونا چاہئے۔

فوج پر گروہی یا طبقاتی غلبہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ فوج پر کسی ایک گروہ یا طبقے کا غلبہ نہ ہو۔ فوج میں گروہی نشو ونما پر پابندی لگا دینی چاہئے اور پاکستانی فوج کے دستوں کی ساخت متوازن ہونی چاہئے۔ کسی ایک گروہ یا طبقے کی برتری ملک کیلئے مہلک ثابت ہو سکتی ہے جیسا کہ رومی سلطنت اور عباسی خلافت کے ساتھ ہوا تھا۔

مسلم آئی سی ایس افسروں کو ہدایت کی جائے
کہ ان کا طرزِ عمل مسلمانوں جیسا ہو

مشرقی بنگال (انتہائی مذہبی صوبہ) میں مسلم آئی سی ایس افسروں کے شرمناک طرزِ عمل پر سخت ناراضگی پائی جاتی ہے کیونکہ ان افسروں کو اسلام اور شریعت کا کوئی احترام نہیں ہے اور ان میں سے اکثر شائستگی کے اسلامی اصولوں کا کھلے بندوں مذاق اڑاتے ہیں۔ مسلم عوام سے نہ تو ان کا رابطہ ہے اور نہ ہی ہمدردی۔

بعض مسلم آئی سی ایس افسر خود کو عام مسلمانوں سے برتر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ

کتوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ بعض تو لوگوں کی موجودگی میں کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ بعض رمضان میں بغیر کسی شرم کے کھلے بندوں کھانا کھاتے ہیں اور بعض اعلانیہ حرام چیزیں اختیار کرتے ہیں۔ (خلاف شرع حرکتیں کرتے ہیں) مہربانی فرما کر پاکستان کے تمام مسلم افسروں کیلئے ایک سخت ہدایت جاری فرما دیجئے کہ:

۱۔ ان کا طرزِ عمل اسلام اور عوام کے خادمین جیسا ہونا چاہئے۔

۲۔ ایسے اعمال سے اجتناب کریں جن سے عوام کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

۳۔ مسجدوں میں جمعہ کی نماز پڑھا کریں اور اجتماع سے عوام کے شہری اور قومی فرائض پر خطاب کریں۔

آپ کا مخلص

راغب احسن

رکن آل انڈیا مسلم لیگ کونسل

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۲۲

۱.۵

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو[۱]

(تار۔ فوری/خفیہ)

لاہور

۳ نومبر ۱۹۴۷ء

مَیں آپ کی توجہ ہندوستانی فوج کے ڈپٹی چیف آف اسٹاف میجر جنرل کیری اپّا (Cariappa) کے بیان کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جو انہوں نے انڈیا ہاؤس لندن کے ایک استقبالیے میں دیا تھا۔ رائٹر کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے کہا تھا:

''افسوس کہ آج ہمارا ملک تقسیم ہو چکا ہے۔ بحیثیت ایک سپاہی مجھے

پختہ یقین ہے کہ ہم ہندوستان کی سپاہ کے ان دوحصوں کو ایک سال یا دوسال یا شاید پانچ سالوں میں ایک بار پھر ملا سکتے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں ہمیں ایک مضبوط فوج کی ضرورت ہے۔ عدم تشدّد کی باتیں کرنا فضول ہے۔''

اس بیان کا مطلب واضح ہے۔ ہندوستانی فوج میں ڈپٹی چیف آف اسٹاف جیسے ذمّہ دار عہدے پر فائز اتنا سینئر افسر کھلے بندوں اعلان کر رہا ہے کہ ہندوستانی فوج پاکستان کو طاقت کے ذریعے زیر کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ مجھے امید تھی کہ آپ خود میجر جنرل کیری اپّا کے بیان کی تردید کریں گے اور اس طرح کی سوچ پر جس سے دونوں ملکوں کے مابین دوستانہ تعلقات ختم ہو سکتے ہیں آپ ان کی سرزنش کریں گے کیونکہ آپ نے اس ارادے کا بارہا اعلان کیا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان ہر حالت میں امن برقرار رکھا جائے گا۔ تقریباً ایک ہفتہ گزر چکا ہے لیکن آپ کی طرف سے ایسا کوئی بیان نہیں آیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس پر اتفاق کریں گے کہ اس انتہائی اہم معاملے پر عوام کے ذہن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رہنا چاہئے اور یہ اسی طرح ممکن ہے کہ میجر جنرل کیری اپّا کے بیان کی تردید میں آپ کی حکومت ایک سرکاری اعلان جاری کرے۔

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۵۱

۱.۶

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[۱]

(تار۔فوری/خفیہ)

نئی دہلی

۴ نومبر ۱۹۴۷ء

آپ کے تار مورخہ ۳ نومبر کے حوالے سے۔ ہم لندن میں ہائی کمشنر سے تحقیق کر

رہے ہیں کہ میجر جنرل کیری اپّا نے فی الحقیقت کیا کہا ہے۔ ہم اپنے افسروں اور فوجیوں کی اعلانیہ بیان بازی کو یکسر ناپسند کرتے ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ کیری اپّا نے اس اصول سے انحراف کیا ہے۔

تاہم میرے خیال میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کا مطلب وہ نہیں ہوگا جو آپ کے ذہن میں ہے۔ انہوں نے تو اکثر یہ کہا ہے اور خاص طور پر دہلی میں ہندوستان اور پاکستان کے افسروں کی مشترکہ میٹنگ میں کہا تھا کہ دونوں افواج کو بھائیوں کی طرح مل کر کام کرنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ لندن میں وہ بین الاقوامی صورتِ حال کے حوالے سے یہ بات کر رہے ہوں کہ ہندوستان اور پاکستان کی مضبوط فوجیں کسی بھی بین الاقوامی بحران کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ پاکستان کے خلاف ہندوستان کی اسلحہ بندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرے علم کے مطابق کیری اپّا کے بیان کو کسی نے کسی طرح بھی یہ نہیں سمجھا کہ وہ پاکستان کے خلاف ہے۔

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۵۵

۱.۷

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[۱]

(تار/خفیہ)

نئی دہلی

۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء

لندن میں کیری اپّا کی تقریر سے متعلق آپ کے تار مورخہ ۳ نومبر کے حوالے سے ذیل میں ہمارے ہائی کمشنر کے تار کا متن درج ہے جن سے مَیں نے رپورٹ مانگی تھی۔

۲۷ اکتوبر کو کیری اپّا کی تقریر سے متعلق آپ کا ۵ نومبر کا تار موصول ہوا۔

۲۔ مَیں اس اجتماع میں موجود تھا۔ اگرچہ ہندوستانی اخبار نویسوں کو دعوت دی گئی تھی

لیکن یہ ایک غیر رسمی ضیافت تھی لہٰذا اس میں خبر رسانی کی سہولت فراہم نہیں کی گئی تھی۔

۳۔ یہ دعوت نئے طالب علموں کیلئے کی گئی تھی اور چونکہ اس میں کیری اپّا بھی موجود تھے تو انہوں نے میری درخواست پر (عام طریقے سے) سپاہیوں اور ہم وطنوں کے بارے میں چند الفاظ کہے تھے۔

۴۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے ''ہم سپاہ'' نہیں کہا تھا اور ان کا واضح مطلب یہی تھا کہ ہمارے عوام کے درمیان سپاہی اتحاد کی کڑی ہے کیونکہ اس پر سیاسی اور فرقہ وارانہ عناصر اثر انداز نہیں ہوتے۔ کیری اپّا کے بیان کو سپاہیوں کی پیٹھ تھپکنے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ایک دو اور پانچ سال سے ان کا مطلب دیرسویر تھا۔

۵۔ مضبوط فوج کا ذکر تقریر کے اگلے حصے میں آیا تھا اور اتحاد سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا جیسا کہ مفہوم پریس رپورٹ میں لیا گیا ہے۔ کیری اپّا کا کہنا تھا کہ ایک آزاد مملکت کی ذمّہ داریوں اور مرتبے کے پیشِ نظر آزاد ہندوستان کے پاس ایک مضبوط فوج ہونی چاہئے۔ اسی طرح ان کے عدم تشدّد کے جملے کا اطلاق پاکستان میں موجودہ افراتفری پر نہیں ہوتا۔ وہ محض ایک آزاد ہندوستان میں فوجیوں کے لازمی کردار پر زور دے رہے تھے۔

۶۔ جس نے بھی یہ تقریر سنی ہے وہ نہ تو یہ سوچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ تقریر کا تعلق پاکستان سے ہے یا اس سے پاکستان یا کسی اور کے خلاف معاندانہ جذبے کا اظہار ہوتا ہے۔

۷۔ جہاں تک لفظوں کے استعمال کا تعلق ہے تو رپورٹ درست ہے لیکن پہلے جملے میں ''ہندوستان کے'' الفاظ نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جملوں کی ترتیب تقریر کے مطابق نہیں ہے جس سے غلط تاثر پیدا ہوتا ہے۔

۸۔ مَیں رائٹر سے اس معاملے کی پوچھ گچھ کر رہا ہوں اور نتیجے سے آپ کو مطلع کر دوں گا۔

جواہر لال نہرو

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۹۴

۲

مہاجرین کے مسائل اور بحالی کے انتظامات

۲.۱

قائداعظم ریلیف فنڈ[۱]

قائداعظم ریلیف فنڈ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۷ء کو قائم ہوا تھا تا کہ ان نادار مہاجرین کے جمِ غفیر کو آسائش اور مدد دی جا سکے جو مشرقی پنجاب، دہلی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے وحشیانہ فرقہ وارنہ تشدّد کے باعث نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ چونکہ بے خانماں لوگوں کی آمد مسلسل جاری تھی اس لئے فنڈ کی مرکزی اور صوبائی کمیٹیاں سرمایہ اور بحالی کی اشیاء جمع کرنے میں مشغول رہیں۔ صوبائی اور ضلعی انتظامیہ کے تعاون سے انہوں نے اس بحالی کے وسیع کام کو مل جل کر سرانجام دیا۔

جس راسخ اعتماد کی مثال قائد نے قائم کی تھی اور لوگوں کو ان پر جو کامل اعتبار تھا اس کی وجہ سے پوری دنیا کے مسلمان سرگرمِ عمل ہو گئے اور ان کی جانب سے امداد نقدی اور دیگر اشیاء کی صورت میں فراوانی کے ساتھ پہنچنے لگی۔ متعدد عطیہ دہندگان کے علاوہ رؤسا اور عوام سے، امراء اور غرباء سے، مشرقی افریقہ کے مسلم اداروں سے چندہ وصول ہونے لگا۔ رنگون میں پاکستانی سپاہیوں کی ایک کمپنی نے برما سے روانگی کا جشن منانے کیلئے ۱۷۰۰ روپے جمع کئے تھے لیکن انہوں نے اس کے بجائے یہ ساری رقم فنڈ میں بھجوا دی۔

قائد نے اس بات کا اہتمام کیا تھا کہ ہر عطیے کا ٹھیک حساب رکھا جائے۔ انہوں نے ہر عطیہ دہندہ کا شکریہ ادا کیا اور خاص طور پر ان لوگوں کا جنہوں نے روپیہ یا دو روپے چندہ دیا تھا۔ انہوں نے ۵ لاکھ روپے دینے پر آغا خان کا شکریہ ادا کیا اور اسی طرح امیر بہاولپور کا بھی جنہوں نے

۵ لاکھ روپے بھی دیے اور اپنی ریاست میں مقیم مہاجروں کیلئے ایک بحالیاتی فنڈ بھی قائم کر دیا تھا۔ جب دنیا کے امیر ترین شخص نظام حیدرآباد نے ہندوستان اور پاکستان کو مساوی طور پر پانچ پانچ لاکھ روپے چندہ دینے پر اصرار کیا تو قائد نے رائے زنی کی:

''مملکت ہندوستان کے وسائل بہت وسیع ہیں جبکہ پاکستان تہی دستی سے آغاز کر رہا ہے''۔

سخت احتیاج کے ان دنوں میں اور زیادہ سے زیادہ عطیات کی خواہش کے باوجود قائد نے اصولوں پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ جب بیگم گیتی آراء بشیر احمد نے یہ تجویز پیش کی کہ ''ہر امیر خاتون سے سونے کا ایک زیور'' جمع کیا جائے تو انہوں نے جواب دیا مجھے افسوس ہے کہ میں اصولاً یہ کام نہیں کر سکتا۔ میں اس طرح سے چندہ جمع کرنے کے خلاف ہوں۔''

مہاجرین کیلئے خوراک اور پناہ کا انتظام کرنے کے علاوہ فنڈ کمیٹیوں کو آنے والے موسم سرما کی بھی فکر تھی۔ سردی سے بچاؤ کیلئے کمبلوں، رضائیوں اور گرم کپڑوں کی کثیر تعداد حاصل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ یوسف ہارون نے مذاکرات کے ذریعے برطانیہ سے ایک لاکھ مرمت شدہ کمبل رعایتی قیمت پر حاصل کئے جن پر برطانیہ نے محصول بھی معاف کر دیا۔ گرم کپڑوں کے لئے -/۱۶۸۰۰۰ کی رقم مختص کر دی گئی اور مزید -/۲۷۰۰۰۰ روپے رضائیوں کی خریداری یا ان کی تیاری پر خرچ ہوئے۔ گورنر مشرقی بنگال کے استفسار پر یہ وضاحت کی گئی کہ ''قائداعظم ریلیف فنڈ سے مسلمانوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کی مدد کرنا منع نہیں ہے۔'' یہ بھی حقیقت ہے کہ کرن شنکر رائے کو مشرقی بنگال قائداعظم ریلیف فنڈ کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا تھا۔

فوری خدمت کے جذبے نے افسر شاہی کی روائتی سستی کی جگہ لے لی۔ اس جذبے کی تعریف کرتے ہوئے امریکن فرینڈز سروس کمیٹی نے کہا'' پنجاب کیلئے بحالیاتی اشیاء کی بلا معاوضہ ترسیل کے بارے میں ہماری درخواست پر آپ نے انتہائی مستعدی سے کام کیا ہے۔ میرے خیال میں اس عجلت سے عمل کرنا دنیا کی دوسری حکومتوں کیلئے مثال بن سکتا ہے۔''

مرکزی اور صوبائی کمیٹیوں نے رقوم کی وصولی اور استعمال پر کڑی نظر رکھی تھی۔ فنڈ کی سخت جانچ پڑتال کی جاتی تھی اور اخراجات کا حساب رکھا جاتا تھا۔ کوئی شخص اپنی مرضی سے فنڈ کا پیسہ خرچ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ قائد کا نظریہ تھا کہ ''انفرادی (مرضی) کی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ باہمی تعاون کا جذبہ ہی ہمیں کامیاب کر سکتا ہے''۔ تمام دوسرے فلاحی فنڈز مثلاً سندھ میں پریمیر فنڈ وغیرہ بند کر دیے گئے اور ان کے حسابات قائداعظم کے ریلیف فنڈ میں منتقل کر دیے گئے۔

ظالم ہندوستان سے گھر بار چھوڑ کر نکالے گئے بے گناہ مسلمانوں کی وسیع پیمانے پر ہجرت کے چیلنج کا، اس نئے ملک کے عوام نے یکجان ہو کر، جس پامردی اور جوش و جذبے سے مقابلہ کیا وہ قابلِ تعریف بھی ہے اور ہمارے لئے ہمیشہ فیض کا سرچشمہ بھی رہے گا۔

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ا کا تعارفی نوٹ

۲.۲

مسلمانوں کو پناہ دینے سے پاکستان انکار نہیں کرے گا[1]

ہندوستان سے انخلاء کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی

لیاقت کی طرف سے گمراہ کن رپورٹ کی تردید

منگل کی رات لاہور میں پاکستان کے وزیرِ اعظم لیاقت علی خاں نے ایک بیان جاری کیا جس میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کی ان گمراہ کن رپورٹوں کی تردید کی گئی کہ حکومتِ پاکستان نے مشرقی پنجاب کے ماسواء ہندوستان کے دوسرے تمام علاقوں سے مسلمان مہاجرین کا پاکستان میں داخلہ بند کر دیا ہے۔

۱۵ اکتوبر کو لاہور میں منعقدہ کانفرنس میں اپنے بیان کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستان کے وزیرِ اعظم نے کہا ''مَیں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ گو پاکستان کسی مسلم تارکِ وطن کو پناہ دینے سے انکار نہیں کرے گا تاہم مشرقی پنجاب کے ماسواء وہ مسلمانوں کو ہندوستان میں

اپنے گھر بار اور جائیدادیں چھوڑنے میں کسی قسم کی سہولت بہم نہیں پہنچائے گا۔

مَیں نے صاف کہا تھا کہ یہ حکومتِ ہندوستان کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنے بار بار دہرائے ہوئے وعدوں پر عمل کر کے اپنے مسلم ہم وطنوں کو مکمل تحفّظ فراہم کرے۔ اگر یہ کام وہ ایمانداری اور راست بازی سے کرتی تو دہلی اور یو پی سے مسلمانوں کا انخلاء نہ ہوتا۔ پاکستان اور ہندوستان کی مملکتوں پر مبنی ہندوستان کی تقسیم اس اصول کی بنیاد پر ہوئی تھی کہ اقلیتیں جہاں ہیں بدستور وہیں رہیں گی اور دونوں ممالک انہیں مکمل تحفّظ فراہم کریں گے تا کہ وہ متعلقہ ملکوں میں بطور شہری اپنی زندگی گذار سکیں۔

۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو نئی دہلی سے ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا نے ایک بیان جاری کیا جو کئی اخباروں میں شائع ہوا۔ یہ روداد اس کانفرنس سے متعلق تھی جو ۵ اکتوبر کو حکومتِ پاکستان اور حکومتِ ہندوستان کے درمیان لاہور کی ریذیڈنسی میں منعقد ہوئی تھی اور اس میں ہندوستان کے سرکردہ نمائندے عزت مآب کے سی نیوگی (K.C.Neogy) اور عزت مآب گوپالاسوامی آئنگار (Gopalaswami Ayyengar) شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں مَیں نے جو بیان دیا تھا اس کا انتہائی گمراہ کن مطلب نکالا گیا ہے۔ اس روداد میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ مشرقی پنجاب کے ماسواء حکومتِ پاکستان نے ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے مسلمان مہاجرین کا پاکستان میں داخلہ بند کر دیا ہے۔ اس روداد میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ حکومتِ پاکستان نے جو موقف اختیار کیا ہے اس کا قدرتی نتیجہ یہ نکلا ہے کہ یہاں کے سیاسی حلقے اس بات کی تشریح یوں کر رہے ہیں کہ جس پاکستان کے قیام کیلئے مملکتِ ہندوستان کے مسلمانوں کی زبردست اکثریت نے جدوجہد کی تھی اب اس کا دروازہ ان کے لئے بند ہو چکا ہے اور آخر میں پاکستان کی فرضی پالیسی کا مقابلہ ہندوستان سے کیا گیا ہے کہ وہ بلوچستان اور سندھ سے آنے والے غیر مسلموں کا خیر مقدم کر رہا ہے۔

اعلان کردہ پالیسی سے انحراف نہیں ہوگا

میرے خیال میں یہ ضروری ہے تا کہ کسی قسم کی غلط فہمی سے بچنے کیلئے یہ وضاحت کر

دی جائے کہ مَیں نے کانفرنس میں جو کہا تھا وہ ہماری اعلان کردہ پالیسی سے انحراف نہیں تھا جس کو مَیں نے اپنے پچھلے بیانات میں اور دونوں حکومتوں کے درمیان کانفرنس میں بھی بار بار دہرایا تھا۔

ہم نے ہندوستان سے مسلمانوں کے اور پاکستان سے غیر مسلموں کے انخلا کے خطرات کو ہمیشہ محسوس کیا ہے۔ ہمیں واقعتاً یہی امید تھی کہ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا انخلاء انبالہ ڈویژن تک نہیں پھیلے گا۔ ہم نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ مشرقی پنجاب کے علاوہ مسلمانوں کی وسیع پیمانے پر بیدخلی دہلی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں سے بھی شروع ہو جائے گی۔

تاہم جب اتوار کی کانفرنس میں گفتگو ہندوستانی مسلمانوں کے انخلاء کی تعداد پر پہنچی تو ہندوستانی وزراء نے آہستگی سے تجویز کیا کہ انخلاء کے لائحہ عمل میں دہلی صوبے اور یوپی کے مغربی اضلاع کے مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا جائے مجھے بتایا گیا کہ دہلی صوبے اور یوپی کے مغربی اضلاع کے تقریباً سارے مسلمان ہندوستان سے جانا چاہتے ہیں اور یہ کہ پاکستان کو ان کی ہجرت کے سلسلے میں سہولت فراہم کرنی چاہئے۔

مَیں نے یہ واضح کر دیا کہ گو پاکستان کسی مسلم پناہ گزیں کو پناہ دینے سے انکار نہیں کرے گا تاہم مشرقی پنجاب کے ماسواء وہ (پاکستان) مسلمانوں کو ہندوستان میں اپنے گھر بار اور جائیدادیں چھوڑنے میں کسی قسم کی سہولت پہنچانے سے انکار کرے گا۔ مَیں نے صاف کہہ دیا کہ یہ حکومتِ ہندوستان کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنے بار بار دہرائے ہوئے وعدوں پر عمل کر کے اپنے مسلم ہم وطنوں کو مکمل تحفّظ فراہم کرے۔ اگر یہ کام انہوں نے ایمانداری اور راست بازی سے کیا ہوتا تو دہلی اور یوپی سے مسلمانوں کا انخلاء نہ ہوتا۔ پاکستان اور ہندوستان پر مبنی ہندوستان کی تقسیم اس اصول کی بنیاد پر ہوئی تھی کہ اقلیتیں جہاں ہیں وہیں رہیں گی اور دونوں ممالک انہیں مکمل تحفّظ فراہم کریں گے تاکہ وہ متعلقہ ملکوں میں بطور شہری اپنی زندگی گذار سکیں۔

افسوسناک فیصلہ

میری توجہ ہندوستان کے ڈپٹی وزیرِ اعظم کی اس تقریر کے ایک حصے کی جانب مبذول کرائی گئی جوانہوں نے ۳۰ ستمبر کو امرتسر میں ہندوؤں اور سکھوں کے اجتماع سے کی تھی اور اطلاع کے مطابق انہوں نے کہا تھا۔

> ''ہندوستان کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ اپنے تمام مردوں اور عورتوں کو سرحد پار سے بلا لے اور مشرقی پنجاب سے تمام مسلمانوں کو بھیج دے''

اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہے کہ حکومتِ ہندوستان ایک سوچی سمجھی پالیسی کے تحت مشرقی پنجاب سے سارے مسلمانوں کو روانہ کرنے اور پاکستان سے غیر مسلموں کو اکھاڑنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہم اپنی جانب سے اقلیتی فرقوں کا حوصلہ بحال کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور انہیں پاکستان میں اپنے آبائی گھر نہ چھوڑنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔[۲]

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۵۷ کا انیکس
۲۔ پاکستان ٹائمز، ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۲.۳

کابینہ کی ہنگامی کمیٹی کے اجلاس کی یادداشت[۱]

کراچی
۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مغربی پنجاب میں مہاجرین اور ان کی بحالیات کے طریقۂ کار پر حکومتِ پاکستان اور مغربی پنجاب کی حکومت کے درمیان حسبِ ذیل اتفاقِ رائے ہوا۔ تصفیہ یہ ہوا:

۱۔ لاہور میں ایک اسپیشل کمیٹی تشکیل دی جائے جس کے پاس کابینہ کے اختیارات

ہوں اور وہ مہاجرین کے امور پر نظر رکھے اور بحالیات کے تمام مسائل نمٹائے۔ اس کمیٹی کا نام پاکستان ریفیوجی کونسل (Refugee Council) ہوگا۔

۲۔ یہ کونسل حسبِ ذیل ارکان پر مشتمل ہوگی:

الف۔ وزیرِ اعظم پاکستان

ب۔ گورنر مغربی پنجاب

ج۔ وزیرِ پاکستان برائے مہاجرین و بحالیات

د۔ وزیرِ اعلیٰ مغربی پنجاب

ر۔ وزیرِ پنجاب برائے مہاجرین و بحالیات

۳۔ اس کونسل کے صدر وزیرِ اعظم پاکستان ہوں گے اور ان کی غیر حاضری میں گورنر مغربی پنجاب صدر کے فرائض انجام دیں گے۔

۴۔ یہ کونسل مہاجرین اور بحالیات کے اُن مسائل پر توجہ کرے گی جن کا تعلق مشرقی اور مغربی پنجاب سے ہوگا (مہاجرین اور بحالیات کے مسائل کی عمومی پالیسی حکومتِ پاکستان مرتّب کرے گی)۔

۵۔ حکومتِ مغربی پنجاب کے متعلقہ محکمے کونسل کے احکامات پر عمل درآمد کریں گے۔

۶۔ کونسل سے منسلک ایک مشترکہ سیکریٹریٹ ہوگا جو پالیسی اور منصوبہ بندی سے متعلق فرائض انجام دے گا۔ مہاجرین کی مرکزی وزارت کے سیکرٹری اس سیکریٹریٹ کے سربراہ ہوں گے اور ان کے ماتحت کونسل کے احکام پر عمل کرنے والے ادارے ہوں گے۔ یہ ان احکامات کی تعمیل کرائیں گے جن کی ذمہ داری مغربی پنجاب کی حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ اس عاملہ ادارے کی انتظامیہ اور نقل و حمل کے سربراہ پاکستان ریفیوجی کمشنر ہوں گے۔

۷۔ یہ سیکریٹریٹ کونسل کے بجائے وزیرِ پاکستان برائے مہاجرین کے تحت مغربی پنجاب کے ماسوا دوسرے صوبوں میں مہاجرین اور بحالیات کے مسائل طے کرے گا۔

۸۔ حکومتِ پاکستان کو چاہئے کہ وہ کونسل کیلئے ایک ماہرِ مالیات فراہم کرے۔

۹۔ سیکریٹریٹ میں تقرریاں محکموں کے سربراہوں کی تجویز پر اور سیکرٹری کے مشورے اور حکومتِ پاکستان کے وزیرِ برائے مہاجرین کی منظوری سے ہونی چاہئیں۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۵۷

۲.۴

فرانسس موڈی کا نوٹ[1]

(اقتباس)

لاہور

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

عین اس وقت جب کہ اڑتیس لاکھ غیر مسلم افراد کے انخلاء سے، جن میں سرمایہ دار، فنی ماہرین، اہل کار وغیرہ شامل تھے، ہماری معیشت بدنظمی کا شکار ہو چکی ہے، ہمیں مشرقی پنجاب اور دوسرے علاقوں سے آنے والے انسٹھ لاکھ مہاجرین کا خیر مقدم کرنا ہے جو اپنا تمام اثاثہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور جن میں سے اکثر بیمار اور باقی پست حوصلہ ہیں۔ ہمیں ان کے لئے کام تلاش کرنا ہوگا اور کافی حد تک ان کی مالی مدد بھی کرنی پڑے گی۔

زراعت کے شعبے میں تیرہ لاکھ مہاجر کاشتکاروں کی آمد سے ہماری موجودہ اٹھاون لاکھ زرعی آبادی بڑھ کر اکہتر لاکھ ہو جائے گی۔ ان تیرہ لاکھ مہاجر کاشتکاروں کو گیارہ لاکھ ہندوؤں اور سکھوں کی متروکہ اراضی کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی آباد کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ مقامی کاشتکار اپنی زمین کے ۵/۱ حصے سے دستبردار ہو جائیں اور ۵/۴ پر اکتفا کریں۔ لیکن عملی طور پر یہ کام اتنا آسان نہیں۔ اگرچہ زیادہ تر مزارعوں کی ملکیت قانونی نہیں ہے لیکن ان اراضیات پر وہ کئی نسلوں سے کاشت کر رہے ہیں اور انہیں آسانی سے چھوڑنے والے نہیں۔ علاوہ ازیں نو واردوں کیلئے دیہاتوں میں رہنے کیلئے مکانات بھی نہیں ہوں گے۔ چھوٹے کاشتکار ان

دیہاتوں کا رخ کریں جو پوری طرح یا بڑی حد تک خالی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بعض زمیندار اپنے مزارعوں کو اس پر راضی کر لیں کہ وہ کچھ اراضی مہاجرین کے حوالے کر دیں۔ مگر جن جگہوں پر کوئی طریقہ کار گر نہ ہو تو پھر یہ مہاجرین یا تو شہروں کی طرف دھکیل دیے جائیں گے یا ان کیمپوں میں واپس آ جائیں گے جہاں سے گئے تھے۔

لہٰذا میرے خیال میں بہت جلد ہمیں وسیع پیمانے پر بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑے گا جس میں بیروزگار مہاجر کاشتکار نیز تقریباً آٹھ لاکھ ایسے افراد جن کا زراعت سے تعلق نہیں ان کے علاوہ معاشی بدحالی کی بناء پر ملازمت سے نکالے گئے مقامی مسلمان شامل ہیں۔

بیروزگاری کے علاوہ رہائش کا مسئلہ بھی فوری توجہ کا طالب ہے۔ لاکھوں مہاجروں کیلئے مکانات چاہئیں جو اس وقت دستیاب نہیں کیونکہ غیر مسلم تارکینِ وطن کے مکانوں پر یا تو مقامی لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے یا جو باقی بچے ہیں وہ یا تو مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں کہ کتنے مکان ناقابلِ رہائش ہیں لیکن ان کی تعداد تقریباً ۱۰ فیصد کے قریب ہو گی۔ مجموعی طور پر ایسے لوگ جن کے پاس کوئی رہائش نہیں پچیس لاکھ بنتے ہیں۔

ہماری پریشانی یہ ہے کہ ان پچیس لاکھ بے گھر اور بے روزگار لوگوں کا کیا بندوبست کریں۔ تمام اضلاع مہاجروں سے پُر ہوئے جا رہے ہیں اور ڈپٹی کمشنرز مزید افراد کو جگہ دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں مرکزیت کو ختم کرنا بہت ضروری ہے۔ ہر ضلع کیلئے مہاجرین کا کوٹہ مقرر کر دیا جائے اور ہر ڈپٹی کمشنر سے یہ کہہ دیا جائے کہ ان مہاجرین کی نگہداشت اور آبادکاری اس کی ذمّہ داری ہے۔ متبادل صورت میں لاکھوں بے گھر اور بیروزگار افراد کا صوبے کے بڑے شہروں اور خصوصاً لاہور میں رہنا میری نظر میں ناقابلِ برداشت ہو گا۔ انتظامی نقطۂ نظر سے یہ ناممکن اور سیاسی طور پر انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر مَیں چاہتا ہوں کہ ڈپٹی کمشنر حضرات پہلی کھیپ کے علاوہ بھی مزید مہاجروں کیلئے جگہ

بنائیں اور موسم سے بچاؤ کیلئے کیمپ قائم کریں اور ان کیمپوں میں فلاح و بہبود کے خصوصی انتظامات کریں۔

میری نظر میں اہم ترین مسئلہ رہائش کا ہے۔ پرانے گھروں کی مرمت اور نئے گھروں کی تعمیر سے روزگار کے مواقع نکلیں گے۔ اس مد میں اخراجات کا زیادہ بار حکومت پر پڑے گا جس سے افراطِ زر کا خطرہ ہے۔ اس میں تخفیف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جیسے جیسے مکانوں کی مرمت یا تعمیر ہوتی جائے انہیں فروخت کیا جاتا رہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اس کام کی ابتداء بڑے شہروں اور خاص طور پر لاہور میں شکستہ مکانوں (اور دکانوں) کی مرمت یا انہیں ڈھانے سے کی جائے اس کام کیلئے ایک خصوصی ادارے کی ضرورت ہوگی۔ تعمیراتِ عامہ میں توسیع کی ضرورت ہے اور خاص طور پر نئی سرحدوں کے متوازی اور دوسری ایسی سڑکیں جو تقسیم کی وجہ سے اہمیت حاصل کر گئی ہیں انہیں کشادہ اور ہموار کرنا بہت ضروری ہے۔ جن مہاجروں کو گھر مہیا نہیں کئے جاسکتے ان کے لئے کیمپوں کی تعمیر خود مہاجروں کے ہاتھوں ہونی چاہئے اور یہ کام ایسے مقامات پر ہونے چاہئیں جہاں مہاجر زیادہ تعداد میں ہوں اور جہاں سے نقل مکانی کے امکان کم نظر آتے ہوں۔

ان خصوصی اقدامات کے علاوہ اصل کام صوبے کی معیشت کو دوبارہ متحرک کرنا ہے۔ ڈپٹی کمشنروں کے ایسے تمام احکامات جن سے تجارت میں غیر ضروری رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں انہیں فوراً منسوخ کر دینا چاہئے۔ اگر تالہ بند دکانوں کو ان کے مالک خود یا بذریعۂ ایجنٹ چلانے پر آمادہ ہیں تو انہیں کھول دینا چاہئے۔ تارکینِ وطن کو اجازت ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کاروبار آزادی سے فروخت کر سکیں اور ان کی خرید میں مہاجروں کو ترجیح دی جائے لیکن اجارہ داری کی اجازت نہیں ہو گی۔ بہت ضروری ہے کہ موجودہ صورتِ حال کے خدشات سے ڈپٹی کمشنروں کو آگاہ کیا جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ امن و امان کی بحالی کے بعد جو سب سے اہم کام ہے وہ ہے معاشی زندگی کی تجدید نو۔

اشیاء صرف کی کمیابی سے بھی مجھے تشویش ہے۔ کسی مہاجر کو دکان الاٹ کرنا بیکار ہے

دیہاتوں کا رخ کریں جو پوری طرح یا بڑی حد تک خالی ہیں۔ دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ بعض زمیندار اپنے مزارعوں کو اس پر راضی کر لیں کہ وہ کچھ اراضی مہاجرین کے حوالے کر دیں۔ مگر جن جگہوں پر کوئی طریقہ کار گر نہ ہو تو پھر یہ مہاجرین یا تو شہروں کی طرف دھکیل دیے جائیں گے یا ان کیمپوں میں واپس آ جائیں گے جہاں سے گئے تھے۔

لہٰذا میرے خیال میں بہت جلد ہمیں وسیع پیمانے پر بیروزگاری کا سامنا کرنا پڑے گا جس میں بیروزگار مہاجر کا شتکار نیز تقریباً آٹھ لاکھ ایسے افراد جن کا زراعت سے تعلق نہیں ان کے علاوہ معاشی بدحالی کی بناء پر ملازمت سے نکالے گئے مقامی مسلمان شامل ہیں۔

بیروزگاری کے علاوہ رہائش کا مسئلہ بھی فوری توجہ کا طالب ہے۔ لاکھوں مہاجروں کیلئے مکانات چاہئیں جو اس وقت دستیاب نہیں کیونکہ غیر مسلم تارکینِ وطن کے مکانوں پر یا تو مقامی لوگوں نے قبضہ کر لیا ہے یا جو باقی بچے ہیں وہ یا تو مکمل یا جزوی طور پر تباہ ہو چکے ہیں۔ مجھے اندازہ نہیں کہ کتنے مکان نا قابلِ رہائش ہیں لیکن ان کی تعداد تقریباً ۱۰ فیصد کے قریب ہوگی۔ مجموعی طور پر ایسے لوگ جن کے پاس کوئی رہائش نہیں پچیس لاکھ بنتے ہیں۔

ہماری پریشانی یہ ہے کہ ان پچیس لاکھ بے گھر اور بے روزگار لوگوں کا کیا بندوبست کریں۔ تمام اضلاع مہاجروں سے پُر ہوئے جا رہے ہیں اور ڈپٹی کمشنر مزید افراد کو جگہ دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں مرکزیت کو ختم کرنا بہت ضروری ہے۔ ہر ضلع کیلئے مہاجرین کا کوٹہ مقرر کر دیا جائے اور ہر ڈپٹی کمشنر سے یہ کہہ دیا جائے کہ ان مہاجرین کی نگہداشت اور آبادکاری اس کی ذمّہ داری ہے۔ متبادل صورت میں لاکھوں بے گھر اور بیروزگار افراد کا صوبے کے بڑے شہروں اور خصوصاً لاہور میں رہنا میری نظر میں نا قابلِ برداشت ہوگا۔ انتظامی نقطۂ نظر سے یہ ناممکن اور سیاسی طور پر انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر مَیں چاہتا ہوں کہ ڈپٹی کمشنر حضرات پہلی کھیپ کے علاوہ بھی مزید مہاجروں کیلئے جگہ

۲.۵

اے آئی کاجی بنام محمد علی جناح[۱]

(خفیہ)

جوہانسبرگ

۱۸دسمبر۱۹۴۷ء

ڈیئر قائداعظم

مَیں ایک خط کی نقل ملفوف کر رہا ہوں جومَیں نے نوابزادہ لیاقت علی خاں کولکھا تھا۔ میں ۲۵ اگست اور ۱۹ اکتوبر کے خطوط کی نقلیں بھی بھیج رہا ہوں جو میں نے نواب صاحب کو اس امید پر لکھے تھے کہ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے حالات کا اندازہ لگانے میں ان سے مدد ملے گی۔

احترام کے ساتھ

آپ کا مخلص

اے آئی کاجی

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۹۶

۲.۵ کا ملفوفہ

اے آئی کاجی بنام لیاقت علی خاں

(خفیہ)

جوہانسبرگ

۱۸دسمبر۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لیاقت علی خاں

پاکستان اور ہندوستان کے مہاجرین کی بحالی کے مسئلے پر بحیثیت صدر سنٹرل پاکستان

ریلیف کمیٹی آف نیٹال مجھے وزیرِ اعظم کے محکمے کی پوری اعانت حاصل رہی ہے۔ خارجہ امور کے سیکرٹری مسٹر فورسائتھ (Forsyth) بہت مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ خزانۂ عامرہ نے دس ہزار پاؤنڈ یعنی چالیس ہزار ڈالر ارسال کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ علاوہ ازیں مسٹر فورسائتھ نے سولہ ہزار نئے اونی کمبل برآمد کرنے کیلئے ہنگامی پروانہ حاصل کرلیا ہے۔ ملفوفہ[1] اخباری تراشے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومتِ ہندوستان نے تمام پارسلوں بمع ریلیف پارسلوں کی آمد پر پابندی لگا دی ہے۔ حکومتِ ہندوستان کی اس کارروائی سے جنوبی افریقہ میں بسنے والے ہندوستانیوں کے حالات مزید بگڑنے کا خطرہ ہے۔

ہندوستان کے قوم پرست مسلمانوں کی بعض قراردادوں میں کہا گیا ہے کہ جنوبی افریقہ اور بیرونی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مدد کیلئے صرف حکومتِ ہندوستان پر انحصار کریں۔ ڈاکٹر سندرم (Sundram) کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مطلب کیلئے ایک مہم چلائی جا رہی ہے کہ جنوبی افریقہ میں رہنے والے سارے ہندوستانی مسلمان اور ہندو دراصل ہندوستان کے شہری ہیں۔

یہاں یہ دہرانے کی مجھے ضرورت نہیں کہ آپ کے ملک میں ان لاکھوں بدحال اور مصیبت زدہ لوگوں کیلئے ہمارے دل آپ کے ساتھ ہیں۔

احترام کے ساتھ

آپ کا مخلص

اے آئی کاجی

۱۔ تلاش کرنے پر دستیاب نہیں ہوسکا۔

۳

مشترکہ دفاعی کونسل

۳۱

لوئی ماؤنٹ بیٹن بنام ایچ ایل ازمے[1]

(تار۔اہم)

نئی دہلی

۱۷ اکتوبر ۱۹۴۷ء

سپریم کمانڈر نے مشترکہ دفاعی کونسل کے غور وخوض کیلئے ایک دستاویز پیش کرنے کی مجھ سے بطور صدر اجازت طلب کی ہے۔ اس دستاویز میں وضاحت کی گئی تھی کہ اگر مملکتیں ایک دوسرے سے یا کسی ہندوستانی ریاست سے دست وگریباں ہو جائیں تو ان کے لئے ماسواء اس کے اور کوئی راستہ نہیں کہ اپنے حکم پر ہندوستان اور پاکستان میں اس وقت ملازمت کرنے والے برطانوی افسروں اور دوسرے فوجیوں کو واپس بلا لیں۔ سپریم کمانڈر نے مجھے علیحدگی میں بتایا کہ اس نوعیت کے خفیہ احکام کمانڈروں کی ذاتی اطلاع کیلئے پہلے ہی بھیج دیئے گئے ہیں اور برطانوی چیف آف اسٹاف اور ہندوستان اور پاکستان میں مقیم برطانیہ کے ہائی کمشنروں کو بھی مطلع کر دیا گیا ہے۔

۲۔ میرے خیال میں اس قسم کی دستاویز جاری کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا کیونکہ اس مسئلے کا تعلق اعلیٰ پالیسی سے ہے جس کا اثر دونوں مملکتوں کے ساتھ ملک معظّم کی حکومت کے تعلقات پر پڑتا ہے۔ اگر ملک معظّم کی حکومت یہ محسوس کرے کہ یہ تنبیہ ضروری ہے تو میرا ذاتی

خیال ہے کہ یہ کام سپریم ہیڈکوارٹرز کے بجائے ہائی کمشنروں کے توسط سے شائستہ زبان میں لکھے گئے خط کے ذریعے ہوسکتا ہے۔

۳۔ اس سے پہلے کہ ہندوستان ان کی جگہ دوسروں کو تعینات کرے اگر بیشتر اعلیٰ برطانوی کمانڈروں اور عملے کو سرحد سے دور علاقوں سے اچانک واپس بلایا جائے تو یورپی باشندوں کی سلامتی پر خطرناک اثرات پڑ سکتے ہیں۔

۴۔ سپریم کمانڈر نے یہ تار دیکھا اور پیرا ۳ پر اتفاق کیا لیکن ان کے خیال میں یہ اگر ناممکن نہیں تو انتہائی دشوار ضرور ہوگا کہ جنگ چھڑنے پر برطانوی افسر کسی ایک مملکت میں خدمات انجام دے رہے ہوں۔

۵۔ مَیں نے سپریم کمانڈر کو منع کر دیا ہے کہ جب تک لندن سے جواب نہیں آتا یہ دستاویز پیش نہ کریں کیونکہ اس مسئلے پر آپ چیف آف اسٹاف سے گفت وشنید کرنے والے ہیں۔

۶۔ مہربانی فرما کر (برطانوی ہائی کمشنر۔ دہلی) کے ذریعے سے جواب دیجئے۔

ماؤنٹ بیٹن آف برما

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۴

۳.۲

مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے سپریم کمانڈر کا نوٹ
سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنا[1]

(اقتباس)

۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

خصوصی گزٹ آف انڈیا مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے تحت مشترکہ دفاعی کونسل کی تشکیل ہوئی اور پارٹیشن کونسل نے ۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کمیٹی کی شرائط کار کا اعلان کیا۔

ان دونوں اداروں کی تشکیل کا مقصد یہ تھا کہ گذشتہ سلطنت ہند کی مسلّح افواج یعنی رائل ہندوستانی بحریہ، ہندوستانی برّی فوج اور رائل فضائیہ کی تنظیمِ نو کر کے انہیں ہندوستان اور پاکستان کی علیحدہ علیحدہ افواج میں تقسیم کر دیا جائے۔

کونسل اس امر سے واقف ہے کہ تقسیم کے وقت جن حالات کی توقع تھی موجودہ صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کمیٹی اور مشترکہ دفاعی کونسل جنہیں ہندوستان کی پچھلی مسلّح افواج کو مساوی طور پر اور تسلی بخش طریقے سے تقسیم کرنے کا کام سونپا گیا تھا اب انہیں اپنے کام میں دشواری پیش آ رہی ہے کیونکہ دونوں حکومتوں کے درمیان سخت اختلافِ رائے پیدا ہو چکا ہے جس سے کسی مشترکہ عمل میں تعاون حاصل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس صورتِ حال کی وجوہات یا ان کے صحیح یا غلط ہونے سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن بحیثیت سپریم کمانڈر مَیں اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ابتداء میں جو ذمّہ داری پارٹیشن کونسل نے مجھ پر عائد کی تھی اس سے عہدہ برآ ہونا میرے لئے مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

موجودہ صورتِ حال پر بہت غور و خوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ میرا فرض بنتا ہے کہ مَیں مشترکہ دفاعی کونسل سے سفارش کروں کہ سپریم کمانڈر کا دفتر جتنی جلدی ہو سکے بند کر دیا جائے۔

جہاں تک سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کی مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کی ذمّہ داری کا تعلق ہے تو اس کا امکان ہے کہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو یہ دفتر بند کیا جا سکتا ہے۔ یقیناً اس تاریخ کو بے شمار معاملات تصفیہ طلب رہ جائیں گے جن کی تکمیل اسی صورت میں ممکن ہے کہ یہ کمیٹی اپریل ۱۹۴۸ء تک کام کرتی رہے جیسا کہ ابتداء میں خیال تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں یہ ناممکن نظر آتا ہے۔

یہ بات نہ تو معقول ہے اور نہ جائز کہ محض برطانوی افسروں اور دیگر عملے کی نگہداشت کیلئے سپریم کمانڈر اور اس کا موجودہ صدر دفتر برقرار رکھے جائیں۔ یہ کام چھوٹے عہدوں کے

افسروں کے تحت ایک مختصر اور سادہ ادارہ بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

تمام فریقین اور دونوں ممالک کی مسلّح افواج کے مفاد میں میری یہ تجویز ہے کہ فوجوں کی نقل و حرکت پر مرکزی نگرانی کیلئے موجودہ ڈائریکٹوریٹ کو بھی شامل رہنے دیا جائے جو ۳۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو از خود غائب ہو جائے گی۔ اگرچہ یہ اقدام لازمی نہیں لیکن میری رائے میں مناسب ضرور ہے کیونکہ دسمبر میں برطانوی فوجیں اور برطانوی افراد اور ان کے خاندان جہاز پر چڑھنے کیلئے بندرگاہوں کی جانب وسیع پیمانے پر نقل و حرکت کریں گے اور اس وقت اس ڈائریکٹوریٹ کی موجودگی ہندوستان اور پاکستان کیلئے مفید ہوگی۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۸۲ کا نکلوژر ۱

۳۰۳

لاہور میں مشترکہ دفاعی کونسل کی بارہویں میٹنگ منعقدہ ۱۶ اکتوبر کی روداد سے اقتباس[1]

آئٹم نمبر ۱۷۔ سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنا

اس وقت میٹنگ کے زیرِ غور سپریم کمانڈر کی تیار کردہ دستاویز ہے جس کی اہم سفارش یہ ہے کہ ان کا صدر دفتر ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو بند کر دیا جائے۔

پاکستان کے وزیرِ اعظم نے کہا کہ وہ اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتے کیونکہ جس وقت مشترکہ دفاعی کونسل اور سپریم صدر دفتر کی تشکیل ہوئی تھی تو ارادہ یہی تھا کہ جب تک ان کا تفویض شدہ کام ختم نہیں ہوتا وہ اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے اور زیرِ غور دستاویز سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو کام انہیں تفویض ہونا تھا وہ ۳۰ نومبر تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا انہیں ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی جس کی بناء پر اسے مجوزہ تاریخ پر بند کر دیا جائے۔

صدر نے کہا کہ ساز و سامان کی تقسیم کے علاوہ جس کی تکمیل میں کئی مہینے لگ سکتے ہیں

سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کا باقی ماندہ کام کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے۔ دستاویز میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ ۳۰ نومبر کے بعد برطانوی افسروں اور جوانوں کے مفادات کی نگہداشت کیلئے نسبتاً ایک مختصر ادارہ سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کی جگہ کام کرے۔ صدر نے مشورہ دیا کہ برطانوی افواج کے کمانڈر کے علاوہ دونوں ممالک کی برّی افواج کے کمانڈر انچیف مشترکہ دفاعی کونسل کے مستقل رکن بنا دیئے جائیں اور وہ اپنے نمائندوں پر مشتمل ایک بین الملکی کمیٹی تشکیل دیں تا کہ ان معاملات پر عمل ہو سکے جن کی انہیں ہدایت کی جائے۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم نے اس مشورے کی مخالفت میں کہا کہ دونوں کمانڈر انچیف اپنی اپنی حکومتوں کے تابع ہوں گے اور اپنے وزیرِ دفاع سے ہدایات وصول کریں گے۔ ان کے خیال میں ایک غیر جانبدار ادارے کا ہونا ضروری ہے۔

سپریم کمانڈر نے وضاحت کی کہ جن وجوہات کی بناء پر انہوں نے اپنا صدر دفتر بند کرنے کی سفارش کی ہے ان کا اس دستاویز میں بہت دھیمے انداز میں ذکر کیا گیا ہے حالانکہ موجودہ ماحول کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ انہیں اور ان کے افسروں کو مجوزہ تاریخ کے بعد کام کرنا ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ ان کے صدر دفتر کے خلاف مسلسل الزامات لگائے اور آوازے کسے جا رہے ہیں۔ لہٰذا ان حالات میں انہیں اور ان کے افسروں کیلئے اپنے فرائض انجام دینا ممکن نہیں کیونکہ اس کام کیلئے تعاون کا ہونا بہت ضروری ہے۔

صدر نے کہا کہ اگر حالیہ فسادات اور کشت وخون کے واقعات رونما نہ ہوتے جن کی وجہ سے بدگمانی اور عداوت کا ماحول پیدا ہو گیا ہے تو سپریم کمانڈر کا صدر دفتر اپنا کام جاری رکھ سکتا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ گو کراچی میں ایسے واقعات کم ہوئے ہیں لیکن دہلی کا نظم ونسق تلپٹ ہو چکا ہے اور اسی وجہ سے سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو کام کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔

پاکستان کے وزیرِ اعظم نے صدر کے اس بیان پر کہ ساز وسامان کی تقسیم کے علاوہ سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کا باقی ماندہ کام کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے تنقید کرتے ہوئے

کہا کہ فوجی ساز وسامان کی تقسیم کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ ایک انتہائی اہم فریضہ ہے کیونکہ اسلحہ کے بغیر فوج ٹین کے سپاہیوں کا مجمع بن کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا ان کا یہی مشورہ ہے کہ سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو اپنا کام مکمل کرنے تک برقرار رکھا جائے اور بہتری اسی میں ہے کہ اس کو بند کرنے کے بجائے دونوں حکومتیں سپریم کمانڈر کے صدر دفتر سے مکمل تعاون کریں۔ جہاں تک پاکستان کا سوال ہے تو اس نے پہلے بھی مکمل تعاون کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

صدر نے کہا کہ اس میٹنگ میں آنے سے پہلے انہوں نے تصوّر بھی نہیں کیا تھا کہ یہاں اس طرح کا تعطّل پیدا ہو جائے گا کیونکہ مسٹر جناح نے فلسفیانہ انداز میں آکنِلک کے بیان کو منظور کر لیا تھا۔[۲] ان کی نظر میں مشترکہ دفاعی کونسل اس تعطّل کو حل کرنے کیلئے موزوں نہیں ہے۔ لہٰذا اس سوال کو دونوں ممالک کی کابیناؤں کو واپس بھیج دینا چاہئے اور ملک معظّم کی حکومت کو بھی جو برطانوی افسروں کی وجہ سے اس میں شامل ہے۔

کونسل نے ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو دعوت دی کہ وہ اس میٹنگ کی بحث کی روشنی میں اپنی کابینہ میں سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کے مستقبل پر غور کریں اور یہ کہ اس بارے میں حکومتِ برطانیہ سے بھی مشورہ کیا جائے گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۸۲ کا انکلوژر ۲

۲۔ آکنِلک نے ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم سے ملاقات کے دوران اپنے نوٹ کا ذکر کیا جس میں انہوں نے سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو بند کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ قائد نے جواب دیا ''قسمت''۔ مَیں اچھا تو نہیں سمجھتا لیکن ہمیں شدنی کے آگے جھکنا ہی پڑے گا۔

۳۴

جواہر لال نہرو بنام لیاقت علی خاں[1]

(تار۔ بصیغۂ راز)

نئی دہلی

۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مشترکہ دفاعی کونسل کے صدر نے مطلع کیا ہے کہ ۱۶ اکتوبر کو میٹنگ میں جب سپریم کمانڈر کی دستاویز پر غور کیا جا رہا تھا جس میں انہوں نے اپنے صدر دفتر کو ۳۰ نومبر کو بند کرنے کی سفارش کی تھی تو اس معاملے میں مکمل تعطّل اس طرح پیدا ہو گیا کہ ہندوستان کے نمائندوں نے سپریم کمانڈر کی تجویز کی حمایت کی اور پاکستان کے نمائندوں نے مخالفت۔ صدر نے مجھے آگاہ کیا کہ کونسل نے ہندوستان کی کابینہ کو دعوت دی ہے کہ وہ تعطّل کے مسئلے پر غور کرے۔ چنانچہ ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں مشترکہ دفاعی کونسل کی ۱۶ اکتوبر کی میٹنگ کی روداد پر غور کیا گیا۔ سردار بلدیو سنگھ اور مسٹر گوپال سوامی آئینگر نے ہمیں آنکھوں دیکھا حال بتایا۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ ۳۰ نومبر کو سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کے بند ہونے پر آپ کو دو اعتراض ہیں:

الف۔ انتقالِ اقتدار سے پہلے دونوں حکومتوں کے درمیان ایک ایسے نظام کی تشکیل پر اتفاق ہوا تھا کہ جو مسلّح افواج کو مکمل طریقے سے تقسیم کر دے لیکن اس کام کی تکمیل سے پہلے ہی اسے فارغ کیا جا رہا ہے۔

ب۔ اس طرح کی کنارہ کشی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دونوں حکومتوں کو اس کا یقین نہیں ہوگا کہ جس دوسرے ملک میں فوجی ساز و سامان موجود ہے اس میں سے متعلقہ ملک کو اس کا جائز حصہ ملا بھی کہ نہیں۔

(الف) کے بارے میں مَیں اور میری کابینہ کا یہ خیال ہے کہ جس وقت مسلّح افواج کی تنظیمِ نو اور تقسیم کا بیشتر کام مکمل ہو جائے تو سپریم کمانڈر ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ اس نظام کو اس کی طے شدہ تاریخ تک برقرار رکھا جا سکتا ہے یا نہیں۔ ہندوستانی کابینہ کو پختہ یقین ہے کہ سپریم کمانڈر

کی یہ تجویز درست ہے کہ جس وقت تمام بڑے دستوں کی نقل مکانی مکمل ہو جائے تو صدر دفتر بند کر دینا چاہئے کیونکہ اس میں ایک فیلڈ مارشل، ایک سپریم کمانڈر، ایک لیفٹننٹ جنرل، ایک ائیر مارشل اور وائس ایڈمرل بطور ڈپٹی سپریم کمانڈر اور دیگر افسران شامل ہیں ورنہ ہمیں ایک ایسی غیر معمولی صورتِ حال کا سامنا ہوگا جس میں دونوں ملکوں کے فوجی ساز و سامان اور برطانوی افسروں کی دیکھ بھال کیلئے سینئر افسروں کی تعداد ان افسروں سے زیادہ ہوگی جو دونوں ممالک کی مسلّح افواج کے صدر دفاتر میں اس وقت تعینات ہیں۔

جہاں تک (ب) کا تعلق ہے تو ہندوستانی کابینہ کی رائے یہ ہے کہ آپ کے اعتراض کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا نظام تشکیل دیا جائے جس کے تحت جو فوجی ساز و سامان مشترکہ دفاعی کونسل دونوں ممالک کو تفویض کرے وہ ان تک یقینی طور پر پہنچ جائے۔ کابینہ نے یہ بات ملحوظ رکھی ہے کہ جو وزراء مشترکہ دفاعی کونسل کی ۱۶ اکتوبر کی میٹنگ میں اس کی نمائندگی کر رہے تھے انہوں نے یقین دلایا ہے کہ فوجی ساز و سامان میں پاکستان کا جو حصہ ہندوستان میں موجود ہے وہ اسے بھیج دیا جائے گا۔ ہندوستانی کابینہ اس یقین دہانی کی مکمل طور پر توثیق کرتی ہے۔ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی کابینہ بھی یہی یقین دلائے گی۔ ہندوستانی کابینہ نے مزید تجویز پیش کی ہے کہ سپریم کمانڈر سے کہا جائے کہ دونوں ملکوں میں جو فوجی ساز و سامان ان کی تحویل میں ہے اس کی دوہری فہرستیں بہم پہنچا دیں۔ ان کا صدر دفتر بند ہونے سے پہلے ہی اس ملک کی حکومت کو ایک فہرست پہنچا دی جائے۔

آخر میں کابینہ نے مشترکہ دفاعی کونسل کے صدر کی اس تجویز پر صاد کیا کہ ہر ایک ملک کی فوج کے کمانڈر انچیف کو مشترکہ دفاعی کونسل کا مستقل رکن بن جانا چاہئے اور یہ کہ وہ لوگ مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کمیٹی کی جگہ ایک بین المملکی کمیٹی تشکیل دیں جو مناسب فوجی ساز و سامان کی منتقلی کا انتظام کرے اور مسلّح افواج کی تقسیم اور تنظیمِ نو کے باقی ماندہ معاملات کو اختتام تک پہنچائے۔ وہ اپنی پیش رفت کی رپورٹ مشترکہ دفاعی کونسل کو ہر نیم ماہی میٹنگ میں دیا کریں گے۔

حکومتِ ہندوستان کے خیال میں سپریم کمانڈر کی دستاویز میں جن حالات کی وضاحت کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقسیم کے عمل کو مکمل کرنے کیلئے بین الملکی کمیٹی ہی بہترین حل ہے۔ برطانوی افراد کی نگہداشت کیلئے جو انتظامات تجویز کئے گئے ہیں ان کی منظوری حکومتِ برطانیہ سے آنے پر حکومتِ ہندوستان سپریم کمانڈر کو مطلع کرے گی کہ اسے ان کی تجویز قبول ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۸۹

۳.۵

لیاقت علی خاں بنام جواہر لال نہرو

(تار۔ بصیغۂ راز/فوری)

(اقتباس)

لاہور

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء تک سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنے سے متعلق آپ کا ۱۹ اکتوبر کا تار موصول ہو گیا لیکن ۱۶ اکتوبر کو مشترکہ دفاعی کونسل کی منعقدہ میٹنگ کی عبوری روداد ابھی نہیں ملی۔

آپ کے تار سے ان وجوہات کا غلط اور گمراہ کن تاثر ملتا ہے جن کی بناء پر سپریم کمانڈر نے اپنا صدر دفتر بند کرنے کی سفارش کی تھی اور نتیجتاً حکومتِ پاکستان نے اس پر اعتراض کیا تھا۔ سپریم کمانڈر نے مشترکہ دفاعی کونسل کیلئے اپنی دستاویز میں اشارتاً اور مشترکہ دفاعی کونسل کی ۱۶ اکتوبر کی میٹنگ میں صاف الفاظ میں کہا تھا کہ وہ صدر دفتر بند کرنے کی سفارش اس لئے کر رہے ہیں کہ دہلی میں معاندانہ ماحول سے انہیں اور ان کے افسروں کو اپنے فرائض انجام دینا ناممکن

ہوگیا ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ انہوں نے اپنا کام ختم کرلیا ہے بلکہ اگر انہیں مکمل تعاون کا یقین ہوتو ان کی سفارش یہ ہوگی کہ کام مکمل ہونے تک صدر دفتر کو برقرار رکھا جائے۔ پاکستان کے وزیرِ دفاع نے مکمل تعاون کا یقین دلایا لیکن حکومتِ ہندوستان کے نمائندوں کی طرف سے ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی گئی۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ سپریم کمانڈر نے ۳۰ نومبر کو اپنا صدر دفتر بند کرنے کی جو سفارش کی ہے اس کی اصل وجہ حکومتِ ہندوستان کا عدم تعاون ہے نہ کہ مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کے بیشتر کام کا اختتام۔

حکومتِ پاکستان کو یقین ہے کہ تنظیمِ نو کا کام مسلّح افواج سمیت حتمی طور پر مکمل ہونے میں کافی وقت لگے گا اگرچہ امید ہے کہ بڑے دستوں کی نقل مکانی ۳۰ نومبر سے پہلے ہی ختم ہو جائے گی۔ انتظامی دستے جو مسلّح افواج کا لازمی حصہ ہوتے ہیں ان کی تنظیمِ نو کا کام ابھی مکمل ہونا ہے اور فوجی ساز وسامان کی تقسیم اور تبادلے کا کام تو شروع بھی نہیں ہوا ہے۔ آرڈ نینس فیکٹریوں کی تنصیبات اور مشینوں کی تقسیم کے متعلق فیصلہ ہونا باقی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کے اہم ترین اصول یعنی فوج کو مناسب ساز وسامان کی فراہمی پر عمل ابھی تک شروع نہیں ہوا ہے۔

یہ بات حکومتِ پاکستان کے ذہن میں ہے کہ حکومتِ ہندوستان نے یقین دلایا ہے کہ ہندوستان میں موجود بیشتر فوجی ساز وسامان میں سے پاکستان کا حصہ اسے بھیج دیا جائے گا۔ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومتِ پاکستان اس معمولی درجے کے ساز وسامان میں سے جو پاکستان میں موجود ہے ہندوستان کا حصہ اس کے حوالے نہ کرے۔

مشترکہ دفاعی کونسل کے صدر کی اس تجویز سے، کہ دونوں ممالک کے کمانڈرز انچیف کو مشترکہ دفاعی کونسل کا مستقل رکن بنایا جائے اور فوجی ساز وسامان کے تبادلے اور دیگر امور کے انتظام کیلئے وہ لوگ مسلّح افواج کی تنظیم نو کمیٹی کی جگہ ایک بین المملکی کمیٹی تشکیل دیں، وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جس کیلئے سپریم کمانڈر کے ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ ایسی کمیٹی جس کے دونوں کمانڈرز انچیف اپنی اپنی حکومتوں کے تابع ہوں گے بہر حال ناروا تنازعات کا شکار ہو کر اپنے

مقصد میں ناکام ہو جائے گی۔ لہٰذا سپریم کمانڈر جیسی ایک مقتدر ہستی کا ہونا ضروری ہے جو براہِ راست کسی حکومت کے تابع نہ ہو۔

حکومتِ پاکستان اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ یہ انتہائی اہم ہے کہ سپریم کمانڈر کے ادارے کو یکم اپریل ۱۹۴۸ء تک برقرار رکھا جائے کیونکہ امید یہی ہے کہ اس وقت تک مسلح افواج کی تنظیمِ نو کا کام مکمل ہو جائے گا، برطانوی افسر اور سپاہی اپنے وطن واپس چلے جائیں گے اور اہم فوجی ساز و سامان تقسیم ہو کر متعلقہ ممالک کو پہنچا دیا جائے گا۔

لیاقت علی خاں

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۱۶

۳۰۶

مشترکہ دفاعی کونسل کی چودھویں میٹنگ کی روداد

(اقتباس)

نئی دہلی

۸ نومبر ۱۹۴۷ء

سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنا

اس میٹنگ میں برطانیہ کے دولتِ مشترکہ تعلقات کے سیکرٹری آف اسٹیٹ کے تار پر غور کیا گیا۔ اس تار میں درج تھا کہ جس صورتِ حال کا سامنا ہے اور سپریم کمانڈر کی عرضداشت کے پیشِ نظر ملک معظّم کی حکومت تردّد کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ سپریم کمانڈر کے صدر دفتر سے سپریم کمانڈر سمیت تمام برطانوی افسروں اور سپاہیوں کو واپس بلا لیا جائے۔ اس کے [illegible] میں سپریم کمانڈر کا صدر دفتر از خود ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو بند ہو جائے گا۔

گورنر جنرل نے کہا کہ انہیں افسوس ہے کہ اس موضوع پر نزاع پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی

اپنی رائے یہ ہے کہ ۳۰ نومبر کو سپریم کمانڈر کے دفتر کا بند ہو جانا ہی صحیح حل ہے۔ ان کے خیال میں ہندوستانی کابینہ کی اس متفقہ یقین دہانی سے کہ فوجی ساز و سامان میں پاکستان کا حصہ اس کو پہنچ جائے گا، پاکستان کا بنیادی اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

پاکستان کے وزیرِ مواصلات نے کہا کہ پاکستان کے حق میں یہ فیصلہ غیر منصفانہ ہے۔ سپریم کمانڈر کا صدر دفتر مسلّح افواج کی تنظیمِ نو کیلئے تشکیل دیا گیا تھا۔ یہ عمل ابھی مکمل نہیں ہوا ہے اور فوجی ساز و سامان کی منتقلی بالکل ابتدائی مراحل میں ہے۔ لہٰذا وہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ۳۰ نومبر کو سپریم کمانڈر کے صدر دفتر کو بند کرنے کے فیصلے میں پاکستان فریق نہیں ہے۔ اس کے باوجود کہ پاکستان کے نقطۂ نظر کو بار بار گوش گزار کیا گیا تھا یہ فیصلہ اس کی منظوری کے بغیر صادر کیا گیا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۸۰

۴

قبائلی علاقوں اور ریاستوں کے معاملات

۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو راولپنڈی کے سرکٹ ہاؤس میں منعقدہ وزیرِ دفاع کی میٹنگ کی یادداشت[1]

راولپنڈی

۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

شرکاء

لیاقت علی خاں۔ وزیرِ دفاع (صدر) — گورنر صوبۂ سرحد

کمانڈر انچیف افواجِ پاکستان — وزیرِ اعلیٰ صوبۂ سرحد

محمد علی۔ سیکرٹری جنرل۔ حکومتِ پاکستان — لفٹننٹ کرنل اسکندر مرزا۔ سیکرٹری دفاع

مسٹر شاہ۔ صوبۂ سرحد — ایس آئی حق۔ ڈپٹی سیکرٹری دفاع

بریگیڈیئر جے ایف آر فورمین۔ سیکرٹری

۲۔ وزیرستان سے فوج کی مراجعت (Withdrawal)

گورنر صوبۂ سرحد نے کہا کہ یہ مراجعت سرحد کی عمومی پالیسی کے عین مطابق ہے اور فوج کی سلامتی کیلئے ضروری بھی۔ وہاں فوج رکھنے کا اصل مقصد محسودوں پر قابو پانا تھا جس کی اب ضرورت نہیں رہی۔ ان کے خیال میں فوج کے انخلاء سے قبائل پر ہمارا اثر ورسوخ کم نہیں ہوگا بلکہ اس کی وجہ سے وہاں سکون پیدا ہو جائے گا، تاہم بندوبست شدہ (Settled) اضلاع میں ہمیں مستحکم رہنا چاہئے۔

سرحد کے وزیراعلیٰ نے مراجعت پر اتفاق تو کیا لیکن ساتھ ہی اس خدشے کا بھی اظہار کیا کہ آیا یہ کارروائی اس وقت مناسب رہے گی۔ انہیں اندیشہ تھا کہ فقیر اپی اور سرخ پوش اسے کمزوری سمجھ کر کہیں گڑ بڑ نہ پھیلانے لگیں اور ان کی نظر میں اسکاؤٹس اور خاصہ داروں کی وفاداری بھی مشکوک تھی۔ کمانڈر انچیف نے کہا کہ خالصتاً فوجی نقطۂ نظر سے جلد انخلاء ضروری ہے۔ اس وقت فوجی قلعہ بند ہیں افسروں کی کمی ہے اور مشقیں بھی مناسب طریقے سے نہیں کی جاسکتیں۔ اس نئے بندوبست سے فوج یقیناً مضبوط ہو جائے گی۔

مسٹر شاہ نے بھی فوج کی مراجعت سے اتفاق کیا۔ اب فیصلہ یہ کرنا تھا کہ یہ کارروائی کب اور کیسے کی جائے۔ ان کے خیال میں یہ ضروری ہے کہ پہلے نئے بندوبست کو اچھی طرح جانچ لیا جائے مثلاً سرحد کی ریاستوں اور قبائل سے معاہدے اور سمجھوتے کر لئے جائیں۔

وزیرِ دفاع نے پوچھا کہ انخلاء کیلئے سال کا کونسا وقت مناسب ہوگا۔ گورنر سرحد اور کمانڈر انچیف اس پر متفق تھے کہ موسم سرما اس عمل کیلئے بہتر ہوگا اور اگر ممکن ہو سکے تو دسمبر میں خراب موسم کی ابتداء سے پہلے ہی یہ کارروائی مکمل کر لی جائے۔

۳۔ ریاستوں اور قبائل کے ساتھ معاہدے اور سمجھوتے

۱۔ گورنر صوبۂ سرحد نے پچھلے برسوں میں حکومت اور سرحد کی ریاستوں کے درمیان تعلقات کا جائزہ لیا۔ انہوں نے چترال اور کشمیر کے تعلقات میں پیچیدگی اور دیر اور سوات کے درمیان عناد کا ذکر کیا۔ ان کے خیال میں جو معاہدے بھی ہوں ان کی ہیئت سادہ ہونی چاہئے۔

وزیرِ دفاع نے کہا کہ معاہدے کی بنیادی شرط یہ ہونی چاہئے کہ مرکزی حکومت امورِ خارجہ، دفاع اور مواصلات کی ذمّہ دار ہوگی۔ باقی سارے معاملات ریاست خود نمٹائے گی۔ تاہم ایک ریاست اپنی مرضی سے کوئی اور شعبہ بھی مرکزی حکومت کے سپرد کر سکتی ہے۔ اس کے بدلے میں ریاستوں پر یہ فرض عائد ہوگا کہ وہ پاکستان کے دفاع میں برابر کی شریک ہوں۔ ان کی خواہش کے مطابق معاہدے کی ہیئت ایسی ہونی چاہئے کہ ریاستیں خود کو پاکستان کا لازمی جزو

سمجھیں۔ دستور ساز اسمبلی میں یا آئندہ دستور میں ان کی نمائندگی کا ذکر موجودہ معاہدے میں نہیں ہونا چاہئے۔ اس مسئلے کا بعد میں تصفیہ کیا جائے گا۔ ان کی مرضی نہیں تھی کہ چترال کے معاہدے کو آخری شکل دی جائے تا آنکہ وہ چترال پر کشمیر کے اقتدارِ اعلیٰ سے متعلق قانونی مشورہ نہ لے لیں۔

۲۔ وزیرِ دفاع نے پھر قبائل کے ساتھ تعلقات کا ذکر کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ قبائل اور حکومت کے مابین تعلقات موجودہ وقت سے کہیں قریب تر ہونے چاہئیں۔ ان کی نظر میں اس کے تین متبادل طریقے ہیں:

الف: یہ کہ قبائل کو بندوبست شدہ اضلاع میں شامل کر دیا جائے۔ ان کے خیال میں اس وقت یہ ناممکن ہے۔

ب۔ وفاق۔ یہ خطرناک ہے اور شاید قابلِ عمل بھی نہیں ہے۔

ج۔ موجودہ نظام کو اسی طرح چلنے دیا جائے لیکن حکومت کے ساتھ مضبوط تر تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی جائے اور انہیں اس فرض سے آگاہ کیا جائے کہ جب ان سے کہا جائے تو وہ پاکستان کے دفاع میں شرکت کریں۔

گورنر صوبۂ سرحد کا خیال تھا کہ تیسرا متبادل طریقہ قابلِ عمل ہے بشرطیکہ موجودہ الاؤنس اور خاصہ داری برقرار رکھے جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ اب پاکستان میں ایک اسلامی حکومت قائم ہے اور وزیرستان سے فوج کا انخلاء ہو رہا ہے تو یہ دونوں امور قبائل اور حکومت کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

صوبۂ سرحد کے وزیر اعلیٰ نے فوج میں قبائلیوں کی زیادہ نمائندگی کا سوال اٹھایا اور اس موضوع پر خاصی بحث بھی ہوئی۔ گورنر نے بتایا کہ سول آرمڈ فورس اور فرنٹیئر کانسٹبلری میں قبائلی بڑی تعداد میں پہلے ہی بھرتی ہوئے ہیں۔ تاہم ان کا خیال تھا اور کمانڈر انچیف نے بھی اتفاق کیا کہ فوج میں بھی ان کی بھرتی بتدریج بڑھنی چاہئے۔ گورنر

صوبۂ سرحد نے کہا کہ ان کے خیال میں قبائل کے ساتھ جو معاہدے کئے جائیں وہ طویل دستخط طلب دستاویزات کی شکل میں نہ ہوں بلکہ ان کی ہیئت انتہائی سادہ ہو اور ان کی منظوری جرگے میں دی جائے۔

۴۔وزیرستان سے مراجعت کیلئے مذاکرات اوراس کے اعلان کے اوقات

کافی بحث مباحثے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ وزیرستان کو چھوڑ کر باقی تمام ریاستوں اور قبیلوں سے گورنر سرحد فوراً معاہدوں پر مذاکرات شروع کر دیں۔ جب وقت کے ساتھ ساتھ ان معاہدوں کے نتائج وزیرستان میں محسوس کئے جائیں گے تو اس وقت گورنر بذاتِ خود پورے جرگے میں وزیرستان سے ہماری فوج کی مراجعت کا اعلان کر دیں۔ اس کام کی اندازاً تاریخ تقریباً ایک مہینہ کے اندر ہوگی۔ اس کے بعد فوجی منصوبے کے تحت وزیرستان سے واپسی شروع ہو جائے گی جو تقریباً چند ماہ میں مکمل ہوگی۔ حتمی معاہدوں کی توثیق اور تمام ریاستوں اور قبیلوں کے نمائندوں سے ملنے کیلئے قائداعظم کا پشاور کا دورہ شروع دسمبر سے پہلے ممکن نہیں ہے۔

۵۔دیگر نکات

۱۔ وزیرستان سے انخلاء شروع ہونے سے کچھ پہلے افغان حکومت کو ہمارے ارادے کی اطلاع دیدی جائے۔

۲۔ وزیرستان کی شاہراہوں کو تجارت، پولیٹکل افسروں کی آمدورفت اور ممکنہ فوجی نقل و حمل کیلئے کھلا رکھا جائے۔

۳۔ رزمک میں عمارتیں اور اسکاؤٹ کی چوکیاں برقرار رکھی جائیں۔

۴۔ اس مسئلے پر مفصّل گفتگو ہوئی کہ آیا قبائل اور حکومت کے درمیان تعلقات موجودہ ڈگر پر چلتے رہیں یا صوبائی حکومت کے ذریعے سے—تصفیہ یہ ہوا کہ اس کا فیصلہ آئندہ کیلئے چھوڑ دیا جائے۔

۵۔ **مالاکنڈ لیویز:**- گورنر صوبۂ سرحد نے کہا کہ وہ قبائلی علاقوں کے ریذیڈنٹ اور

متعلقہ پولیٹکل ایجنٹ سے مزید مشورے کے بعد اس کے بارے میں حکومتِ پاکستان کو مطلع کریں گے۔

۶۔ ٹھل میں ٹوچی اسکاؤٹس:- اس پر اتفاقِ رائے ہوا کہ بالائی ٹوچی کی چوکیوں سے انخلاء کے بعد جو ٹوچی اسکاؤٹس فارغ ہوں گے انہیں ٹھل میں تعینات کر دیا جائے تا کہ وہاں سے محافظ فوج کو فراغت مل سکے۔

۷۔ فقیر اپی سے متعلق اعلان:- طے ہوا کہ جس وقت وزیرستان سے فوجوں کی مراجعت کا اعلان ہو تو اسی وقت یہ اعلان بھی جاری کر دیا جائے۔

۸۔ غلزئی یلغار:- گورنر صوبۂ سرحد نے ان اقدامات کی وضاحت کی جو وہ ان یلغاروں کی تعداد اور غلزئیوں کی نقل و حرکت پر قابو رکھنے کیلئے کر رہے ہیں۔ فیصلہ کیا گیا کہ ان حقائق کو قبائلی ذرائع سے غلزئیوں تک پہنچا دیا جائے۔

۹۔ وزیرستان سے مراجعت کے اعلان کا مسودہ:-[۲] اس پر گفت و شنید ہوئی اور وزیرِ دفاع نے چند ترامیم منظور کیں۔ طے ہوا کہ یہ بات واضح کر دی جائے کہ الاؤنس وغیرہ غیر معینہ مدت کیلئے منظور نہیں کئے جا سکتے۔

۶۔ وزیرِ اعلیٰ صوبۂ سرحد کے پیش کردہ نکات

الف۔ مالیات:- وزیرِ اعلیٰ نے آمدنی کی غیر تسلی بخش صورتِ حال اور مہاجرین کی دیکھ بھال پر اور شہری ہنگاموں کے سبب جیلوں کے غیر معمولی اخراجات کا ذکر کیا۔

ب۔ اشیاء خوردنی:- وزیرِ اعلیٰ نے ہزارہ اور خود پشاور میں قلت کا تذکرہ کیا۔ وزیرِ دفاع اور سیکرٹری جنرل نے ان سے کہا کہ وہ کل یعنی ۳ اکتوبر کی صبح کو پورے حقائق تحریری شکل میں پیش کر دیں۔

ج۔ تارکین وطن کا انخلاء:- وزیر دفاع نے کہا کہ جو بارہ مہاجرین کی ریل گاڑیاں ہندوستان سے عنقریب آنے والی ہیں ان میں سے چار وہ پشاور

بھیج دیں گے تا کہ ان دس ہزار تارکین وطن کو، جو صوبۂ سرحد سے نکلنا چاہتے ہیں، منتقل کیا جا سکے۔

جے ایف آر فورمین

بریگیڈیئر،

سیکرٹری

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۴

۲۔ جناح پیپرز جلد پنجم۔ دستاویز نمبر ۲۸۲ کے انکلوژر ۳ کا انیکشر

۵

صوبوں کے سیاسی وانتظامی معاملات

۵.۱

اسداللہ بنام محمد علی جناح[1]

۶۔سرت چندرا چکرورتی روڈ،
(مہوتلی) ڈھاکہ
۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں مسلمانوں کا قتل عام روز کا معمول ہو گیا ہے۔ مشرقی پنجاب اور دیسی ریاستوں میں لاکھوں مسلمان لاپتہ ہیں۔ لاکھوں لوگ اپنی سلامتی کیلئے اپنا گھر بار چھوڑ چکے ہیں یا چھوڑ رہے ہیں۔ ریل گاڑیوں میں مسلمانوں پر حملے مسلسل جاری ہیں۔ مہاجرین کے قافلوں پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ ایک سال کے اندر کلکتہ کے مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر فسادات اور کشت و خون کا سامنا کرنا پڑا ہے اور اسی طرح کے ہولناک واقعات کا بھی خطرہ ہے۔ اقلیتی صوبوں میں مسلمانوں کو پریشان کیا جا رہا ہے اور ان کی بے عزتی کی جا رہی ہے اور انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ چلے جائیں۔

ہم آپ کی توجہ ذیل کے نکات کی جانب مبذول کرانا چاہتے ہیں:

ا۔ مشرقی پاکستان کو فوج کی فراہمی

(۱)۔ ریڈکلف ایوارڈ نے کوئی قدرتی سرحد فراہم نہیں کی

(۲)۔ مشرقی بنگال سے ہندوؤں کا خاموش مگر تسلسل کے ساتھ انخلاء ایک باقاعدہ منصوبے اور لائحہ عمل کے ساتھ

(۳)۔مشرقی پاکستان کے قریب نیپال کا وجود۔ایک مہیب خطرہ

(۴)۔جنگ کے حق میں گاندھی جی کا درپردہ حوالہ

(۵)۔مشرقی پاکستان کے قریبی مقامات پر ہندوؤں اور سکھوں کا اجتماع

(٦)۔مشرقی پاکستان میں غداروں اور تخریب کاروں کی بڑھتی ہوئی تعداد۔ اطلاعات کے مطابق وہ ہندوؤں کی رہنمائی میں سرگرمِ عمل ہیں۔

مستقبل قریب میں ہمیں ہنگامہ آرائی کا خدشہ ہے۔لہٰذا تجویز ہے کہ:

الف۔مشرقی پاکستان میں فوجی قلعہ بندی کا فوراً انتظام کیا جائے۔سابق فوجیوں، مسلم نیشنل گارڈز، سوک گارڈز (Civic Guards)، ہوم گارڈز اور یوٹی سی (U.T.C.) وغیرہ سے رنگروٹ بھرتی کئے جائیں۔

ب۔تمام سرحدوں پر مثلاً سلہٹ، کومیلا، رنگپور، دیناجپور، نادیا، جیسور اور کھلنا میں فوج تعینات کی جائے۔یہ کام بہت ضروری اور فوری نوعیت کا ہے۔جنیدا کے راستے جیسور اور چوآڈنگا (Chuadanga) کے درمیان ریلوے لائن جتنی جلدی ہوسکے بچھادی جائے۔

۲۔مہاجرین کا مسئلہ

الف۔اقلیتی صوبوں سے مشرقی پاکستان میں مسلمانوں کی آمد آہستہ آہستہ مگر تسلسل کے ساتھ شروع ہوگئی ہے۔

ب۔ہندوستان میں عید اور پوجا کے موقع پر ذرا سی بھی گڑبڑ کی صورت میں یہ ہجرت وسیع پیمانے پر شروع ہوجائے گی۔

ج۔مہاجرین کیلئے ابھی تک خوراک اور رہائش کا انتظام نہیں ہوسکا ہے، مشرقی پاکستان میں ان کی آبادکاری تو دور کی بات ہے۔

ہمیں پختہ یقین ہے کہ جب امن قائم ہوجائے گا تو سرمایہ جمع کرنا اور مہاجرین کیلئے انتظام کرنا آسان ہوجائے گا۔تاخیر کا مطلب تباہی ہے اور ہم سوتے ہی رہ جائیں گے لہٰذا یہ

ضروری ہے کہ:

الف۔ مشرقی پاکستان میں قائداعظم ریلیف فنڈ کیلئے صوبائی اور اضلاعی کمیٹیاں فوراً تشکیل دی جائیں۔

ب۔ مہاجرین کو آباد کرنے کیلئے تحصیلِ املاک کے ذریعے یا تحفے کے طور پر زمین حاصل کرنے کا فوری انتظام کیا جائے۔ یہ کام بلا تاخیر شروع ہو جانا چاہئے۔

ہمیں امید ہے کہ جو نکات ہم نے پیش کئے ہیں اور جو تدابیر ہم نے تجویز کی ہیں ان پر غور کرنے کیلئے آپ وقت نکالیں گے۔ ہمیں پوری امید ہے کہ اس ہنگامی اور اہم صورتِ حال کے پیشِ نظر آپ اس معاملے میں ضروری کارروائی کریں گے۔

آپ کا مخلص

اسداللہ

رکن، آل انڈیا مسلم لیگ کونسل

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶۲

۵.۲

اے ڈی ایف ڈنڈاس بنام محمد علی جناح[۱]

(خفیہ)

کوئٹہ

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

آج مَیں نے برنی (Birnie) کو آپ کے دورے کے لائحہ عمل کا خاکہ بھیجا ہے۔[۲] مجھے امید ہے کہ یہ زیادہ تھکا دینے والا نہیں لیکن اگر آپ ضرورت محسوس فرمائیں تو اس میں تخفیف

کر سکتے ہیں بلکہ آپ کو یہ کرنی بھی چاہئے تاہم بلوچستان ایک دور افتادہ حصہ ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس دورے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔

۲۔آپ نے ہمیں چار دن دیے ہیں لیکن قلات کے بکھیڑے کا امکان ہے جس کی وجہ سے مَیں نے اتوار کا دن خالی چھوڑ دیا ہے۔فیل[۳] (Fell) جسے کچھ ادراک ہے کہ ہز ہائنس کا ذہن کس رخ کام کر رہا ہے اس کا خیال ہے کہ اگر آپ ریاستِ قلات چلے جائیں مثال کے طور پر مستونگ میں ظہرانے کیلئے (جو کوئٹہ سے موٹر کے ذریعے پچاس منٹ کا راستہ ہے) تو قوی امکان ہے کہ معاملہ فوری الحاق کے حق میں طے پا جائے گا بشرطیکہ ہز ہائنس اپنے علاقے میں یہ فیصلہ کرنے اور اس کا اعلان کرنے پر تیار ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس پر آپ کا ردعمل کیا ہوگا لیکن مَیں نے فیل کو جتا دیا ہے کہ جب تک مجھے یہ پختہ یقین نہ دلا دیا جائے کہ ہز ہائنس کا ارادہ الحاق کرنے کا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کا اعلان کر دیں مَیں اس تجویز کی تائید نہیں کروں گا۔ مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ ہز ہائنس محض یہ چاہیں کہ آپ کو ظہرانے پر بلا کر اس معاملے پر غور کیا جائے اور یا کچھ بھی نہ کیا جائے یا سودا کرنے کوشش کی جائے۔

۳۔مشاورتی کونسل کے بارے میں مَیں نے پولیٹکل ایجنٹوں اور قابلِ اعتماد لوگوں سے گفت وشنید کی ہے۔مجموعی طور پر میری رائے یہی ہے کہ مشاورتی کونسل تین افراد پر مشتمل ہو۔ بعض افراد نے آئینی نوعیت کا صرف ایک مشیر تجویز کیا اور اس عہدے کیلئے ان کے ذہن میں نواب جوگیزئی کا نام تھا لیکن مَیں اس کے حق میں نہیں ہوں۔ہم ایک شخص کو انتظامی اختیار دیے بغیر مشیر نہیں بنا سکتے اور اس مرحلے پر ہم یہ اختیارات دینا بھی نہیں چاہتے۔ دوسرے افراد نے پانچ، دس اور بیس افراد کی کشادہ کونسل کا مشورہ دیا۔اس مرحلے پر یہ بھی پسند نہیں آیا۔اس طرح کی کونسل بالکل قانون ساز اسمبلی جیسی لگے گی جو ہم اس مرحلے پر نہیں چاہتے۔دوسری صورت میں یہ ایک تخفیف شدہ شاہی جرگہ لگے گا اور شاہی جرگے کی بالادستی اور وقار کو ٹھیس لگے گی اور اس مرحلے پر ہم شاہی جرگے کے بغیر کام نہیں کر سکتے۔

۴۔اس کے بعد یہ مشکل مسئلہ درپیش ہے کہ وہ تین افراد کون ہوں گے۔جن لوگوں سے مَیں نے مشورہ کیا تھا ان میں سے ہر شخص نے فوراً نواب جوگیزئی کا نام لیا جو اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں اور نہ کوئی اور شخص ان کے کردار، ان کے اثر ورسوخ اور ان کے مرتبے کا ہم پلّہ ہے۔ چونکہ وہ پٹھان ہیں لہٰذا دوسرا سردار بلوچ ہونا چاہئے لیکن جیسا کہ جناب کہتے ہیں کہ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک رکن پٹھانوں کی اور دوسرا بلوچیوں کی نمائندگی کرے۔ بلوچیوں میں سب سے ذی اثر آدمی شاید میر ڈوڈا خان ہوں جو اس وقت مری قبیلے کے سربراہ ہیں (مری کا اصلی سردار ۱۸ سالہ نابالغ ہے)۔میرے خیال میں کسی مری یا بگٹی کا تقرر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ان علاقوں کا نظم ونسق باقی بلوچستان کی طرح اسلئے کبھی نہیں ہوا کہ یہ علاقے ہمیشہ سے نیم آزاد تصوّر کیے جاتے ہیں۔اگر اس میں کوئی الجھن نہیں تو میری پسند رئیسانی کے نواب سراسداللہ خان ہیں جن کا سب لوگ احترام کرتے اور ان پر اعتماد کرتے ہیں۔لیکن اس میں کچھ دشواریاں ہیں۔اولاً یہ کہ وہ قلات کے سردار ہیں اگرچہ یہ کہ وہ سندھ کے بھی سردار ہیں اور کوئٹہ میں ایک جائیداد کے مالک ہیں۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس عمل سے یہ ظاہر ہوگا کہ قلات کا انتظامیہ کے ساتھ تعلق ہے تاہم ایک بات یقینی ہے کہ خان کی منظوری کے بغیر نواب رئیسانی کو مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ایک مزید دشواری نواب کا خطاب ہے۔ مجھے اس بات کا بالکل علم نہیں ہے کہ اگر انہیں یہ عہدہ پیش کیا جائے تو آیا وہ منظور بھی کریں گے۔مَیں نے اس بارے میں ان کا عندیہ معلوم کرنے کی کوشش بھی نہیں کی ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اگر بلوچستان میں انتخابات ہوئے تو وہ بطور امیدوار کھڑے ہوں گے اور لگتا ہے کہ وہ ایسا ضرور کریں گے۔

۵۔اگر نواب رئیسانی اور مری کے سربراہ دونوں کو خارج کر دیا جائے تو اگلے موزوں ترین شخص نصیر آباد تحصیل کے رستم خان جمالی ہیں۔ان سے مَیں ابھی تک ملا نہیں ہوں مگر سارے پولیٹکل ایجنٹوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر نواب رئیسانی اور میر ڈوڈا خان کا تقرر نہ ہوا اور میرا ذاتی خیال ہے کہ موخرالذکر کا تقرر نہیں ہونا چاہئے تو رستم خان ہی بارسوخ سردار باقی رہ جاتے ہیں۔سچ

تو یہ ہے کہ نواب جوگیزئی اورنواب رئیسانی کے علاوہ بلوچستان میں بحیثیت مجموعی کوئی اور (موزوں) شخصیت نہیں ہے۔

۶۔ ہم سب کو اس پر اتفاق ہے کہ سرداروں کے علاوہ کوئٹہ میونسپلٹی کے نائب صدر ہی کا تقرر ہونا چاہئے۔ یہاں انتخابی عنصر آ جاتا ہے۔ نائب صدر کو دو مرتبہ منتخب کیا جاتا ہے۔ پہلے اپنے حلقے میں کمیٹی کے رکن کے طور پر، دوسری مرتبہ کمیٹی بطور نائب صدر انتخاب کرتی ہے۔ فی الحال اس عہدے پر ایک بوہرہ مسلمان سیٹھ فدا علی فائز ہیں۔ یہ ایک اہم تاجر ہیں جن کا کاروبار کوئٹہ میں اور کوئٹہ سے باہر پھیلا ہوا ہے اور یہ ایک باعزت اور بارسوخ شخص ہیں۔

۶ (الف)۔ اس تجویز پر بھی گفتگو ہوئی کہ سرکاری سفارشات کو منظور کرنے کے بجائے جناب عالی شاہی جرگے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دو نام نامزدگی کیلئے پیش کرے۔ اس تجویز میں کچھ جان ہے اور مَیں اس کے خلاف نہیں ہوں۔ تاہم میرے خیال میں یہ عمل ایک ایسی مشاورتی کونسل کے ساتھ میل نہیں کھاتا جس کے پاس انتظامی اختیارات نہیں ہوں گے۔ میرا خیال ہے کہ جب تک ہم اختیار دینے پر تیار نہ ہوں اس وقت تک انتخاب کے اصول کو درمیان میں نہیں لانا چاہئے۔ ماضی میں یہ کام تسلی بخش طریقے سے نہیں ہوا تھا جیسا کہ ضلعی بورڈوں، قانون ساز اسمبلیوں، کونسلوں وغیرہ کی کارکردگی سے ظاہر ہوتا ہے جن میں نامزدگان کی اکثریت تھی۔ میونسپلٹی کے نائب صدر کو مشاورتی کونسل میں شامل کرنے سے اس اصول کی خلاف ورزی نہیں ہوگی کہ گو ان کا انتخاب ہوا تھا لیکن وہ اس مخصوص ادارے کیلئے منتخب نہیں ہوئے تھے۔

۷۔ خلاصتاً میری سفارش یہ ہے کہ کونسل حسبِ ذیل تین اشخاص پر مشتمل ہو:

۱۔ نواب جوگیزئی ۲۔ نواب رئیسانی۔ میر ڈوڈا خان یا رستم خان جمالی ۳۔ سیٹھ فدا علی، نائب صدر کوئٹہ میونسپلٹی

مجھے افسوس ہے کہ جناب عالی کے انتخاب کیلئے مَیں مزید نام پیش نہ کر سکا لیکن مذکورہ

بالا پہلے دو حضرات کے علاوہ پورے بلوچستان میں اور کوئی (موزوں) شخصیت نہیں ہے۔

آپ کا مخلص

اے ڈی ایف ڈنڈاس

ایجنٹ برائے گورنر جنرل اور چیف کمشنر، بلوچستان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۱۷

۲۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۱۸ کا انکلوژر

۳۔ ڈی وائی فیل (D.Y.Fell)، خارجہ سیکرٹری، ریاست قلات

۵.۳

میر قادر بخش خان بنام محمد علی جناح[1]

کوئٹہ

۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء

جنابِ عالی

ہم بلوچستان صوبائی مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کے ارکان عجز و ادب سے فضیلت مآب کی خدمت میں مندرجہ ذیل سطور ملاحظے اور ہمدردانہ توجہ کیلئے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ بلوچستان تین اہم حصوں میں تقسیم ہے:

الف۔ برطانوی بلوچستان، جس کا رقبہ ۹۴۷۶ مربع میل اُن علاقوں پر مشتمل ہے جو ۱۸۹۷ء کے معاہدے کے تحت برطانوی حکومت کو سپرد کئے گئے تھے۔

ب۔ ایجنسی کے علاقے، جن کا رقبہ ۴۴۳۴۵ مربع میل ہے اور جسے وقتاً فوقتاً پٹّے پر یا کسی اور طریقے سے حاصل کر کے براہ راست برطانوی افسروں کے تحت کر دیا گیا تھا۔

ج۔ قلات، خاران اور لسبیلہ کی دیسی ریاستیں، جن کا رقبہ ۷۸۰۳۴ مربع میل ہے۔

۲۔ بلوچستان کے جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔ شمال میں افغانستان اور صوبۂ سرحد،

مغرب میں ایران اور مشرق میں سندھ، پنجاب اور صوبہ سرحد کا ایک حصہ ہے۔

۳۔ بلوچستان کے بیشتر لوگ قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں اور سماجی اور سیاسی طور پر یہ لوگ اپنے سرداروں کے زیر اقتدار ہیں۔ انگریزوں کی آمد سے قبل ظالم اور بدعنوان سرداروں کو معزول کیا جا سکتا تھا لیکن جونہی برطانوی حکومت نے بلوچستان میں اقتدار سنبھالا ان کی پہلی اور اوّلین پالیسی یہ تھی کہ ان قبائلی سرداروں کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ وہ طاقتور ہو کر اپنے اپنے قبیلوں کو قابو میں رکھ سکیں اور لوگوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھ سکیں کہ مبادا وہ متحد ہو کر برطانوی حکومت کے انحطاط کا سبب بن سکیں۔ اس مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے ایک طرف تو الاؤنس دے کر سرداروں کی مدد کی اور دوسری طرف انہیں اپنے عوام کو کچلنے کیلئے آزاد چھوڑ دیا گیا تا کہ اس کے نتیجے میں یہ لوگ سرداروں کے قابو میں رہیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے سرداروں کو فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کی آڑ میں دیوانی اور فوجداری کے اختیارات دے دیے یہاں تک کہ قبائلی لوگ یا عوام سرداروں کے رحم و کرم پر ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیے گئے اور اس طرح یہ سردار انتہائی طاقتور ہو گئے کیونکہ سارے اختیارات ان کے ہاتھوں میں تھے اور لوگوں کے معاملات جرگہ یا معتبروں کی کونسل (Council of Elders) کے ذریعے طے کرائے جاتے ہیں۔ لوگوں کو کچلنے کیلئے سرداروں کی حوصلہ افزائی کی پالیسی سے برطانوی حکومت کو بہت فائدہ پہنچا ہے کیونکہ ان کے لئے محدود تعداد (۴۰ تا ۵۰) کو خوش رکھنا زیادہ آسان تھا۔ اس طریقے سے بلوچستان میں انہوں نے اپنی طاقت کو مضبوط کیا۔ ان سرداروں نے اپنے عوام کو دانستہ ناخواندہ رکھا تا کہ بلوچستان میں کسی قسم کی تعلیم کا رواج نہ ہو کیونکہ اگر لوگ تعلیم یافتہ ہو گئے تو وہ اپنے شہری حقوق اور مراعات کا تقاضہ کرنے لگیں گے۔ ان سرداروں نے جان بوجھ کر اپنے عوام کو اندھیرے میں رکھا تا کہ ناخواندہ عوام پر ان کا اثر و رسوخ کم نہ ہونے پائے اور وہ اپنی عیاشیاں اسی طرح جاری رکھ سکیں۔ اس بارے میں حکومتِ برطانیہ نے سرداروں کی مدد کی کیونکہ وہ اس صوبے کی حربی اہمیت سے بخوبی واقف تھے جو ایران اور افغانستان کے آزاد مسلم ملکوں کی سرحدوں سے جڑا ہوا ہے۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بلوچستان کی تمام تر آبادی مسلمانوں کی ہے اور اگر انہیں تعلیم

سے روشناس کرایا گیا تو اس کا قوی امکان ہے کہ وہ اپنے مسلم بھائیوں سے کسی قسم کا اتحاد کر کے ہندوستان کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔

۴۔ یہ قبائلی سردار اپنے لوگوں سے ہمیشہ بدگمان رہتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کے بااثر افراد مثلاً ملک یا لمبردار شاہی جرگے یا مقامی جرگے کے رکن بنیں کیونکہ اگر کسی خاص قبیلے کے ارکان کی تعداد میں اضافہ ہو جائے تو اسی تناسب سے سرداروں کے رسوخ میں تخفیف ہو جائے گی۔ اس صورت حال کے نتیجے میں اس وقت بھی تقریباً پچاس یا ساٹھ ہزار لوگوں کی قسمت کا فیصلہ ایک فرد کے ہاتھ میں ہے جسے سردار یا نواب کہا جاتا ہے جو تمام اختیارات کا واحد مالک ہے۔

ان سرداروں کا اپنے ناخواندہ عوام پر بہت اثر ہے کیونکہ وہ جرگے میں دیوانی اور فوجداری مقدموں کا فیصلہ کرتے ہیں لہٰذا یہ لوگ سرداروں کے رحم و کرم پر ہیں اور ان کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتے۔ ان کے خلاف ایک لفظ بھی کہنا مہلک ثابت ہوتا ہے۔

۶۔ یہ سردار اپنے لوگوں کی مرضی کے خلاف مندرجہ ذیل ٹیکس وصول کرتے ہیں جو اب ایک روایت اور ایک اَن لکھا قانون بن چکا ہے جسے توڑنے کی جرأت کوئی نہیں کر سکتا:

الف۔ دینو۔ موسمِ بہار میں ہر خاندان سے ایک دودھ دینے والی بکری

ب۔ پُرسی۔ سردار کے خاندان میں کسی کی موت پر ہر خاندان سے ایک بکری/ بکرا

ج۔ بجار۔ سردار کے خاندان میں کسی مرد کی شادی پر ہر خاندان سے ایک بکری/ بکرا

د۔ بار پشت۔ تجارت یا سفر کیلئے سردار کو ہر گلّے سے ایک اونٹ مفت۔ جب کبھی سردار مکان بنانا یا کنواں کھودنا یا کاشتکاری کیلئے جنگل صاف کرانا چاہتا ہے تو ہر خاندان سے ایک مرد بیگار کیلئے چن لیا جاتا ہے۔

متعلقہ قبیلوں میں ان کے منظورِ نظر اور خصوصی نائب مذکورہ بالا ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ جو لوگ یہ ٹیکس ادا نہیں کر سکتے انہیں یا تو برادری سے خارج کر دیا جاتا ہے یا انہیں دوسروں کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے اور جو ان غیر قانونی ٹیکسوں اور سرداروں کے انسانیت سوز طرزِ عمل کے خلاف

آواز اٹھاتا ہے تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا جاتا ہے اور اسے سب کے سامنے پیٹا جاتا ہے۔

۷۔ شادیوں سے پہلے سرداروں سے مشورہ لیا جاتا ہے اور کوئی شادی سرداروں کی اطلاع اور ان کی پیشگی منظوری کے بغیر نہیں ہو سکتی اور اگر کبھی خاندان والے یا رشتہ دار کوئی رشتہ سرداروں کی منظوری کے بغیر جوڑ لیں تو اسے منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ان کی آمدنی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس طرح یہ سردار اپنے قبیلے والوں سے اچھوتوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔

۸۔ یہ ساری مذکورہ بالا برائیاں کچھ تو عوام کی بیداری اور عوام میں تعلیم کے رواج سے اور زیادہ تر مسلم لیگ کی کوششوں سے آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئیں۔ مسلم لیگ نے سب لوگوں کو آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے اکٹھا کر دیا ہے جس سے ناخواندہ عوام میں بھی اپنی منزل کا احساس بیدار ہو گیا ہے اور انہیں بلوچستان صوبائی مسلم لیگ کے صدر قاضی محمد عیسیٰ کی رہنمائی میں متحد کر دیا ہے۔ یہ ان کی پُرخلوص اور مسلسل کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ بلوچستان ہندوستان کی مملکت کا ایک حصہ نہ بن سکا کیونکہ یہ سردار، کانگریس اور برطانوی حکومت پوری کوشش کر رہے تھے کہ مسلم لیگ کو اور بالآخر پاکستان کو کمزور کیا جائے۔

۹۔ قاضی محمد عیسیٰ بار ایٹ لاء کی رہنمائی میں بلوچستان صوبائی مسلم لیگ نے قوم کیلئے حسبِ ذیل گراں قدر خدمات انجام دی ہیں:

الف۔ مسلم لیگ کے مراکز نہ صرف تمام اضلاع میں بلکہ دور افتادہ تحصیلوں میں بھی قائم کر دیے گئے۔

ب۔ عوام کو سرداروں کے چنگل سے نجات دلائی گئی اور سرداروں کی اندھا دھند پیروی کی غلامانہ ذہنیت کو ختم کر دیا گیا۔

ج۔ کانگریس کے جراثیم کو بلوچستان میں پنپنے نہیں دیا گیا جس کے نتیجے میں ۹۹ فیصد آبادی مسلم لیگی ہے۔

د۔ ناخواندہ عوام کے دلوں سے حکومتِ برطانیہ کا خوف دور کر دیا گیا اور عوام میں

آزادی اور مسلم جمعیت سے محبت کا جذبہ پیدا کیا گیا۔

ہ۔ان میں ذمّہ داری اور اعتماد کا احساس پیدا کیا گیا تا کہ وہ حصولِ پاکستان کے لئے ہر قربانی دینے پر تیار رہیں۔

و۔ان میں خود اختیاری حکومت کی شدید خواہش پیدا کر دی گئی۔

۱۰۔نوّے فیصد سردار کانگریس اور برطانوی حکومت کو مضبوط کرنے میں مصروف تھے اور ذیل میں دیے گئے دلائل سے معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کسی قسم کی قربانی نہیں دی تھی:

الف۔کسی سردار نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے پہلے مسلم لیگ کا ٹکٹ نہیں حاصل کیا تھا اور ان میں سے ایک بھی مسلم لیگ کا رکن نہیں تھا۔

ب۔انہوں نے کبھی لیگ کی مالی مدد نہیں کی۔

ج۔زیادہ تر نے کبھی لیگ سے تعاون نہیں کیا۔

د۔انہوں نے ہمارے عزیز مقصد یعنی پاکستان کے حصول کے لئے کوئی قربانی نہیں دی۔

جرگوں کی ساخت

۱۱۔ پچاس میں سے بارہ ہی کو بجا طور پر سردار کہا جا سکتا ہے۔ان کی زیادہ تعداد ایسی ہے جنہیں غیر ملکی حکومت کی خدمات انجام دینے پر یہ اعزاز دیا گیا۔عوام کی خواہش ہے کہ اس نامعقول نظام کو ختم کر دیا جائے۔

اگر حکومتِ پاکستان کچھ اپنے مصالح کی بناء پر یہاں کے عوام کو بالغ رائے دہی کا حق نہیں دینا چاہتی جیسا کہ ملک کے دوسرے صوبوں میں ہے تو ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر گاؤں کو یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ اپنے مَلِکوں کو آزادانہ طور پر منتخب کر سکیں اور یہ مَلِک ضلعی جرگے کے ارکان منتخب کریں اور ضلعی جرگے کے ارکان اپنی باری پر صوبائی جرگے کے ارکان منتخب کریں۔لفظ ''شاہی جرگہ'' ترک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ نام ہی قابلِ نفرت ہے (برطانوی سامراج کی یاد دلاتا ہے)۔

مذکورہ بالا کارروائی کے ساتھ ہی صوبائی مسلم لیگ سے کہا جائے کہ وہ اضلاعی اور صوبائی جرگوں میں اپنے مساوی نمائندے نامزد کرے۔

اس بندوبست سے اگرچہ اضلاعی اور صوبائی جرگوں کے ارکان کی تعداد بڑھ جائے گی لیکن حکومت کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوگا کیونکہ ان ارکان کو کچھ ادا نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں صوبائی جرگے کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ اپنے رہنما منتخب کرے جو حکومت میں وزیر اور مشیر بنیں۔

قبائلی علاقے

۱۲۔ بلوچستان کے قبائلی علاقے محض تکلّف میں قبائلی علاقے کہلاتے ہیں۔ یہ علاقے کسی صورت میں بھی صوبۂ سرحد کے قبائلی علاقوں سے مماثلت نہیں رکھتے۔ صوبۂ سرحد کے قبائلی علاقوں کے برعکس ان کا انتظام باقی بلوچستان ہی کی طرح ہوتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں صوبائی مسلم لیگ کی دانشمندانہ پالیسی کی وجہ سے مسلم لیگ نے اپنے آئین میں یہ شق شامل کر لی تھی کہ قبائلی علاقے بھی برطانوی بلوچستان کا حصہ سمجھے جائیں گے۔ یہ آئین آل انڈیا مسلم لیگ کی منظوری کے بعد نافذ العمل ہو گیا تھا۔ اسی سبب سے مسلم لیگ نے اپنے ارکان کی تعداد میں اضافہ اور قبائلی علاقوں میں اپنے مراکز قائم کرنے شروع کر دیے۔ لہٰذا اگر اب مختلف نوعیت کا برتاؤ کیا گیا تو صوبائی مسلم لیگ کے خیال میں یہ ہمارے نصب العین اور ان لوگوں کے ساتھ غداری ہوگی جو مسلم لیگ کے پشت پناہ رہے ہیں۔

سرداروں کی موجودہ پالیسی

۱۳۔ اپنے ذاتی مفادات کو ترقی دینے کے لئے یہ نام نہاد جرگوں کے ارکان اور سردار بلا تامل لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اور ان پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ ان کے اور مسلم لیگیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے ان لوگوں میں سخت بے چینی اور ناراضگی پھیل رہی ہے جنہوں نے مسلم لیگ کے ساتھ ناتہ جوڑ لیا ہے۔ ان کا امتحان لینے کیلئے صوبائی مسلم لیگ نے پچھلے مہینے شاہی جرگے کے تمام ارکان اور سرداروں کو

اس مضمون کے ذاتی خطوط ارسال کئے کہ یہ جان کر تسلی ہوئی ہے کہ آپ لوگ لیگی ہیں لہٰذا ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کیلئے رکنیت کے فارم پر دستخط کر دیں۔ لیکن کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اس مرحلے پر ہم یہ بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جرگے کے موجودہ ارکان کی زیادہ تعداد اس وقت بھی مسلم لیگ میں شامل ہے اور عوام کا ساتھ دینے کیلئے تیار ہے۔ باقی وہ خودغرض لوگ ہیں جن کے نہ کوئی پیرو ہیں نہ حامی ہیں اور جو اپنی بے رحمی اور بدعنوانی کی وجہ سے بدنام ہیں۔

سردار

۱۴۔ بلوچستان کے سرداروں کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالا تھا کیونکہ سرداروں نے پاکستان کے حق میں ووٹ پاکستان کی محبت میں نہیں ڈالا تھا بلکہ بیدار عوام کے ڈر سے ڈالا تھا جنہوں نے اپنے متعلقہ سربراہوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ پاکستان کے حق میں ووٹ ڈالیں۔ یہ سب کچھ بلوچستان صوبائی مسلم لیگ کی پُرخلوص کوششوں کا نتیجہ تھا۔

قبائلی علاقے

۱۵۔ اگر یہ سردار ریفرنڈم[۲] کی شیخی بگھارتے ہیں تو مسلم لیگ کے ارکان کو بھی فخر ہے کہ جنابِ عالی کی موجودگی میں نئی دہلی میں منعقدہ آل انڈیا کنونشن میں شامل ہو کر ہم نے یہ حلف لیا تھا اور اپنے عہدنامے پر خون سے دستخط کئے تھے کہ پاکستان کی خاطر ہم ہر قربانی دینے پر تیار ہیں۔

الیکشن

۱۶۔ سرداروں کو الیکشن سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خود ان کے مطابق عوام ان کے ساتھ ہیں اور اپنے لوگوں پر ان کا اثر ورسوخ بھی بہت ہے اور ان کی عزت کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس شاید ہمیں یعنی بلوچستان صوبائی مسلم لیگ کے ارکان کو الیکشن کے خلاف احتجاج کرنا چاہئے تھا کیونکہ سرداروں کے بقول مسلم لیگ کا تو عوام میں کوئی اثر ورسوخ ہی نہیں۔

نامزدگی

۱۷۔ چونکہ یہ سردار مقبول نہیں ہیں اور عام لوگوں کا ان پر اعتماد بھی نہیں ہے لہٰذا سردار عام انتخابات سے خوفزدہ ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ ان میں سے کچھ کو نامزد کیا جائے اور انہیں وہ اختیار ملنا چاہئے جو برطانوی حکومت میں تھا تا کہ وہ اپنی کارستانیاں بحال کر سکیں جن کا ذکر پیرا ٦ میں آ چکا ہے۔

ہمارے مطالبات

۱۸۔ بلوچستان صوبائی مسلم لیگ کے ارکان کی فضیلت مآب سے گذارش ہے کہ ہمارے مندرجہ ذیل حق بجانب اور معقول مطالبات پر ہمدردانہ غور کیا جائے:

الف۔ پاکستان کے دوسرے صوبوں کی طرح ہم بھی مجلسِ قانون ساز کی شکل میں ذمّہ دار حکومت چاہتے ہیں۔

ب۔اس مقنّنہ کیلئے نامزدگی کے بجائے عام انتخابات ہونے چاہئیں۔

ج۔سرداری نظام کی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے اور انہیں سارے اختیارات نہیں ملنے چاہئیں کیونکہ یہ بات عوام کے مفادات کے خلاف ہوگی۔

د۔اگر کسی وجہ سے حقِ رائے دہی دینا ممکن نہیں تو جرگوں میں سرداروں کی تقرری کیلئے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو پیرا (۱۱) میں دیا گیا ہے۔

آپ کا نہایت فرمانبردار خادم

(میر قادر بخش خان)

نائب صدر بلوچستان مسلم لیگ

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۲۷

۲۔ ریفرنڈم میں بلوچستان کے شاہی جرگے اور بلدیہ کوئٹہ کے ارکان نے جو رائے شماری کے وقت موجود تھے کسی بحث مباحثے کے بغیر اتفاقِ رائے سے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد سوم۔ اپنڈکس ٦ کی دستاویز نمبر ۱

۵.۴

محبّ الرحمٰن بنام محمد علی جناح[۱]

(اقتباس)

سلہٹ

۱۱دسمبر ۱۹۴۷ء

انتہائی محترم قائداعظم

آپ کی اطلاع کیلئے میں اس خط کے ساتھ مشرقی بنگال کے وزیرِ اعلیٰ کے نام اس یادداشت کی ایک نقل بھیج رہا ہوں جس پر سلہٹ کے رہنماؤں، پروفیسروں، ماہرینِ تعلیم، وکیلوں اور صحافیوں نے دستخط کئے ہیں تا کہ اُردو کو سرکاری زبان اور مشرقی پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے۔ علاوہ ازیں ایک قرارداد کی نقل بھی ملفوف کر رہا ہوں جو مشرقی بنگال میں بے تحاشا رشوت ستانی اور مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کو درپیش بعض دوسرے اہم مسائل سے متعلق سلہٹ ڈسٹرکٹ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن نے منظور کی تھی۔

مَیں اس سلسلے میں آپ کی توجہ حسبِ ذیل مسائل کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں جو اس وقت مشرقی بنگال کو درپیش ہیں اور جن کے مناسب حل پر نہ صرف مشرقی پاکستان کی خوشحالی بلکہ اس کے وجود اور مستقبل کا بھی انحصار ہے۔

انتظامیہ میں رشوت ستانی اور نااہلی

آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ مشرقی بنگال میں حکومت کے تمام محکموں میں رشوت کا بازار گرم ہے۔ کابینہ کے وزیروں کی بلاواسطہ اور بالواسطہ سرپرستی اور حوصلہ افزائی سے مشرقی بنگال میں بدعنوانی، رشوت ستانی اور اقربا پروری روز کا معمول بن گئے ہیں۔ جب بھی کوئی دیانتدار افسر رشوت ستانی کے خلاف آواز اٹھاتا ہے تو اس کے اعلیٰ افسر اور محکمے کا وزیر اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

انتظامیہ نہ صرف بدعنوان ہے بلکہ مکمل طور پر نااہل بھی ہے۔ آپ جیسے شریف انسان

کو یہ جان کر صدمہ ہوگا کہ اگر آج آسام اور ٹیپرا ریاستیں مشرقی بنگال کے خلاف کوئی مہم جوئی کریں تو وہ پورے مشرقی پاکستان کو تہ و بالا کر دیں گے کیونکہ مشرقی بنگال کی حکومت نے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کا ابھی تک کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔

صوبائیت

آپ جیسے جلیل القدر انسان کو اس خبر سے رنج پہنچے گا کہ مشرقی بنگال کا پورا ماحول صوبائیت اور اُردو بولنے والے غیر بنگالیوں اور اُردو زبان کے ساتھ تعصب سے بھر پور ہے۔ مولانا محمد اکرم خان کا روزنامہ آزاد، مسٹر حبیب اللہ بہار اور نورالامین کا روزنامہ اتحاد اور پاکستان براڈ کاسٹنگ سروس، ڈھاکہ اسٹیشن اور بعض بنگالی عہدے دار اس ذلیل کام میں پیش پیش ہیں۔ محترم قائداعظم آپ میرے کہنے پر یقین کیجئے کہ یہ لوگ اپنے ذاتی اور تجارتی مقاصد کی بناء پر اندھے ہو چکے ہیں اور کمیونسٹوں اور متحدہ بنگال کے حامیوں کے آلۂ کار بن گئے ہیں اور اگر اسی وقت ان کی کارروائیوں کی روک تھام نہ کی گئی تو ان پر اور مشرقی پاکستان کے مسلمانوں پر اللہ اور مقدس رسول کا قہر نازل ہو جائے گا۔

کمیونسٹوں اور پاکستان کے دشمنوں کی تخریبی کارروائیاں

کمیونسٹ منظّم پروپیگنڈے اور سرگرمیوں کے ذریعے سارے مشرقی بنگال اور خصوصاً سلہٹ کے ضلع میں مزارعوں میں ہیجان پیدا کر رہے ہیں تا کہ مشرقی بنگال کے مختلف طبقات میں بے اطمینانی پھیل جائے۔ ان کی کوشش ہے کہ ہر جگہ مسلم مزارعوں کو مسلم زمینداروں کے خلاف کھڑا کیا جائے حالانکہ انہوں نے کسی مقام پر ہندو زمینداروں کو نہیں چھیڑا ہے۔ یہ لوگ مسلم عوام کو بھی اکسا رہے ہیں کہ اگر اُردو کو مشرقی پاکستان میں سرکاری زبان بنایا گیا تو وہ اس کے خلاف بغاوت کر دیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے باپ! مَیں انتہائی سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ آپ سے اپیل کر رہا ہوں کہ اگر اس غریب صوبے کو بچانا ہے تو کچھ وقت نکال کر مشرقی بنگال کا دورہ کیجئے۔ محبوب ترین قائداعظم! میں اس سلسلے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مشرقی پاکستان کے

عوام اور خاص طور پر اس کے نوجوان آپ کے حکم پر اپنے سماج اور ملک کو بدکار عناصر سے پاک کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہیں۔ یہ لوگ بے چینی سے آپ کی ہدایت اور رہنمائی کا انتظار کر رہے ہیں۔

احترام کے ساتھ تسلیمات

آپ کے حکم کا ہمیشہ منتظر

محبّ الرحمٰن

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۶۱

۵.۴ کا ملفوفہ

اُردو کو مشرقی پاکستان کی مشترکہ زبان بنانے کیلئے یادداشت

سلہٹ

بلا تاریخ [۱۹۴۷ء]

عزت مآب وزیرِ اعلیٰ مشرقی بنگال

جناب عالی!

مشرقی بنگال میں پریس اور پلیٹ فارم کے ذریعے اُردو کے خلاف پروپیگنڈے کی زبردست مہم چلائی جا رہی ہے اور کچھ لوگوں کا گروہ جو خود کو ادیب، فنکار اور عالم کہتے ہیں اُردو پر کھلے بندوں الزام لگا رہے ہیں کہ یہ قومیت کی ضد اور اجنبی زبان ہے اور اس بعید از قیاس مفروضے پر یقین رکھتے ہیں کہ مشرقی بنگال کے عوام بذاتِ خود ایک قوم ہیں۔ یہ کم بصیرت اور محدود نظر لوگ حب الوطنی کا سوانگ رچا کر، بنگالی کو مشرقی پاکستان کی سرکاری زبان بنانے کا شور مچا رہے ہیں اور بنگالی کے خود ساختہ علم بردار بن کر رائے عامہ کی آواز ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں حالانکہ بنگالی ایک مسلم ملک کی قومی زبان بننے کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اُردو جو مسلم ثقافت کا ایک درخشاں ورثہ ہے اس کے خلاف یہ سبّ وشتم نہ صرف اتحاد کو پارہ پارہ کر دے گا بلکہ تنزل اور رجعت کی

علامت، اور قابلِ ملامت ہے اور اس سے بڑھ کر اسلام کی عالمی برادری کیلئے ایک چیلنج ہے۔

اگر یہ تحریک بنگالی کو ایک درجے تک ذریعۂ تعلیم اور انگریزی کے بدلے اُردو کو سرکاری زبان بنانے کیلئے شروع کی جاتی تو قابلِ فہم ہوتی لیکن بنگالی کے معاونین تو اُردو کو مشرقی بنگال سے نکال باہر کرنا چاہتے ہیں جو ہماری رائے میں مشرقی پاکستان کے مسلمانوں کیلئے ثقافتی خودکشی کے مترادف ہے۔ اگرچہ ہماری کوشش یہ ہے کہ اُردو سرکاری زبان اور اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ ہو تاہم مشرقی بنگال میں بنگالی کے مقام سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ ہماری رائے میں ثانوی درجے تک بنگالی ذریعۂ تعلیم ہو اور انگریزی کی موجودہ جگہ پر اُردو آ جائے۔

نشاۃِ ثانیہ کی ایک عظیم قوت

مسلم قومیت کی تعمیرِ نو میں اُردو نے جو اہم کردار ادا کیا ہے اس کے متعلق جتنا بھی کہا جائے کم ہے۔ مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ نے سرسیّد، حالی، ڈاکٹر اقبال اور مسلم قوم کے دوسرے عظیم معماروں کے قومی ادب سے فیض حاصل کیا ہے۔ اگر ہم اُردو کو قومیت کی ضد سمجھ کر مسترد کرتے ہیں تو گویا اپنے آپ سے غداری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انتشار کا یہ رجحان مسلم قومیت کی بنیاد کو پاش پاش کر دے گا اور ہمارے جداگانہ وجود کو تباہ کر دے گا۔ اُردو اب بھی ایسی فیض رساں قوت ہے جو اس وسیع برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کو متحد کر سکتی ہے۔ اگر ہم بنگالی کو واپس لے آئیں جس پر رامائن، مہابھارت، اپنیشد، ویدوں اور دوسرے سنسکرت ادب کا اثر زیادہ ہے اور اُردو کو نظر انداز کر دیں جو قرآن شریف اور اسلامی ادب سے فیضان حاصل کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی قومیت سے دستبردار ہو رہے ہیں۔

پاکستان کا تخیل ہی اس بنیاد پر ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں جس کی ثقافت، تاریخ، روایت اور نظریۂ حیات جداگانہ ہیں۔ اُردو جو مسلمانوں کی قومی زبان اور اسلامی اور جدید سائنس کے موضوعات سے مالا مال ہے مغربی اور مشرقی پاکستان کی سرکاری زبان بننے کیلئے انتہائی موزوں ہے۔

مسلم نقطۂ نظر

بنگالی کے حامیوں کا یہ دعوٰی بے بنیاد ہے کہ وہ مشرقی بنگال کی رائے عامہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چونکہ انہیں پریس، پلیٹ فارم اور نشریات کی سہولتیں حاصل ہیں اس لئے وہ دنیا کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ عوام ان کے ساتھ ہیں حالانکہ یہ بات سچ نہیں ہے۔ سلہٹ ڈسٹرکٹ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن، سرشینا میں بنگال صوبائی جمعیت العلماء اسلام کی کانفرنس کے دوران سلہٹ کے ۲۰ لاکھ مسلمانوں کی آواز ''جوگویری'' (Jugaveri) میں اور مشرقی بنگال کے واحد ہفتہ وار ''آسام ہیرلڈ'' میں اُردو کی حمایت کی گئی اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اُردو کو مشرقی پاکستان کی سرکاری زبان بنایا جائے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین جیسے عظیم مسلم ماہر تعلیم اور دیگر حضرات نے اُردو کے حق میں اپنی حمایت کا اعلان کر دیا ہے اور مرکزی حکومتِ پاکستان کے وزیر جناب فضل الرحمٰن نے مشرقی پاکستان کی سرکاری زبان اُردو ہونے پر واضح الفاظ میں اپنی خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ہندوستان کی قومی زبان کے بارے میں اُردو-ہندی تنازعہ میں پورے مسلم ہندوستان نے متفقہ طور پر اُردو کی حمایت کی تھی۔ اُردو کے خلاف یہ لاف وگزاف حالیہ اختراع اور صوبائی تنگ نظری کی پیداوار ہے۔

مرکز کے ساتھ رابطہ

یہ نظریہ کہ مرکز کی سرکاری زبان ایک اور دوسری مشرقی پاکستان کی ہو ہماری متحدہ قومیت کی نفی ہے اور انتشار کا ایک ایسا عنصر ہے جو تنگ نظر صوبائیت کی ساری متروکہ برائیاں اپنے ساتھ لائے گا۔ اگر مشرقی بنگال میں بنگالی، سندھ میں سندھی، پنجاب میں پنجابی زبانیں اپنائی جائیں تو ہم اس متحد کرنے والی قوت سے محروم ہو جائیں گے جو ہمیں ایک قوم کے ارکان کی طرح ایک پرچم تلے جمع کر سکتی ہے۔ ہم پاکستان میں ایک دوسرے کو جانے بغیر اجنبیوں کی طرح زندگی گذاریں گے۔ جیسے جیسے ہم اُردو کو بھولتے اور بھلاتے جائیں گے مشرقی بنگالیوں کو مرکز اور مغربی پاکستان کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کیلئے ترجمانوں کی ضرورت پڑے گی۔ اس طرح ہم وہ سنہری کڑی کھو بیٹھیں گے جس کے ذریعے ہم ایک قوم کے ارکان کی طرح سوچ سکتے ہیں۔ ہم ایک پاکستانی

کی طرح سوچنا چھوڑ کر بنگالی، سندھی، پنجابی کی طرح سوچنے لگیں گے۔

بین الاقوامی زبان

جولوگ یہ اودھم مچا رہے ہیں کہ بنگالی آٹھ کروڑ لوگوں کی زبان ہے تو وہ آسانی سے یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ آٹھ کروڑ صرف پاکستان کے باشندے نہیں ہیں اور یہ کہ مسئلہ پاکستان کی سرکاری زبان کا ہے کلکتہ کے نواح میں بنگالی شاذ و نادر ہی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ لیکن مشرقی پاکستان میں کوئی فرد ایسا نہیں جو تھوڑی بہت اُردو نہ سمجھ لے یا ٹوٹی پھوٹی اُردو نہ بول لے۔ اُردو نہ صرف پاکستان کے طول و عرض میں بلکہ پوری مسلم دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اب جبکہ مسلم دنیا تیزی سے وحدت کی جانب بڑھ رہی ہے ہم واپس فردیت کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتے۔

ایک عسکری زبان

بنگالی کی مدح سرائی کرنا کہ یہ رابندر ناتھ ٹیگور اور نذر الاسلام کی زبان ہے محض صوبائی حب الوطنی کا ایک بہانہ ہے ورنہ جری اور عسکری انسانوں کی زبان کے طور پر بنگالی کا معیار بہت کم ہے۔ بنگالی موزوں ہے ایک شرمیلی دلہن کی زبان کی طرح جو ہچکچاتے ہوئے بات کرتی ہے۔ بنگالی میں نسوانیت ہے اور ایک جنرل اپنی افواج کو بنگالی میں حکم نہیں دے سکتا۔ اس کے برخلاف اُردو ایک عسکری زبان ہے اور مردانہ خصوصیات کی حامل ہے۔

تعلیم کی سہولتیں

ہر مسلمان بچے کو لازمی طور پر مذہبی تعلیم و تربیت دینی چاہئے اور عام طور پر مسجدیں ہی تربیتی مراکز ہوتی ہیں۔ یہاں بچے عربی حروفِ تہجی سیکھتے ہیں اور اُردو کا پہلا قاعدہ پڑھتے ہیں۔ اگر وہ چند اور کتابیں بھی پڑھیں تو اُردو بولنے اور لکھنے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس طرح اُردو کے مشرقی بنگال کی سرکاری زبان ہونے سے مشرقی بنگال کے لوگوں پر غیر ضروری بوجھ نہیں پڑے گا۔

انجمنِ ترقی اُردو اور نظام کی حکومت کی کوششوں کی وجہ سے اُردو ہندوستان کی ساری

زبانوں سے زیادہ مالا مال ہوگئی ہے۔ اُردو وہ واحد ہندوستانی زبان ہے جس میں کیمسٹری، فزکس، ریاضی یا باٹنی، بایالوجی، زوآلوجی، جغرافیہ، تاریخ، معاشیات، طب اور انجنیئرنگ وغیرہ کی نصابی کتابیں دستیاب ہیں۔ حیدرآباد کی عثمانیہ یونیورسٹی یہ تمام مضامین اُردو میں پڑھاتی ہے اور اعلیٰ سطح کی ڈگریاں عطا کرتی ہے۔

لہٰذا اگر اُردو کو سرکاری زبان اور اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنایا جائے تو ہم اپنے سرکاری کالجوں اور یونیورسٹیوں کیلئے آسانی سے عثمانیہ یونیورسٹی کی مطبوعات استعمال کر سکتے ہیں۔

مدبّر حسین

ایم ایل اے

اور ۲۳ دیگر افراد

۶

پاک۔افغان تعلقات

۶.۱

سعید اللہ خان کا نوٹ[۱]

کابل

یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

افغانستان کے سابق وزیرِ اعظم سردار ہاشم خان سے انٹرویو

مَیں سردار ہاشم خان سے ملاقات کیلئے صبح گیارہ بجے ان کی رہائش گاہ پہنچا اور وہاں تقریباً آدھ گھنٹے ٹھہرا کیونکہ وزیرِ امور خارجہ[۲] نے اسی دن صبح ساڑھے گیارہ بجے وزیرِ دربار[۳] سے میرا انٹرویو مقرر کیا تھا۔

دستور کے مطابق خیر مقدمی تکلفات کے ختم ہونے کے بعد سردار ہاشم خان نے مجھ سے پوچھا کہ آیا میرے مذاکرات اطمینان بخش طریقے پر چل رہے ہیں، مَیں نے ان سے کہا کہ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مَیں اس صبح ریڈیو کی اس خبر پر اپنی مایوسی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے مختلف ممالک کے اکاون نمائندوں میں سے صرف افغانستان کا واحد نمائندہ تھا جس نے اقوامِ متحدہ میں پاکستان کی مخالفت کی جب کہ دوسروں نے متفقہ طور پر پاکستان کی حمایت میں ووٹ ڈالے۔ مَیں نے مزید کہا کہ اگر افغان حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ہر موقع پر پاکستان کی مخالفت کرے گی تو مَیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس ماحول میں میرا مذاکرات جاری رکھنا کارآمد ہوگا۔ سردار ہاشم خان نے فوراً مجھ سے کہا کہ کہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے لیکن وہ خود اس وقت اس سے ناواقف ہیں مگر وہ اس معاملے کی طرف متعلقہ مقتدر حضرات کی توجہ مبذول کرائیں گے

تا کہ اس کا فوری ازالہ کیا جا سکے۔ انہوں نے مجھ سے اتفاق کیا کہ اس وقت جب کہ مَیں دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں میرا اس قسم کی دشواریوں کا سامنا کرنا درست نہیں ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ مَیں مایوس نہ ہوں اور اپنا کام پہلے کی طرح خاموشی اور بردباری سے جاری رکھوں۔

بعدازاں مجھے معلوم ہوا کہ سردار ہاشم خان نے وزیرِ امورِ خارجہ کو ٹیلیفون پر اقوامِ متحدہ میں ووٹ ڈالنے کے معاملے پر میرے جذبات سے آگاہ کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ مناسب اصلاح فوری طور پر کی جائے اور قائداعظم کے ذاتی نمائندے کو اس کی اطلاع دی جائے۔

سعیداللہ خان
(نمائندۂ ذاتی قائداعظم)

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶

۲۔ سردار احمد شاہ خان

۳۔ علی محمد خان، وزیرِ امور خارجہ، شاہی افغان حکومت، کابل

۶.۲
سعیداللہ خان کا نوٹ[۱]

کابل
یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء

وزیرِ افغان دربار کے ساتھ انٹرویو
(پیرا ۱ اور ۲ کو حذف کر دیا گیا)

سوال: قائداعظم کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے میرے بھائی آپ کا رتبہ گورنر جنرل کے برابر ہے اور جس مشن پر آپ اس ملک میں آئے ہیں وہ اس قدر نازک اور اہم ہے کہ اس مرتبے سے نیچے کسی اور شخص کو یہ فرض تفویض نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اب آپ مجھے یہ بتایئے

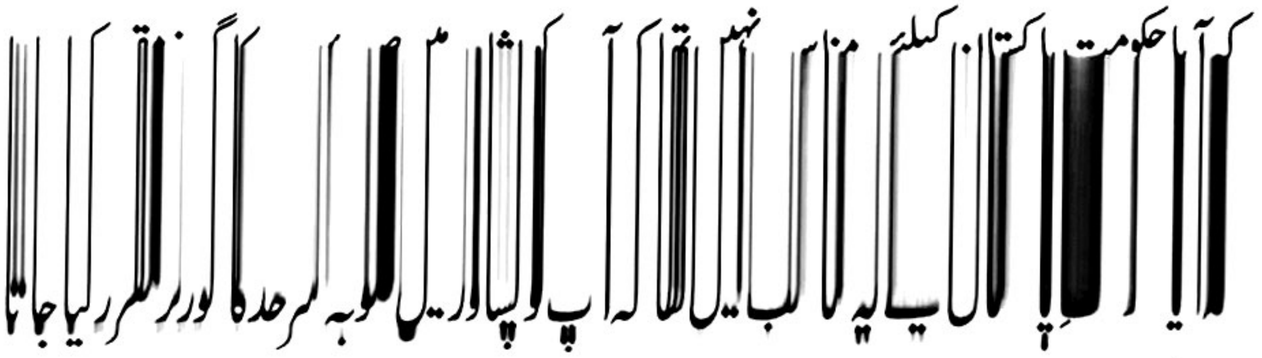

تا کہ لاکھوں پٹھانوں اور ڈیورنڈ لائن کے اس جانب افغانوں کی دلجوئی ہو جاتی؟ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک پٹھان کے انتخاب اور تقرر کا دونوں ممالک (افغانستان اور پاکستان) کے عوام خیر مقدم کرتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس بات کو ان کی طرف سے کوئی سفارتی تحریک نہ سمجھا جائے لیکن اب جبکہ مَیں نے آپ کو اپنا بھائی کہا ہے تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ افغانستان میں یہ احساس ہے کہ آپ جیسا مرتبہ رکھنے والے لوگوں کی موجودگی میں ایک انگریز (ہز ایکسلنسی سر جارج کننگھم) کو ترجیح نہیں دینی چاہئے تھی۔

جواب: مَیں نے ہز ہائینس سردار احمد شاہ خان سے کہا کہ میرا جواب خود ہز ہائینس کے سوال ہی میں موجود ہے۔ وہ کچھ متعجب سے ہو گئے اور ایک لمحہ خاموش رہ کر کہا کہ وہ یہ بات سمجھ نہیں سکے۔ مَیں نے کہا چونکہ آپ نے مجھے بھائی کہا ہے اور میرے ساتھ بے تکلف اور بے لاگ گفتگو کی ہے تو کیا معذرت کے ساتھ مَیں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آیا آپ میرے دوست ہیں یا دشمن۔ انہوں نے فوراً کہا کہ یقیناً وہ میرے دوست اور بھائی ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو کیا ہز ہائنس مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ جو مقام اور مرتبہ آپ نے مہربانی فرما کر مجھے عطا کیا ہے یعنی قائداعظم کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے میرا رتبہ گورنر جنرل کے برابر ہے اور مجھے ایک ایسا مشن تفویض کیا گیا ہے جس کی نزاکت اور اہمیت کا اندازہ کم نہیں کیا جا سکتا اور اب ہز ہائنس ہماری مختصر گفتگو کے دوران اپنا ذہن بدل کر مجھے ایک ایسی ملازمت پیش کر رہے ہیں جو گورنر جنرل کے عہدے سے کم تر ہے یعنی مجھے صوبۂ سرحد کا گورنر بنانا چاہتے ہیں۔ اس بات پر وہ معذرت خواہ ہوئے اور مجھ سے کہا کہ صاف گوئی سودمند ہوتی ہے اور یہ کہ انہوں نے اس کلام کی بہت قدر کی ہے اور مزید کہا کہ وہ میرے مشن کی کامیابی کیلئے دعا کریں گے۔

سوال: جانے سے پہلے میرے بھائی مجھے یہ ضرور بتائیں کہ ڈیورنڈ لائن کے اس جانب عوام اور حکومت کے بارے میں بحیثیت ایک پٹھان آپ کے اندرونی جذبات کیا ہیں۔

جواب: جنابِ والا اس مختصر مدت میں (چار یا پانچ دنوں میں) میرے لئے کوئی خیال ظاہر کرنا قبل از وقت ہوگا لیکن ان مذاکرات کی تکمیل کے بعد مَیں اس قابل ہوں گا کہ اپنے قائم کردہ خیالات کا اظہار کرسکوں۔

ان کے لبوں پر میرے مشن کی کامیابی کی دعاؤں کے ساتھ میں ان سے دوپہر ۱۲:۴۵ پر رخصت ہوا۔

سعیداللہ خان

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۷

۶.۳

سعیداللہ خان کا نوٹ[۱]

۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

عزت مآب وزیرِ امورِ خارجہ کی خواہش پر مَیں نے آج ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو صبح دس بجے ان سے ملاقات کی اور اپنے کابل آنے کے مقصد پر ان سے دوبارہ مفصّل گفتگو کی۔ وزیرِ خارجہ نے میری گفتگو بڑے تحمّل اور ہمدردی کے ساتھ سنی اور مجھ سے کہا کہ مَیں حسبِ ذیل نکات پر انہیں ایک مختصر تحریر پیش کردوں:

الف۔ میرا منصب یا رتبہ

ب۔ میری سفارت کے مقصد کا مختصر بیان

ج۔ یہ جواز کہ رائل افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے درمیان پیغام رسانی کا واحد ذریعہ ہوں اور اس طرح کابل میں میری آمد سے پاکستان کے معاملات کی حد تک برطانوی لیگیشن کے فرائض ختم ہوجائیں گے۔

د۔ کابل میں پاکستان کا سفارت خانہ قائم ہو جانے کے بعد وہ کون سا شخص یا صاحبِ اختیار فرد ہوگا جو افغان حکومت سے اہم سیاسی معاملات میں



۲۔ مَیں نے عزت مآب وزیرِ خارجہ سے کہا کہ زبانی طور پر مَیں ان کے سوالات کے جواب پہلے ہی دے چکا ہوں اور یہ کہ ان جوابات کو وہ متعلقہ حضرات تک پہنچا سکتے ہیں۔ وزیرِ خارجہ نے فرمایا کہ مَیں ان جوابات کو تحریری شکل دے کر انہیں پیش کروں۔ لہٰذا یہ خط ان نکات سے متعلق ہے جو آج کی ملاقات میں پیش کیے گئے اور جن پر گفتگو ہوئی تھی۔

۳۔ نکتہ الف سے متعلق مَیں نے عزت مآب وزیر کی توجہ حکومتِ پاکستان کے وزیرِ اعظم اور وزیرِ خارجہ جناب لیاقت علی خاں کے تار کی جانب مبذول کرائی جو انہوں نے کابل میں برطانوی منسٹر کو بھیجا تھا تاکہ وہ اسے رائل افغان حکومت کے وزیرِ خارجہ فضیلت مآب سردار علی محمد خان کو پہنچا دیں اور جو برطانوی منسٹر کی تصدیق سے ۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو آگے ارسال کر دیا گیا تھا۔ اس کا متن حسبِ ذیل ہے:

نئی دہلی میں رائل افغان حکومت کے قونصل جنرل کی وساطت سے رائل افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے درمیان جو تفصیلات طے پائی تھیں ان کی مناسبت سے قائداعظم محمد علی جناح نے کابل میں رائل افغان حکومت کے پاس اپنا ذاتی نمائندہ مقرر کرنے کیلئے نوابزادہ حاجی سعید اللہ خان ایم اے (آکسفورڈ)، آئی سی ایس اور بار ایٹ لاء کو منتخب کیا ہے۔ نوابزادہ سعید اللہ خان اس وقت مغربی پنجاب کی حکومت کے کمشنر مالیات ہیں۔ حکومتِ پاکستان ممنون ہوگی اگر انہیں مقامی وزیر کا رتبہ دیا جائے۔ وہ کابل میں پاکستان کا سفارت خانہ قائم کرنے کیلئے افغان حکومت سے مذاکرات کریں گے۔ رائل افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے مابین پیغام رسانی کیلئے وہ واحد ذریعہ بھی ہوں گے۔ جس وقت رائل افغان حکومت کی منظوری وصول ہوگی نوابزادہ سعید اللہ خان اپنے چھ عدد ذاتی ملازمین کے ساتھ کابل روانہ ہو جائیں گے۔ حکومتِ پاکستان ممنون ہو گی اگر رائل افغان حکومت پشاور میں اپنے قونصل کو تار کے ذریعے یہ ہدایت کر دے کہ وہ

نوابزادہ سعید اللہ خان کو ضروری ویزا جاری کر دیں۔ میری طرف سے احترامات فائقہ قبول فرمائیں۔

مَیں نے فضیلت مآب وزیرِ خارجہ سے کہا کہ کابل میں قائداعظم محمد علی جناح کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے مجھے کابل میں پاکستان کا نیا بیرونی سفارت خانہ قائم کرنے کیلئے افغان حکومت سے گفت وشنید کرنے کا اختیار حاصل ہے اور رائل افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے مابین پیغام رسانی کا بھی مَیں ہی واحد ذریعہ ہوں۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ سے یہ بھی کہا کہ میرے آنے کے بعد پاکستان سے متعلق معاملات میں برطانوی منسٹر کے فرائض موقوف ہو جاتے ہیں اور یہ کہ آئندہ سے پاکستان سے متعلق تمام مراسلت میرے نام ارسال فرمائی جائے۔ اسی سلسلے میں مَیں نے وزیرِ خارجہ کی توجہ برطانوی منسٹر کے مراسلے کی جانب مبذول کرائی جو مجھے ۳۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو موصول ہوا تھا۔ مَیں نے عزت مآب وزیرِ خارجہ کو اس نوٹ کے مسوّدے کی نقل دکھائی جو برطانوی منسٹر نے کابل میں افغان وزیرِ امورِ خارجہ کے نام تحریر کیا تھا کہ جس تاریخ کا مَیں تعیّن کروں گا اس دن سے لِیگیشن کا پاسپورٹ آفس بند ہو جائے گا اور ملک معظّم کے لِیگیشن سے پاکستان کیلئے راہداری کے پروانے جاری ہونا بند ہو جائیں گے۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ سے مزید کہا کہ آپ کے ارشاد پر کہ اس معاملے میں جلد بازی نہیں کرنی چاہئے مَیں اپنی حکومت کی متوقع ہدایت کے پیشِ نظر عمل کر رہا ہوں۔

۴۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ کو بتایا کہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۷ء کی ملاقات میں مَیں نے ان پر اپنے مشن کا مقصد بڑی تفصیل کے ساتھ واضح کیا تھا لہٰذا اسے اب یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ میرے مشن کے مقصد کی جو صراحت تار میں کی گئی تھی اس کے علاوہ میرا فرض یہ بھی ہے کہ وزیرِ خارجہ کے توسط سے اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان کو قائداعظم کا پیغام پہنچایا جائے اور پاکستان کے معاملات جو پہلے برطانوی منسٹر سرانجام دیتے رہے انہیں میری جانب منتقل کرنے میں افغان حکومت کی ممکنہ حد تک مدد کی جائے۔

۵۔ نکتہ نمبر ۳ کے بارے میں گذارش ہے کہ مذکورہ بالا تار کی جانب توجہ دلائی جائے

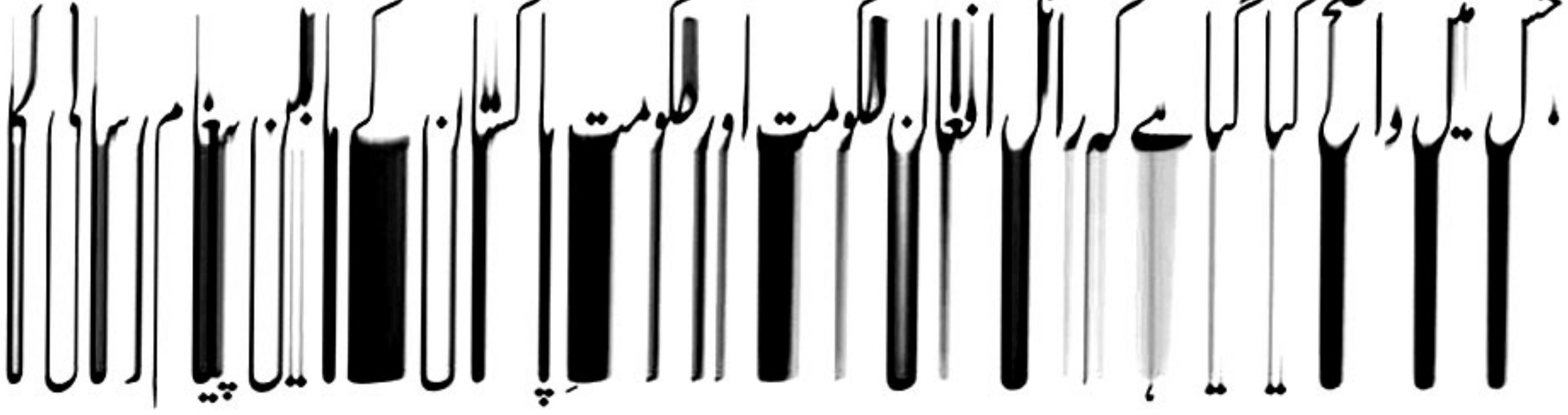

واحد ذریعہ مَیں ہوں اور قائداعظم کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے کابل میں پاکستان کا نیا بیرونی سفارت خانہ قائم کرنے کیلئے مَیں ہی افغان حکومت سے گفت وشنید کرسکتا ہوں۔ اگر رائل افغان حکومت کو میری شناخت کے متعلق کسی قسم کا شک وشبہ ہوتو وہ میرے پاسپورٹ کو ملاحظہ کرسکتے ہیں جسے مَیں نے دفتر خارجہ میں جمع کرادیا ہے۔ انہی ہدایات کی بناء پر برطانوی منسٹر نے فرائض کی منتقلی کیلئے اپنے مذکورہ بالا خط کے حوالے سے مجھ سے تاریخ مقرر کرنے کی درخواست کی ہے۔

۶۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ کو بتایا کہ قائداعظم ہی وہ بااختیار شخص ہیں جو مطلوبہ کام سرانجام دے سکتے ہیں اور یہ کہ یہ افغان حکومت کی صوابدید پر ہے کہ وہ پاکستان میں اپنے سفارتی نمائندے کے ذریعے یا افغانستان میں پاکستان کے نمائندے کے ذریعے کوئی سیاسی یا دوسری نوعیت کا معاملہ پیش کرسکتے ہیں۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ سے کہا کہ مختلف موقعوں پر مَیں نے یہ بات زبانی طور پر واضح کردی تھی کہ اس مرحلے پر پاکستان صرف یہ چاہتا ہے کہ حکومتِ پاکستان کے معاملات میں اس کے عارضی نمائندے یعنی برطانوی منسٹر کو تبدیل کردیا جائے تاکہ حکومتِ پاکستان کا نمائندہ وہی فرائض ادا کرسکے جو حکومتِ پاکستان کی جانب سے برطانوی منسٹر انجام دیتے تھے۔ جب ایک مرتبہ حکومتِ پاکستان کا نمائندہ برطانوی منسٹر کی جگہ سنبھال لے گا تو اس وقت مزید مذاکرات کیلئے دونوں حکومتیں یعنی پاکستان اور افغانستان وقت اور مقام کا فیصلہ کریں گی۔ مَیں نے یہ نکتہ وزیرِ خارجہ کے گوش گزار کیا کہ پاکستان کے معاملات میں برطانوی منسٹر کے فرائض ختم ہونے کے بعد حکومتِ پاکستان کی اس کے سواء اور کوئی خواہش نہیں ہے کہ افغان حکومت کو کسی قسم کی زحمت اٹھانی نہ پڑے۔ یہی میرے مشن کا مقصد ہے۔ اسی سلسلے میں مَیں نے وزیرِ خارجہ کی توجہ ان کے جواب کی جانب مبذول کرائی جو کابل میں برطانوی منسٹر کے توسّط سے حکومتِ پاکستان کو موصول ہوا تھا اور جس میں میرے دورۂ کابل پر مسّرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ مَیں نے وزیرِ خارجہ پر مزید واضح کیا کہ برطانوی منسٹر نے اپنے خط میں (جس کی نقل انہوں نے مجھے

بھی دکھائی تھی) وزیرِ خارجہ کو اس صورتِ حال کی وضاحت کر دی تھی کہ ان تعلقات کے قیام کیلئے حکومتِ پاکستان کا تار کافی ہے اور اس نقطۂ نظر کی تصدیق فرانس اور امریکہ کے منسٹروں نے بھی کی۔ وزیرِ خارجہ نے بھی اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ تار ارسال کرنے کے بعد قائداعظم کے باقاعدہ مکتوب کی ضرورت نہیں ہے۔

سعیداللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۸

۶.۴

سعیداللہ خان بنام علی محمد خان

رائل افغان گورنمنٹ گیسٹ ہاؤس،

دارالفنون، کابل

۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

عزت مآب وزیر صاحب

عزت مآب کے حکم کے مطابق مَیں نے آج ۱۰ بجے صبح دفترِ خارجہ میں آپ سے مختلف معاملات پر تفصیل سے گفتگو کی جس کے دوران کابل میں سفارت خانے کے قیام کا مسئلہ بھی زیرِ غور رہا۔ عزت مآب کی خواہش کے مطابق مَیں ذیل میں اس گفتگو کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں:

وضاحت طلب نکات

الف۔ میرا منصب اور میرے فرائض

ب۔ میرے مشن کا مقصد بالخصوص اس حاکم کا حوالہ جس نے مجھے افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے مابین رابطے کا واحد ذریعہ مقرر کیا ہے اور اس کے نتیجے میں پاکستان کیلئے کام کرنے کی ذمّہ داری سے برطانوی لیگیشن کو فارغ

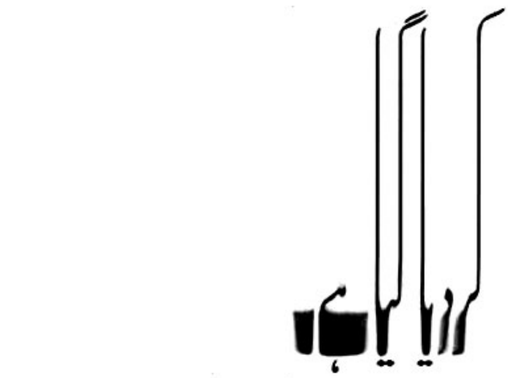

ج۔ پاکستان میں وہ شخص یا حاکم مجاز جس سے اہم سیاسی معاملات پر گفتگو کی جاسکتی ہے۔

میرے جوابات

الف، ب۔ میرا منصب یہ ہے کہ مَیں کابل میں شاہی افغان حکومت سے گفت وشنید کیلئے قائداعظم محمد علی جناح کا ذاتی نمائندہ ہوں۔ عزت مآب مسٹر لیاقت علی خاں نے اپنے برقیے میں جو وضاحت کی ہے اس کے مطابق میرے مشن کا دوہرا مقصد ہے۔

۱۔ کابل میں پاکستان کے سفارت خانے کے قیام کے لئے شاہی افغان حکومت سے گفت وشنید کروں۔

۲۔ شاہی افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے مابین رابطے کا واحد ذریعہ رہوں۔

میرے فرائض کے دوسرے حصے کی تکمیل کے بعد جو میرے مشن کا اہم جزو ہے کابل میں میری آمد کے ساتھ ہی برطانوی لیگیشن کا میری حکومت کی طرف سے کام کرنا بند ہو جائیگا۔

ج۔ جیسا کہ مَیں نے زبانی وضاحت کی تھی کہ قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان اور صدر دستور ساز اسمبلی ہی وہ واحد مقتدر شخصیت ہیں جو کار برآری کر سکتے ہیں لیکن جس طرح تمام آئینی حکومتوں کا طریقۂ کار ہے اس طرح پاکستان میں بھی وزیرِ امور خارجہ (جو اس وقت وزیرِ اعظم بھی ہیں) ہی وہ صاحبِ اختیار ہیں جن سے کوئی بیرونی حکومت اہم سیاسی معاملات پر گفت وشنید کر سکتی ہے۔ لہٰذا اب یہ شاہی افغان حکومت پر منحصر ہے کہ وہ کسی اہم امر پر کراچی میں مقیم اپنے سفارتی

نمائندے کے ذریعے پاکستان کے وزیرِ خارجہ سے براہ راست بات چیت کرے یا پھر کابل میں مقیم حکومتِ پاکستان کے سفارتی نمائندے سے گفتگو کرے۔

مجھے امید ہے کہ عزت مآب نے جن نکات کی نشاندہی کی تھی مَیں نے ان کی مکمل وضاحت کر دی ہے لیکن اگر کسی نکتے پر مزید وضاحت کی ضرورت ہو تو جن حقائق کا مجھے علم ہے مَیں انہیں بخوشی فراہم کر دوں گا۔

مندرجہ بالا تشریح سے عزت مآب پر یہ بات بالکل واضح ہو جائیگی کہ میری حکومت کا ارادہ اس کے سواء اور کچھ نہیں کہ حکومتِ پاکستان نے جن فرائض کی تعمیل برطانوی وزیر کے سپرد کی تھی اب ان فرائض کو خود ان کا نمائندہ سرانجام دے گا۔ اس منصوبے پر عمل کرنے میں کسی تاخیر کا یہ مطلب ہوگا کہ نہ صرف میری ہدایات سے بلکہ جن مراسلات کا دونوں حکومتوں کے درمیان تبادلہ ہوا ہے ان کی اہمیت سے بھی تعرّض کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا مجھے یہ جان کر خوشی ہو گی کہ آپ کے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء کے مراسلے میں شاہی افغان حکومت کی جس رضامندی کا ذکر کیا گیا تھا اس کے مطابق میرے وفد کے مقصد کو عملی جامہ پہنایا جائے گا اور اب تک جو فرائض برطانوی وزیر انجام دے رہے تھے انہیں فوری طور پر پاکستان کے نمائندے کو تفویض کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

جو دفتر مَیں یہاں قائم کرنا چاہتا ہوں اس کا نام ہوگا۔ ''قائداعظم محمد علی جناح کے ذاتی نمائندے کا دفتر۔ کابل''

سعید اللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۰

۶.۵

علی محمد خان بنام سعید اللہ خان[۱]

کابل

۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

اس خط کے ذریعے مَیں آپ کے ۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے مراسلے کی وصولی کی تصدیق کر رہا ہوں اور مندرجہ ذیل حقائق آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں:

۲۔ اسلامی مملکتِ پاکستان کے قیام میں ہندوستانی مسلمانوں کی کامیابی پر شاہی افغان حکومت خوش آمدید کہتی ہے۔ میری حکومت اس بات سے خوش ہے کہ فضیلت مآب محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان اور صدرِ پاکستان دستور ساز اسمبلی کے ذاتی نمائندے کا دفتر کابل میں قائم ہونے والا ہے۔ ساتھ ہی میری حکومت گورنر جنرل پاکستان کے ذاتی نمائندے کی حیثیت سے فضیلت مآب کے ساتھ مذاکرات اور گفت وشنید کی ابتداء کرنے پر بھی خوش ہے۔ فضیلت مآب کو بلاشبہ علم ہوگا کہ ڈیورنڈ لائن کے دوسری طرف رہنے والے افغانوں اور ان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں پچھلے کئی سالوں سے افغانستان اور برطانیہ کے درمیان گفت وشنید ہو رہی ہے جو پاکستان اور ہندوستان کی آزاد ریاستوں کے وجود میں آنے کے بعد بھی جاری ہے۔

۳۔ مَیں فضیلت مآب کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں کہ ''کابل میں گورنر جنرل پاکستان کے نمائندے کا دفتر'' قائم کرنے کیلئے شاہی افغان حکومت کی منظوری سے افغانستان کے مقاصد پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ جس وقت سفارتی تعلقات استوار کرنے اور پاکستان کا سفارت خانہ قائم کرنے پر اتفاقِ رائے ہوگا اور اس سلسلے میں آپ کے اور شاہی افغان حکومت کے وزیرِ خارجہ کے مابین جو مذاکرات ہوں گے اس میں اور سیاسی معاملات کے ساتھ یہ مسئلہ بھی شامل ہوگا۔ یعنی جو گفت وشنید لندن میں افغانستان کے وزیرِ اعظم اور حکومتِ برطانیہ کے اعلیٰ وزیر برائے امورِ خارجہ مسٹر بیون (Bevin) کے درمیان ہو چکی ہے وہ آئندہ افغانستان،

پاکستان اور برطانیہ کے درمیان ہوگی۔

۴۔ چونکہ میری حکومت کی خواہش ہے کہ دوستانہ اور پُر خلوص گفت وشنید کے ذریعے دو برادر ملکوں افغانستان اور پاکستان کے درمیان زیرِ غور مسائل کا حل تلاش کیا جائے اور اس طرح دوستانہ تعلقات کو مستحکم کرنے اور افغانستان اور پاکستان کے مابین تعاون کو یقینی بنانے کیلئے ایک مناسب حال بنیاد قائم کی جائے تا کہ سیاسی مذاکرات کا عمل شروع ہو سکے اور یوں کراچی میں افغان سفارت خانہ قائم کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔

۵۔ شاہِ افغانستان کی حکومت نے قائم مقام وزیرِ تعلیم فضیلت مآب سردار نجیب اللہ خان کو پاکستان کیلئے افغانستان کا خصوصی ایلچی منتخب کر کے انہیں کراچی جانے کا حکم دیا ہے تا کہ وہ اہم معاملات پر وہاں گفت وشنید کریں۔ آپ سے درخواست ہے کہ افغانستان کے خصوصی ایلچی کے نام سے اپنی حکومت کو مطلع کر دیں اور ان سے گذارش کریں کہ انہیں ضروری سہولتیں فراہم کی جائیں اور معمول کے مطابق سفارتی حقوق دیئے جائیں تا کہ وہ اور ان کا عملہ بہ آسانی اپنے فرائض انجام دے سکے۔

۶۔ جہاں تک (افغان باشندوں کیلئے) پاکستانی نمائندے سے ویزا حاصل کرنے کا تعلق ہے تو مودبانہ گذارش ہے کہ یہ فرائض عموماً بیرونی حکومت کا سفارت خانہ یا قونصل خانہ انجام دیا کرتا ہے۔ خصوصی نمائندے کے فرائض میں شامل صرف وہ سیاسی اور سفارتی مذاکرات ہوتے ہیں جو سفارت خانہ قائم کرنے کیلئے کئے جاتے ہیں۔ تاہم اگر حکومتِ پاکستان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ''حکومتِ پاکستان کے نمائندے کے دفتر'' کو ویزا اور پاسپورٹ کے اجراء اور تجارتی معاملات نمٹانے کا کام سپرد کیا جائے تو ہماری وزارتِ خارجہ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا بشرطیکہ معاہدوں اور تجارتی سمجھوتوں پر نظرِ ثانی ہونے تک تجارت، ویزا، پاسپورٹ اور روز مرّہ کے دیگر اہم معاملات میں افغانستان اور انگلستان کے درمیان جو طریقِ کار اس وقت رائج ہے وہ بدستور قائم رہے گا۔

(علی محمد خان)

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۴۰

۱۱

سعید اللہ خان بنام علی محمد خان[۱]

(اقتباس)

شہرِ نو جدید، کابل

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

جناب وزیر صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۸ اکتوبر نیز مراسلہ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء مَیں نے بہ مسرت وصول کر لیا ہے۔ جس میں علاوہ دیگر امور کے آئینی اور قانونی ذرائع سے مضبوط مملکتِ پاکستان کے قائم ہونے میں مسلمانانِ ہند اور تمام عالم اسلام کی کامیابی پر شاہی افغان حکومت کی نیک خواہشات کا اظہار کیا گیا ہے۔ حکومتِ پاکستان کو ایسے ہی خیر سگالی کے پیغامات پوری دنیا کے مسلمان ملکوں سے موصول ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم سب ایک رشتے میں اس طرح بندھے ہوئے ہیں کہ کسی ایک کی خوشی باقیوں کے لئے باعثِ مسرت ہوتی ہے اور کسی ایک کی تکلیف سب کو رنجیدہ کر دیتی ہے۔

۲۔ آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ پاکستان کی تخلیق کے ساتھ ہی مشرقی پنجاب اور ہندو ہندوستان کے دیگر مقامات پر جو کشت وخون ہوا اس کے نتیجے میں لاکھوں مسلمان بے آسرا اور بے گھر ہو گئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جس وسیع پیمانے پر مہاجرین کا مسئلہ حکومتِ پاکستان کو اچانک درپیش ہوا ایسا واقعہ دنیا کی کسی حکومت کو پیش نہیں آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے حکومتِ پاکستان اس آفت سے حوصلے اور عزم کے ساتھ نمٹ رہی ہے اور انشاء اللہ حالات بہت جلد معمول پر آ جائیں گے۔ مختصر یہ کہ پاکستان کی پوری مسلم قوم سرکاری اور غیر سرکاری ادارے لاکھوں مسلمان مہاجرین کے انخلاء اور آبادکاری کے عظیم اور انتہائی اہم کام میں پوری طرح مصروف ہیں۔

اپنی مصروفیت کے باوجود انہوں نے پاکستان کی سرحد کے اُس جانب اپنے

مسلمان بھائیوں سے متعلق اپنی ذمّہ داری کو فراموش نہیں کیا اور فوراً ہی اپنے نمائندے کو کابل روانہ کر دیا تا کہ وہ ان تمام فرائض کی بجا آوری کرے جو اب تک ان کا نمائندہ (برطانوی وزیر) انجام دے رہا تھا اور موجودہ حالات میں جو راحت و اعانت ممکنہ حد تک دی جا سکتی ہے وہ انہیں بہم پہنچائے۔ اسی امید پر مَیں نے کابل کا عزم کیا کہ میرے مشن کی کامیابی کا دارومدار شاہی افغان حکومت کے کارکنان کی اعانت اور تعاون پر ہوگا۔ گفت و شنید اور مذاکرات کے دوران جو تاثر مَیں نے لیا اس سے مَیں آپ کے اور شاہی افغان حکومت کے کھلے دل سے تعاون اور معاملات کے کامل شعور کا شکر گذار ہوں۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ شاہی افغان حکومت نے اصولی طور پر مان لیا ہے کہ حکومتِ پاکستان (برطانوی حکومت کے قانونی وارث کے طور پر) اور شاہی افغان حکومت کے درمیان اینگلو-افغان ٹریٹی مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۱ء اور اینگلو-افغان ٹریڈ کنونشن مورخہ ۵ جون ۱۹۳۳ء کی شقیں ۶، ۷، ۸، ۹ اور ۱۰ قابلِ عمل ہو جائیں گی۔ شاید ان کے خیال میں دیگر شقوں کو کسی آئندہ تاریخ تک ملتوی رکھا جا سکتا ہے۔

فضیلت مآب مجھ سے اتفاق کریں گے کہ معاہدے پر اس طرح درجہ بہ درجہ عمل نہ صرف بین الاقوامی اصولوں کے خلاف ہے بلکہ اس سے معاہدے کی شرائط کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ لہٰذا اصولی طور پر اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ معاہدے کے دونوں فریقوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اینگلو-افغان ٹریٹی پر کُلّی طور پر قائم رہیں حکومتِ پاکستان اسی کے مطابق عمل کرے گی۔

مَیں شاہی افغان حکومت کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں جس کے تحت قائم مقام وزیرِ تعلیم سردار نجیب اللہ خان کو منتخب کیا گیا ہے تا کہ وہ گورنر جنرل پاکستان کے پاس افغانستان کے خصوصی ایلچی کے طور پر کراچی روانہ ہوں اور وہاں ایک سفارت خانے کے قیام پر گفت و شنید کریں۔ آپ کی خواہش کے مطابق اس بات کی اطلاع میری حکومت کو دیدی گئی ہے اور جس وقت ان کا جواب آ جائے گا نجیب اللہ خان اور ان کے عملے کو ضروری سہولتیں اور سفارتی مراعات



ہم پہنچانے کا انتظام کر دیا جائے گا۔

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۶۱

۶.۷

سعید اللہ خان کا نوٹ[۱]

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت شاہِ افغانستان سے شرف باریابی

آج صبح ۱۱:۰۰ بجے مَیں وقت معینہ پر اعلیٰ حضرت سے شرفِ باریابی کیلئے محل پہنچا۔ کوئی ایک گھنٹے اعلیٰ حضرت سے ملاقات رہی اور اس مجلس میں حسبِ ذیل اصحاب بھی موجود تھے:

ا۔ افغان وزیرِ خارجہ

۲۔ افغان وزیرِ دربار (فضیلت مآب سردار احمد شاہ خان، اعلیٰ حضرت شاہ افغانستان کے خسر)

۲۔ مَیں نے اپنی گفتگو کا آغاز فارسی میں کیا اور اعلیٰ حضرت کو بتایا کہ مَیں نے کالج میں فارسی پڑھی تھی اور فارسی پڑھنا اور لکھنا بھی جانتا ہوں لیکن روانی سے بول نہیں سکتا تاہم تھوڑی سی مشق سے رواں ہو جائے گی۔ لہٰذا مَیں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مَیں اُردو یا انگریزی میں گفتگو کروں جس کا دونوں میں سے کوئی ایک وزیر ترجمہ کریں گے۔ مَیں نے جان کر پشتو سے اجتناب کیا کیونکہ میری اطلاع کے مطابق اعلیٰ حضرت نے بار بار اشارتاً کہا تھا کہ مَیں ہر موقع پر پشتو پر اس قدر زور دے رہا ہوں کہ ان کے وزراء ایک پٹھان (افغان) سے بدیسی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے شرمندہ سے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ قائداعظم کے ذاتی نمائندے اُردو یا انگریزی میں گفتگو شروع کر کے دوبارہ پشتو بولنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے وزراء مکمل طور پر بے بس ہو جاتے ہیں اور یہ کہ

قائداعظم کے نمائندے کوافغانوں کی کمزوری کا پتہ لگ گیا ہے اور وہ اس کا خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے احساسات کا احترام کرتے ہوئے مَیں نے سوچا کہ ان سے پشتو میں گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔

۳۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ مَیں وزیرِ خارجہ کو پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میرے مشن کا مقصد صرف یہ نہیں کہ مَیں ایسے موقعوں کے رسمی تکلّفات پر عمل کروں یعنی مَیں صرف یہ کہوں کہ مَیں یہاں خوشگوار اور دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی غرض سے آیا ہوں کیونکہ دونوں ملکوں (افغانستان اور پاکستان) کے رشتے کو قرآن شریف نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ لہٰذا مَیں نے گفتگو شروع کرتے ہوئے کہا کہ قائداعظم نے مجھے ہدایت کی کہ مَیں جتنا جلد ہو سکے کابل جاؤں اور وزیرِ خارجہ کے توسّط سے اعلیٰ حضرت کی جناب میں تسلیمات بجا لانے کے بعد عرض کروں کہ اب جب کہ انگریز اقتدار سے دستبردار ہو چکے ہیں مَیں اس بات کا اہتمام کروں کہ اس تبدیلی سے افغان حکومت کو کسی قسم کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ قائداعظم نے مجھے مزید یہ ہدایت کی کہ مَیں افغان حکومت کو ممکنہ سہولتیں فراہم کروں تا کہ انہیں یہ احساس ہو جائے کہ یہ تبدیلی یقیناً بہتر ہے۔

۴۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے کہا کہ مَیں ان کی نیک خواہشات قائداعظم تک پہنچا دوں اور ان کا بہت شکریہ ادا کروں کہ انہوں نے اپنا نمائندہ یہاں بھیجا جو خوش قسمتی سے ہمارا اپنا بھائی یعنی پٹھان (افغان) ہے۔ گفتگو جاری رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت نے کہا کہ یہ دیکھ کر ان سے زیادہ اور کوئی خوش نہیں ہو سکتا کہ یہ دوستانہ تعلقات نہ صرف قائم ہو جائیں بلکہ اس حد تک مضبوط بھی ہو جائیں کہ دوسرے اس پر رشک کرنے لگیں۔

۵۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ بحیثیت ایک پٹھان میں ان کا تہِ دل سے شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میری آمد پر جس طرح مہمان نوازی کی اور اتنے دنوں مجھے شاہی افغان مہمان خانے میں ٹھہرایا جہاں مَیں نے آرام سے رہ کر انتہائی خوشگوار ماحول میں مذاکرات کیے۔ مَیں

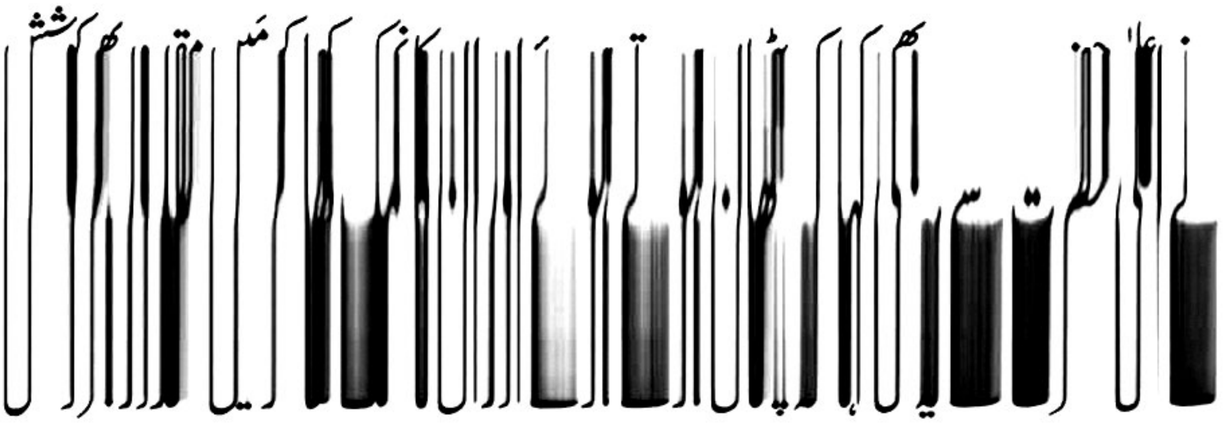

کروں گا کہ دونوں ملکوں (پاکستان اور افغانستان) کے درمیان برادرانہ رشتہ مضبوط تر ہو جائے اوران دوملکوں کے مابین کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ مَیں نے مزید یہ کہا کہ الفاظ سے زیادہ وقت اس بات کو ثابت کرے گا۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک شریف زادے سے یہی توقع رکھتے ہیں اور اس طرح کے لوگوں کی موجودگی میں دو عظیم ملکوں (افغانستان اور پاکستان) کے درمیان کسی غلط فہمی کی توقع نہیں ہوسکتی اور اگر معمولی اختلافات ہو بھی جائیں تو انہیں باہمی گفت وشنید کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مزید کہا کہ اب جبکہ سفارت خانے قائم ہو رہے ہیں تو برادرانہ رشتے کا مسئلہ طے ہو چکا ہے۔ جہاں تک سیاسی اور دیگر معاملات میں گفت وشنید کا تعلق ہے تو ان کے لئے حسبِ دستور ذرائع استعمال کئے جائیں گے اور کوئی تصفیہ ہو جائے گا۔

۶۔ گفتگو کے دوران اعلیٰ حضرت نے مجھ سے کہا کہ دوسرے سفارت خانوں کے سربراہوں کے مقابلے میں مجھے بھائی ہوتے ہوئے ان سے زیادہ ملاقاتیں کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہئے۔ میری سہولت کے مطابق مَیں جب بھی ان سے ملنا چاہوں وہ بڑی خوشی سے ملیں گے۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ آپ نے مجھے جو اس قدر آزادی دے رکھی ہے تو مجھے خوف ہے کہیں آپ اپنے وزراء کو فراموش نہ کر دیں اور مجھے دونوں حکومتوں (پاکستان اور افغانستان) کا کام کرتے پائیں۔ اس بات پر وہ بہت محظوظ ہوئے اور افغان وزیرِ خارجہ سے کہا کہ انہیں ایک پٹھان سے اسی قسم کا برمحل جواب سننے کی توقع تھی۔

۷۔ اعلیٰ حضرت نے بار بار کہا ''مجھے خوشی ہے کہ ہمارا اپنا بھائی قائداعظم کے نمائندے کے طور پر ہم میں موجود ہے اور مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ جلد ہی کابل واپس آئیں گے''۔ مَیں نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ سفارتی تعلقات اور کابل اور کراچی میں سفارت خانوں کے قیام سے بفضل الٰہی میرا مشن کامیابی سے ختم ہو گیا ہے اور اب یہ حکومتِ پاکستان کا فرض ہے کہ وہ جس شخص کو چاہیں اسے اپنا سفیر بنا کر بھیجیں۔ مَیں یہاں ابتدائی گفت وشنید

کیلئے آیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کے وزراء کے تعاون سے یہ مذاکرات کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ رائل افغان حکومت کی اجازت سے مَیں بہت جلد کابل سے کراچی روانہ ہو جاؤں گا۔

۸۔ رخصت ہونے سے پہلے اعلیٰ حضرت نے میری کامیابی کیلئے دعا کی اور مجھ سے دوبارہ کہا کہ قائداعظم کے نمائندے کا خیر مقدم کرتے ہوئے انہیں بہت خوشی ہوئی ہے کیونکہ اس وقت میری موجودگی از حد ضروری تھی اور انہیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ جو شکوک وشبہات اور غلط فہمیاں تھیں وہ بھی مکمل طور پر دور ہو گئی ہیں۔

سعید اللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۰۳

۶.۸

ایم ایوب بنام ظفر اللہ خان[1]

(اقتباس)

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ایک عجیب واقعہ پیش آیا ہے جو آپ کو دلچسپ لگے گا۔ افغانستان کے نمائندے نے روسٹرم پر آ کر حسبِ ذیل اعلان کیا:

''ان ہدایات کے مطابق جو افغانستان کے وفد کو اپنی حکومت سے موصول ہوئی ہیں ہماری شمال مغربی سرحد[2] کے بارے میں متعلقہ حکومتوں کے درمیان سفارتی سطح پر مذاکرات جاری ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ ایک معاہدہ طے پا جائے گا۔ اس امید پر افغانستان کا وفد چاہتا ہے کہ وہ اپنا منفی ووٹ واپس لے لے جو اس نے ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ڈالا تھا۔

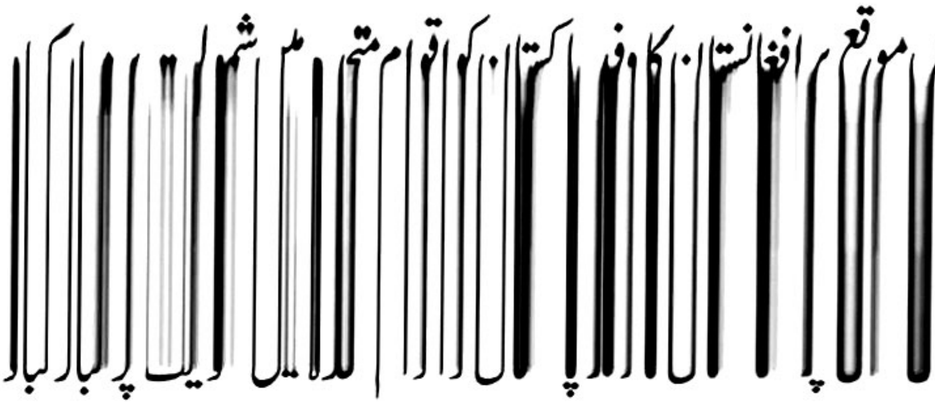

پیش کرتا ہے۔‘‘

ہمیں کچھ تعجب سا ہوا اور ہم نے فیصلہ کیا کہ اسمبلی کے سامنے کوئی رسمی بیان نہیں دیا جائے گا۔ تاہم مسٹر اصفہانی نے اخبارات کو حسبِ ذیل بیان دیا:

’’پاکستان کے وفد کو یہ سن کر خوشی ہوئی ہے کہ افغانستان کے نمائندے نے آج صبح اپنا وہ ووٹ واپس لے لیا جو اس نے اقوام متحدہ میں پاکستان کی رکنیت کے خلاف ڈالا تھا۔ ہمیں اندازہ نہیں کہ کن وجوہات کی بناء پر انہوں نے ابتداء مَیں اپنا اختلاف درج کیا تھا اور ہم امید کرتے ہیں کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان دوستی اور خوشگوار ہم سائیگی کے جو احساسات موجود ہیں ان کی عکاسی اس موجودہ بیان سے صحیح طور پر ہو رہی ہے۔‘‘

ایم ایوب

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۰۵

۲۔ یہاں مراد پاکستان سے ملنے والی مشرقی سرحد سے ہے۔

۶.۹

علی محمد خان بنام سعید اللہ خان[1]

کابل

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

اس خط کے ذریعے مَیں مودبانہ طور پر ۲۷ میزان ۱۳۲۶ (۲۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء) کو وزارتِ خارجہ میں ہماری گفتگو کے حوالے سے اور آپ کی فرمائش کے مطابق حسبِ ذیل نکات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ حکومتِ پاکستان کی طرح شاہی افغان حکومت کی بھی یہی پُرخلوص خواہش ہے کہ

کراچی میں ایک افغان سفارت خانہ قائم ہو جائے اور اسی طرح کابل میں پاکستان کا سفارت خانہ کام کرنے لگے۔

۲۔ اسی کے ساتھ شاہی افغان حکومت کا مطالبہ ہے کہ ڈیورنڈ لائن (Durand Line) اور دریائے سندھ کے درمیان آباد افغانوں کے متعلق جو مذاکرات، مراسلت اور گفتگو کے ذریعے، افغانستان اور برطانیہ کے درمیان کچھ عرصے سے چل رہے ہیں اسی طرح افغان حکومت اور حکومتِ پاکستان کے مابین بھی اس موضوع پر گفت وشنید کا آغاز ہو جانا چاہئے اور جب تک کوئی تسلی بخش فیصلہ نہ ہو یہ مذاکرات جاری رہنے چاہئیں۔

۳۔ آپ کو پہلے ہی تحریری طور پر اطلاع دی جا چکی ہے کہ ہم نے اس مقصد کیلئے عزت مآب نجیب اللہ خان کا بطور خصوصی ایلچی آپ سے تعارف کرایا تھا اور ہمیں امید ہے کہ وہ ان معاملات پر مذاکرات کیلئے بہت جلد کراچی روانہ ہو جائیں گے۔

۴۔ جن مسائل پر افغانستان کے خصوصی ایلچی گفتگو کریں گے وہ درج ذیل ہیں تاکہ آپ جس وقت واپس (ہیڈ کوارٹرز) پہنچیں تو اپنی حکومت کی توجہ ان نکات کی طرف مبذول کرائیں:

الف۔ برطانوی حکومت سے گفتگو کے حوالے سے ڈیورنڈ لائن اور دریائے سندھ کے درمیان آباد افغانوں سے متعلق شاہی افغان حکومت کا نقطۂ نظر

ب۔ حکومتِ پاکستان کے ساتھ تازہ سیاسی اور تجارتی معاہدوں کی تکمیل اور باہمی مفاد پر مبنی معاملات پر نفع بخش گفت وشنید اور دونوں ممالک کے درمیان تعاون اور ہمسائیگی کے اچھے تعلقات کیلئے دوستانہ حکمتِ عملی کی تشکیل

مندرجہ بالا حقائق کی وضاحت کرتے ہوئے مَیں آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا کہ آیا آپ کا اس خط سے اتفاق ہے۔

علی محمد خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۰۶

۶.۱۰

سعید اللہ خان بنام علی محمد خان[1]

۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

آپ کا ۲۹ میزان ۱۳۲۶ (۲۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء) کا خط پا کر مَیں ممنون ہوں۔

آپ حضرات نے جس حسن اخلاق، دوستی اور خیر سگالی کا برتاؤ مجھ سے کیا اور جو بڑی حد تک ہمارے مذاکرات کی کامیابی کا باعث بنے مَیں اس کیلئے کابل سے روانگی سے پہلے فضیلت مآب اور شاہی افغان حکومت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سفارتی تعلقات قائم کرنے پر شاہی افغان حکومت کی رضامندی سے افغانستان اور پاکستان کے عوام کو اطمینان حاصل ہوگا۔ اپنی حکومت کو اس فیصلے سے آگاہ کرنا میرے لئے ایک خوشگوار فرض ہوگا۔ آپ کی خواہش کے مطابق مَیں ان نکات سے بھی انہیں آگاہ کر دوں گا جن پر نجیب اللہ خان اپنے کراچی کے قیام کے دوران گفت وشنید کرنا چاہیں گے اور جن کی آپ نے اپنے خط میں وضاحت کی ہے۔

مَیں آپ کا شکر گذار ہوں گا اگر آپ ملکِ معظّم فرمانروائے مملکت کو ان کے مربیانہ اور مشفقانہ سلوک پر میری طرف سے تہ دل سے شکریہ ادا کر دیں۔ فضیلت مآب سردار محمد ہاشم خان اور سردار شاہ ولی خان کی طرف سے حوصلہ افزائی اور ہمدردی کا بھی شکریہ ادا کر دیں جو انہوں نے میرے پورے قیام کے دوران مجھ سے روا رکھی۔

سعید اللہ خان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۰۷

۶.۱۱

شاہ محمد ظاہر شاہ بنام محمد علی جناح[1]

دلکشا محل، کابل

۶ نومبر ۱۹۴۷ء

پیروِ دینِ اسلام

مابدولت محمد ظاہر بادشاہِ افغانستان بہ فضلِ ربی

انتہائی محترم عزیز دوست [کے علم میں یہ بات لانا چاہتے ہیں] کہ اس بات کے پیشِ نظر کہ افغانستان اور پاکستان کی عظیم حکومتوں کے مابین دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں، ہمسائیگی کے روابط مضبوط تر ہوں اور باہمی مفاد کیلئے دائمی دوستی اور تعاون کی بنیاد کو پُر خلوص مذاکرات کے ذریعے استوار کیا جائے اور افغانستان اور پاکستان کے درمیان تعاون برقرار رہے جو مابدولت اور مابدولت کی حکومت کا اوّلین اور اہم مقصد ہے۔ مابدولت نے اپنی حکومت کے ایک محترم، معتبر اور پُر خلوص شخصیت فضیلت مآب نجیب اللہ خان[2] کو آپ کے دربار میں اپنا خصوصی ایلچی منتخب کیا ہے۔

نجیب اللہ خان کی عظیم خوبیوں اور سیاسی تجربوں کے پیشِ نظر مابدولت کو یقین ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور ان میں اضافہ کرنے کیلئے وہ ہر ممکن کوشش کریں گے اور اپنا فرض اس خوبی سے پورا کریں گے کہ آں فضیلت مآب کو ان پر اعتماد اور ان سے اطمینان ہو جائیگا۔

مابدولت کو امید ہے کہ آں فضیلت مآب کمالِ شفقت سے ان کو خوش آمدید کہیں گے اور جب مابدولت کی جانب سے وہ ان مقاصد کی وضاحت کریں گے جن کے تحت دوستانہ تعلقات کے ذریعے دونوں ملکوں کو ایک دوسرے سے قریب تر کرنا ہے تو آں فضیلت مآب ان کی صداقت پر یقین کریں گے۔

محمد ظاہر

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۶۹

۲۔ نجیب اللہ خان نے اسنادِ سفارت قائداعظم کو ۳ دسمبر ۱۹۴۷ء کو پیش کیں۔

ایف امین بنام ایس جواد[۱]

۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر جواد

عزت مآب سردار نجیب اللہ خان، خصوصی نمائندۂ شاہی، افغانستان، کا قائداعظم محمد علی جناح کو آج ۱۰:۴۵ پر اسنادِ سفارت پیش کرنے کے موقع پر خطاب[۲] اور قائداعظم کا جواب[۳] ملفوف ہے۔

آپ کا مخلص
ایف امین

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۴۲
۲۔ ملفوفہ ۱
۳۔ ملفوفہ ۲

۶.۱۲ کا ملفوفہ ۱

گورنر جنرل پاکستان محمد علی جناح کو اسنادِ سفارت پیش کرتے وقت افغانستان کے نمائندے نجیب اللہ خان کی گزارشات

۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

میرے لئے یہ ایک عظیم اعزاز ہے کہ اپنی برادر اور اسلامی مملکتِ پاکستان کیلئے مَیں ملک معظّم شاہِ افغانستان کے پہلے نمائندے کی حیثیت سے اس وسیع ترین مسلم قوم کی آزادی کے علم بردار اور پاکستان کے بانی کی خدمت میں اپنی اسناد پیش کر رہا ہوں جن پر میرے جلیل القدر

فرمانروا کے دستخط ثبت ہیں۔

میرے لئے یہ انتہائی شرف و افتخار کا موقع ہے کہ مَیں فضیلت مآب کے لئے شاہِ افغانستان کی پُر جوش توقعات گوش گذار کرر ہا ہوں اور حکومتِ پاکستان اور اس کے عوام کیلئے افغان قوم اور حکومت کی نیک خواہشات پہنچار ہا ہوں۔

مَیں فضیلت مآب کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس ملک کے مسلمانوں کی آزادی افغانستان کی ہمیشہ سے پُر خلوص خواہش رہی ہے اور اس کی تحصیل سے ہمارے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

فضیلت مآب! مَیں اپنے عظیم اور مقدّس فرض کی اہمیت سے بخوبی واقف ہوں جس کا مقصد دونوں ملکوں کی حکومتوں اور عوام کے درمیان محکم تعلقات اور تعاون کی بنیادوں کو مضبوط اور مؤثر طریقے پر استوار کرنا ہے۔

ہر دو ملکوں کے عوام کے مابین تعلقات اور تعاون قائم ہونے کا افغان قوم اور حکومتِ افغانستان ذوق وشوق سے انتظار کرر ہے ہیں۔

افغانستان کی پُر خلوص خواہش ہے کہ یہ تعلقات مضبوط بنیاد پر قائم ہوں نہ کہ عارضی سفارتی انتظامات پر جنہیں معمولی واقعات اور حالات کا اتار چڑھاؤ ڈگمگا سکتا اور درہم برہم کر سکتا ہے۔ افغانستان چاہتا ہے کہ ان تعلقات کی بنیاد باہمی مفاہمت، اعتماد اور دونوں ملکوں کی دائمی ضروریات پر قائم ہونی چاہئے کیونکہ اسی صورت میں دونوں ہمسایہ ملکوں کے عوام حال و مستقبل میں پُر امن اور خوشحال زندگی گزار سکتے ہیں۔

مَیں فضیلت مآب کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا ملک اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ہمارے اور پاکستان کے مفادات متضاد ہیں بلکہ افغانستان کو یہ توقع ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان جتنے بھی اہم مسائل ہیں وہ اسی جذبے کے تحت حل ہو جائیں گے۔ مجھے اعتماد ہے کہ ان نتائج سے ہم سب کو حال اور مستقبل میں لازوال امن اور خوشحالی کی ضمانت مل جائے گی۔

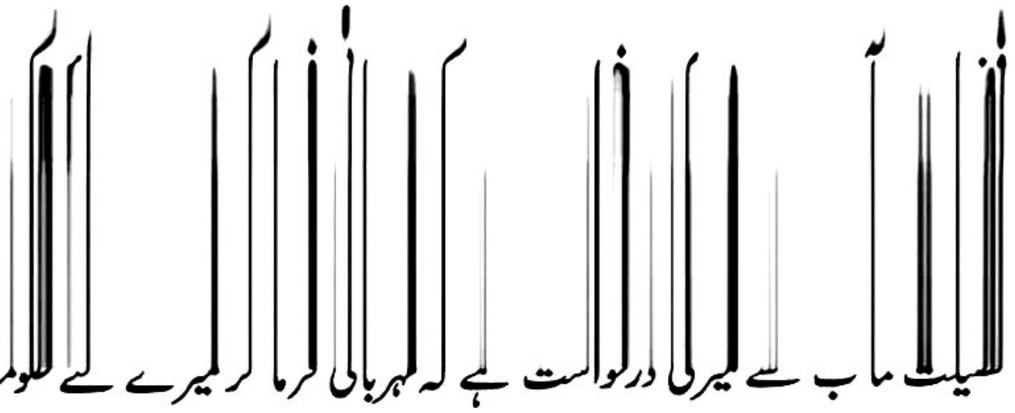

فضیلت مآب سے میری درخواست ہے کہ مہربانی فرما کر میرے لئے حکومتِ پاکستان کی مدد اور تعاون کا انتظام فرمادیں تا کہ مَیں اپنے مقصد کو کامیابی کی منزل تک پہنچا سکوں اور اپنے اعلیٰ مقاصد میں سرخرو ہوسکوں۔ انشاءاللہ

آخر میں حکومتِ پاکستان اور عوام کے پُر جوش احساسات، مہمان نوازی اور مہربانی کا خلوصِ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں اور فضیلت مآب کی سلامتی اور پاکستان کی خوشحالی کا آرزو مند ہوں۔

۶.۱۲ کا ملفوفہ ۲

نجیب اللہ خان کی گزارشات پر محمد علی جناح کا جواب

۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

فضیلت مآب

آپ کا خیر مقدم کرتے اور ہز میجسٹی شاہِ افغانستان کی جانب سے نیک خواہشات کا پُر خلوص پیغام وصول کرتے ہوئے مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اس موقع پر آپ سے گذارش ہے کہ آپ اپنے جلیل القدر فرمانروا کو میرا خیر سگالی اور احترام کا پیغام پہنچا دیں اور میری جانب سے اور میری حکومت اور پاکستان کے عوام کی جانب سے افغانستان کی حکومت اور عوام کیلئے نیک تمناؤں کی پُر خلوص نوید دے دیں۔ آپ سے میری یہ گزارش بھی ہے کہ میرے ذاتی نمائندے نواب سعید اللہ خان سے ان کے کابل میں قیام کے دوران جس خلوص، مہمان نوازی اور دوستی کا سلوک روا رکھا گیا اس کیلئے حکومتِ افغانستان کو میرا شکریہ پہنچا دیں۔

مسلم سلطنتِ افغانستان کیلئے پاکستان کی حکومت اور عوام کے جذبات پُر تپاک دوستی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ افغانستان ہمارا قریب ترین ہمسایہ ہے اور اس کے ساتھ پاکستان کے عوام صدہا سال سے مذہبی، ثقافتی اور سماجی رشتوں میں بندھے ہوئے ہیں۔ عزت مآب کو یقیناً علم ہوگا

کہ پاکستان کے عوام افغان قوم کے جذبۂ حریت اور آہنی کردار کے ہمیشہ سے مدّاح رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ ان دونوں ممالک کے تعلقات غیر معمولی اور دائمی دوستی میں بدل جائیں اور مجھے امید ہے کہ ہمارے وہ معاملات جو فوری توجہ چاہتے ہیں انہیں دونوں حکومتیں خیر سگالی کے جذبے کے تحت اور دونوں کے مفاد میں بہت جلد حل کر لیں گی اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ ہونے والے مذاکرات دونوں ملکوں کے درمیان دوستی کو مزید مستحکم اور پائیدار بنا دیں گے۔

اپنے ہمسایہ برادر اسلامی ملک کی جانب سے ہز میجسٹی شاہِ افغانستان کے پہلے نمائندے کے طور پر مَیں آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اپنی حکومت اور اپنی جانب سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ سے ہم ہر طرح کی اعانت، تعاون اور خیر سگالی کا برتاؤ کریں گے۔ خدا کرے پاکستان میں آپ کا قیام خوشگوار اور پُر مسرت ہو۔

۷

دستاویزات (متفرق موضوعات)

۷.۱

امن کیلئے ہندوستان اور پاکستان کا عہد و پیماں[۱]

تنازعہ کا نتیجہ تباہی ہوگا۔ دہلی میں دوروزہ کانفرنس

پریس نوٹ کے مطابق

نئی دہلی میں ۱۹ تا ۲۰ ستمبر ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ہندوستان اور پاکستان کے مندرجہ ذیل نمائندوں نے شرکت کی:

حکومتِ ہندوستان	حکومتِ پاکستان
وزیرِ اعظم: پنڈت جواہر لال نہرو	وزیرِ اعظم: لیاقت علی خاں
ڈپٹی وزیرِ اعظم: سردار پٹیل	غلام محمد
سردار بلدیو سنگھ	
جان متھائی، سی ایچ بھابھا، کے سی نیوگی	

کانفرنس کے دوران بھرپور اور بے تکلف گفتگو ہوئی جس میں دونوں ملکوں کو موصول ہونے والی شکایتوں پر غور کیا گیا اور ان سے متعلق یا تو وضاحت کی گئی یا تحقیق کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ مغربی اور مشرقی پنجاب میں اور دیگر مقامات پر افسوسناک واقعات رونما ہوئے اور فیصلہ کیا گیا کہ ان واقعات کی تفصیل ایک حکومت دوسری کو دیا کرے گی اور اس پر اتفاق ہوا کہ ان واقعات کی تحقیق کی جائے اور قصوروار افراد کو سخت سزائیں دی جائیں۔

مکمل اتفاقِ رائے

دونوں حکومتوں کا اس پر مکمل اتفاق تھا کہ حالات کو پُر امن بنانے میں انہیں تعاون کرنا چاہئے۔ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تصادم کا خیال بھی نہ صرف اخلاقی طور پر ناگوار ہے بلکہ دونوں کیلئے تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا دونوں حکومتیں مقدور بھر کوشش کریں گی کہ تصادم کے اسباب ختم ہو جائیں اور موجودہ فرقہ وارانہ فسادات کے علاقوں میں اور ان کی شدت میں جتنی جلدی ہو سکے کمی ہو۔ خاص طور پر ذمّہ دار افراد کے تیز و تند اور یکطرفہ بیانات سے احتراز کیا جائے جن سے اشتعال اور دشمنی پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

اسی ضمن میں یہ تذکرہ بھی ہوا کہ بعض اخبارات غلط خبروں کی تشہیر کر رہے ہیں اور سخت اشتعال انگیز اداریے لکھ رہے ہیں جن سے موجودہ صورتِ حال مزید ابتر ہونے کا خدشہ ہے۔ متفقہ فیصلہ ہوا کہ دونوں حکومتیں اس قسم کی غلط اور اشتعال انگیز مواد کی اشاعت کو روکنے کیلئے اقدامات کریں گی۔

دونوں حکومتوں کی حکمتِ عملی یہی ہے کہ ایسے حالات پیدا کئے جائیں اور انہیں برقرار رکھا جائے جن میں اقلیتیں سکون کی زندگی گذار سکیں۔

دونوں حکومتوں کے درمیان قریبی رابطہ برقرار رکھنے اور مسائل پر مشترکہ غور و خوض کو سہل بنانے کیلئے فیصلہ کیا گیا کہ دہلی اور لاہور میں باری باری دونوں حکومتوں کے وزراء کی میٹنگیں اکثر و بیشتر ہوا کریں گی۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم نے کہا کہ پنجاب میں حالات معمول پر آنے تک وہ لاہور میں اپنا صدر دفتر قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

کانفرنس میں تارکینِ وطن کے قافلوں کی مغرب سے مشرقی پنجاب اور مشرق سے مغربی پنجاب کی جانب نقل و حرکت سے پیدا ہونے والے مسائل پر بھی غور کیا گیا اور ذیل کے مشترکہ اعلان پر اتفاقِ رائے ہوا۔

تارکینِ وطن کی نقل و حرکت

پنجاب میں حالات نے کچھ ایسی کروٹ بدلی ہے کہ مسلمان مشرقی پنجاب سے

اور غیر مسلم مغربی پنجاب سے وسیع پیمانے پر نقل مکانی کر رہے ہیں۔ لہٰذا ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے فیصلہ کیا کہ دونوں جانب کی اس نقل وحرکت پر بھرپور توجہ دی جائے۔ اس مسئلے پر انہوں نے ایک دوسرے سے مکمل تعاون کرنے اور وہ سارے اقدامات کرنے پر اتفاق کیا جن سے یہ دوطرفہ نقل وحرکت تیزی سے اور پورے تحفّظ کے ساتھ مکمل ہو سکے۔

دونوں حکومتیں عوام کے ہر فرد سے اس معاملے میں تعاون کی اپیل کرتی ہیں۔ تشدّد سے تشدّد ہی جنم لیتا ہے اور یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ اگر ایک جانب کی نقل وحرکت میں کسی قسم کی مزاحمت ہوئی تو لازمی طور پر دوسری جانب کی نقل وحرکت میں تاخیر اور خطرے کا اندیشہ ہو جائے گا۔ لہٰذا جو اشخاص اس قسم کی مزاحمت کا ارادہ رکھتے ہیں وہ دراصل اپنے ہی لوگوں کو شدید نقصان پہنچائیں گے۔

ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں نے تہیہ کیا ہوا ہے کہ ان تارکینِ وطن کو اپنی منزل تک بلاتوقف اور بحفاظت پہنچایا جائے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ان حکومتوں نے مؤثر اور وسیع اختیارات حاصل کر لئے ہیں تا کہ جو لوگ قصوروار پائے جائیں ان سے فوری طور پر سختی سے نمٹا جائے۔۔ پاکستان ٹائمز، ۲۳ ستمبر ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۵ کا انیکس

۷.۲

محمد علی جناح بنام ایم اے کھوڑو[1]

۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو

کل رات آپ نے سندھ آبزرور کو جو انٹرویو دیا تھا اس کی جانب میری توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور مَیں اس خط کے ساتھ اس کا تراشہ ملفوف کر رہا ہوں۔ مہربانی فرما کر مجھے مطلع

کریں کہ آیا یہ متن درست ہے۔

مَیں خاص طور پر آپ کی توجہ تلاشی سے متعلق آپ کے بیان کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس سے سخت غلط فہمی پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا مَیں آپ کو لکھ رہا ہوں کہ آپ مجھے بتائیں کہ آیا آپ کے متعلق یہ اطلاعات صحیح ہیں۔

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

ایم اے کھوڑو
وزیرِ اعلیٰ، سندھ
وکٹوریہ روڈ۔ کراچی

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۶

۲.۷ کا ملفوفہ

تارکینِ وطن کی تلاشی جاری رہے گی[۱]

کھوڑو کی طرف سے حکومتِ پاکستان کے احکام کی مزاحمت

گزشتہ رات سندھ آبزرور کو انٹرویو دیتے ہوئے سندھ کے وزیرِ اعلیٰ مسٹر ایم اے کھوڑو نے کہا ''بندرگاہ پر تارکینِ وطن کی تلاشی معمول کے مطابق جاری رہے گی''

مسٹر کھوڑو نے مزید کہا ''مَیں حکومتِ پاکستان سے اس بات پر اتفاق نہیں کرتا کہ باہر جانے والے مسافروں کی تلاشی نہ لی جائے۔ ان کے یہ احکامات مجھے ناقابلِ عمل دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اس طرح سے بدیانتی فروغ پائے گی۔ مَیں اس بارے میں حکومتِ پاکستان کو ایک عرضداشت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بیان جاری رکھتے ہوئے سندھ کے وزیرِ اعلیٰ نے کہا تلاشیاں اس لئے لی جاتی ہیں تاکہ صوبے سے ممنوعہ اشیاء باہر نہ جا سکیں۔ حکومت کا یہ ایک جائز عمل ہے جس کی تمام ممالک

میں تعمیل ہوتی ہے۔ انہوں نے ایک مثال دی کہ بمبئی میں ہندوستانی لائسنس کا اسلحہ کی روک دیا گیا۔

آخر میں وزیرِ اعلیٰ نے کہا کہ انہوں نے یہ احکام جاری کر دیے ہیں کہ عورتوں کی تلاشی نہ لی جائے تاہم پولیس کو اختیار ہوگا کہ وہ مشتبہ مرد مسافروں کی تلاشی لے سکتے ہیں۔

جب انہیں یہ بتایا گیا کہ کل پولیس نے اس وقت تلاشیاں لیں جب سامان جہاز پر لادا جا چکا تھا تو وزیرِ اعلیٰ نے کہا کہ یہ کام اس طرح ہوا کہ حکومتِ پاکستان کے احکام ملنے کے بعد کسٹم کے حکام نے تلاشی لینا بند کر دی تھی۔ صوبائی حکام کو بعد میں محسوس ہوا کہ تلاشیوں سے دستبردار ہونا مناسب نہیں ہے۔

۱۔ سندھ آبزرور، ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۷.۳

نواب بھوپال بنام محمد علی جناح[۱]

(انتہائی خفیہ/ ذاتی)

قصر سلطانی، بھوپال،

۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

پنجاب کی شورش[۲] سے متعلق آپ نے جو رابطہ حکومتِ برطانیہ اور دوسری ڈومینینوں سے قائم کیا تھا وہ میرے لئے باعث دلچسپی ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہو سکا ہے اور خدا کرے کہ میری اطلاع غلط ہی ہو، کہ اس رابطے کا خاطر خواہ ہمدردانہ جواب نہیں ملا۔ اگرچہ ان کے ساتھ میرا سرکاری یا غیر سرکاری رابطہ براہ راست کوئی نہیں لیکن پتہ لگا ہے کہ سر لارنس گرافٹی اسمتھ (Lawrence Grafftey-Smith) کو بھی اس بات کا افسوس ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ یہ نہیں سوچیں گے کہ مَیں خواہ مخواہ ایک ایسے معاملے میں دلچسپی لے رہا ہوں جس کا ریاستِ بھوپال سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن آپ کو یہ یقین دلانے کی ضرورت نہیں کہ مملکتِ پاکستان کی فلاح اور اس کا مستقبل مجھے بہت عزیز ہیں۔ لہٰذا ایک علیحدہ لفافے میں آپ کیلئے ایک نوٹ[۳] ارسال کر رہا ہوں جس میں مختصراً ایسے دلائل پیش کئے گئے ہیں جو میری نظر میں حکومتِ برطانیہ کے رویّے کو بدلنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس نوٹ میں اس اہم معاملے کو تین مختلف پہلوؤں سے پیش کیا گیا ہے: (۱) حربی جغرافیائی (Strategic) محلِ وقوع (۲) معاشی پہلو (۳) سیاسی پہلو۔ خوش قسمتی سے میرے ایک افسر کی ملاقات سَر ہیرلڈ سینڈرسن (Harold Sanderson) سے ہوئی جو اقوام متحدہ کے ادارۂ خوراک وزراعت کیلئے ساری دنیا میں چاول کی تحصیل اور ترسیل کے ذمّہ دار ہیں۔ جب ان پر دولتِ مشترکہ کے ممالک کیلئے خصوصاً اور مغربی جمہوریتوں کیلئے عموماً پاکستان کی اہمیت واضح کی گئی تو انہوں نے اس نوٹ میں دیے گئے عمومی دلائل سے مکمل اتفاق کیا۔ سر ہیرلڈ ادارۂ عالمی خوراک (World Food Organisation) کے ایک اہم رکن ہیں اور حکومتوں پر دباؤ ڈال سکتے ہیں جو کسی اور سمت سے نہیں ڈالا جا سکتا۔ پوری دنیا میں اناج کی سخت قلت ہے اور اگر (پاکستان میں) اناج کی مزید پیداوار کا کوئی منصوبہ ہو تو یہ طاقتور ادارہ یعنی ادارۂ خوراک وزراعت اس کی حوصلہ افزائی کرے گا۔

اس معاملے میں حربی جغرافیائی پہلو کو مضبوط ترین دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز لیکن واضح حقیقت ہے کہ صرف چند لوگ ہی ایسے ہیں جو دنیا میں پاکستان کے حربی جغرافیائی محلِ وقوع کی اہمیت سے واقف ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ اقدام باقاعدہ ہوگا یا نہیں تاہم اگر اس نوٹ کی ایک نقل چیف آف امپیریل جنرل اسٹاف، وائی کاؤنٹ منٹگمری کے ملاحظے کیلئے بھیج دی جائے تو شاید وہ اپنا غیر معمولی اثر برطانوی حکومت پر ڈال سکیں تاکہ وہ آپ کی



چونکہ اس معاملے پر میرے ایک افسر کی سر لارنس سے گفتگو ہو چکی ہے لہٰذا اگر اس نوٹ کی ایک نقل انہیں بھی بھجوا دی جائے تو ممکن ہے کہ وہ دولتِ مشترکہ سے تعلقات کے دفتر سے اس معاملے پر دوبارہ رجوع کریں۔

مجھے امید ہے کہ آپ یہ محسوس نہیں کریں گے کہ آپ کو اس انداز میں تحریر کر کے مَیں مروجہ اصولوں سے تجاوز کر رہا ہوں لیکن میرے خیال میں یہ مسئلہ اس قدر اہم ہے کہ میری پیش کردہ تجویز پر آپ ناراض نہیں ہوں گے۔

مجھے امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور اتنا کام نہیں کر رہے ہوں گے جس سے صحت پر برا اثر پڑے اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو اسلام اور اس نوزائیدہ بچے یعنی پاکستان کی خاطر جسے محتاط اور ماہرانہ پرورش کی ضرورت ہے۔ یہ بھی انتہائی ضروری اور اہم ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ عرصے تک ہمارے درمیان تندرست و توانا حیثیت سے رہیں۔

مَیں اپنے مسائل اور امور سے آپ کو زحمت دینا نہیں چاہتا بجز ایک معمولی معاملے کے جو آپ کے ایک لفظ سے چند منٹ میں طے پا جائے گا۔ اس بارے میں شعیب آپ سے گفتگو کریں گے۔

میری ساری نیک خواہشات اور تسلیمات کے ساتھ

آپ کا ہمیشہ سے دلدادہ

حمید اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم، دستاویز نمبر ۶۳

۲۔ پاکستان نے ایٹلی اور دولتِ مشترکہ کے دوسرے رہنماؤں سے اپیل کی تھی کہ وہ مشرقی پنجاب کی تباہ کن صورتِ حال سے نجات دلانے کیلئے مداخلت کریں۔ بعد ازاں پاکستان نے یہ تجویز پیش کی کہ پاکستان اور ہندوستان مشترکہ طور پر اقوام متحدہ میں یہ تحریک پیش کریں کہ وہ ہر دو ممالک سے چھ چھ افراد پر مشتمل ۱۲ غیر جانبدار مبصرین کی ایک کمیٹی مقرر کرے جو چھ ہفتے اس فرقہ وارانہ صورتِ حال کا جائزہ لے کر اقوامِ متحدہ کو رپورٹ کرے۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۳۰ ستمبر ۱۹۴۷ء

۳۔ ملفوفہ

۳.۷ کا ملفوفہ

نواب بھوپال کا نوٹ

(انتہائی خفیہ)

پاکستان اور برطانوی دولتِ مشترکہ

قائداعظم کی اپیل کی حمایت میں دلائل

حربی جغرافیائی محل وقوع کا پہلو

اس نوٹ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اقوامِ متحدہ کی ناکامی کے اسباب کا جائزہ لیا جائے لیکن اس حقیقت کو مدِ نظر رکھنا چاہئے کہ بین الاقوامی سیاست کی سطح پر ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ کسی قوم کو اپنی مرضی نافذ کرنے کیلئے جنگ کو آلۂ کار بنانے کی اجازت نہ ہو۔ روس اور مغربی جمہوریتوں کے نظریات میں اساسی اختلافات کی بناء پر دنیا دو مخالف حصوں میں بٹ گئی ہے جس کی وجہ سے تیسری ایٹمی جنگ ناگزیر ہوگئی ہے۔ عالمی امور کے اس تباہ کن دھارے کو پاتال میں گرنے سے بچانے کیلئے کیا کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا؟

۲۔ کوئی ملک جارحانہ جنگ کا آغاز اس وقت تک نہیں کرتا جب تک اسے فتح کا یقین نہ ہو لہٰذا مغربی جمہوریتوں کی یہ پُرعزم پالیسی ہونی چاہئے کہ جنگ سے نفرت کرنے والے ممالک کو ساتھ ملا کر ایک مضبوط اتحاد قائم کریں تا کہ ہر اس ملک پر جو جارحانہ عزائم رکھتا ہے یہ واضح ہو جائے کہ جنگ کا نتیجہ جارح کی شکست ہی میں نکل سکتا ہے۔

۳۔ عالمی اور بین الاقوامی امن کے اس منصوبے میں پاکستان کو ایک منفرد اور انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔ اگر ہم بحرِ ہند کی وسعتوں کو ایک محراب سے تشبیہ دیں تو پاکستان اور کراچی کی بندرگاہ کو اس محراب کا کلیدی پتھر کہا جاسکتا ہے۔ ہمالیہ سے سمندر تک پھیلا ہوا پاکستان اگر کسی وجہ سے امن پسند ممالک کی مخالف طاقتوں سے مل جائے تو بحرِ ہند کے عظیم محراب کی چوٹی برطانوی دولتِ مشترکہ کے دشمنوں کے قبضے میں آجائے گی، مملکت ہندوستان کے وسائل ان کی تحویل میں ہوں گے اور گھیرے میں آکر مشرقِ وسطیٰ کی فوجی اہمیت بدل جائے گی۔ ایران،

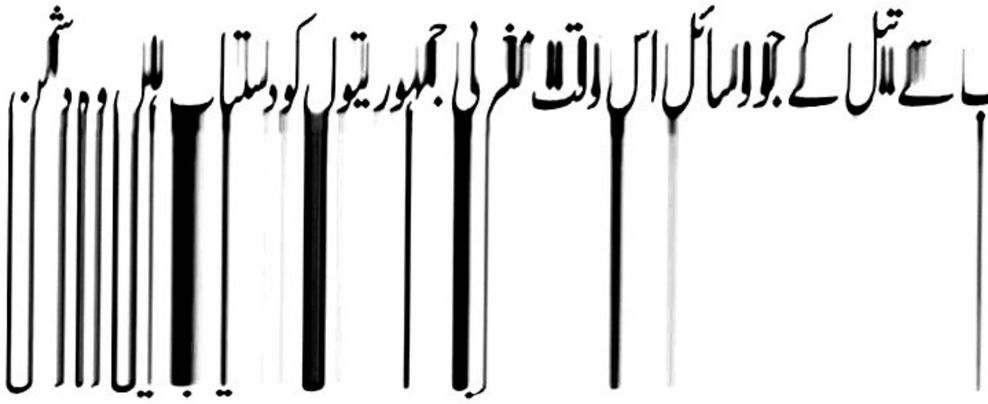

کے قبضے میں آ جائیں گے اور افریقہ پر حملہ کرنے کیلئے ہوائی اور بحری بیڑوں کو کھلا راستہ مل جائے گا۔ مزید برآں پاکستان ہی دنیا کا وہ واحد ملک ہے جہاں سے روس کے خلاف جوابی حملہ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ مستقبل کی کسی جنگ میں افواج اس وقت تک آگے نہیں بڑھیں گی جب تک ایٹم بموں، دور مار راکٹوں اور شاید جراثیمی اسلحہ سے ہوائی جنگ کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ روس جیسے بڑے ملک پر غلبہ حاصل کرنے اور علاقوں پر قبضہ کرنے کیلئے میدانی فوج کی ضرورت ہر حال میں برقرار رہتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس طرح کا حملہ کن سمتوں سے کیا جا سکتا ہے؟ گھیراؤ کی تدبیر اور ایک سے زیادہ سمتوں سے سرحدوں پر حملہ کرنا شاید اب بھی قابلِ عمل ہو لیکن اس مسئلے پر غور کرنا بھی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۵۔ مغرب کی جانب سے حملہ کرنے کی صورت میں روس کی طفیلی ریاستوں، مشرقی جرمنی، چیکوسلاواکیہ، آسٹریا، ہنگری، پولینڈ، بالٹک ریاستوں اور یوگوسلاویہ، بلغاریہ اور رومانیہ کے آر پار جنگ لڑنی پڑے گی۔ پچھلی جنگ نے واضح کر دیا تھا کہ اس کارروائی میں طاقتور جرمن افواج کس طرح کمزور اور پراگندہ ہو گئی تھیں کہ نہ تو روسی افواج کو کوئی کاری نقصان پہنچا سکیں اور نہ ہی سامان تیار کرنے والے کارخانوں کو جنہیں دور مشرق میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس سمت سے حملہ کرنا ناکامی کا منہ دیکھنا ہے۔

۶۔ اسی طرح دشوار گذار شمالی راستے سے حملہ کرنا بھی ناقابلِ عمل ہے کیونکہ غیر محفوظ مواصلاتی سلسلے اور نامساعد موسمی حالات ناکافی اور یخ بستہ بندرگاہوں کے ساتھ یکجا ہو کر مطلوبہ دباؤ اور رفتار کو ناممکن بنا دیں گے۔ اگر انتہائی مشرق کا رخ اختیار کیا گیا اور ٹرانس سائبیرین ریلوے (Trans-Siberian Railway) کے راستے حملہ کیا جائے تو اس کے نتیجے میں کسی اہم علاقے تک پہنچنے سے پہلے سائبیریا اور وسطی ایشیا کے تین ہزار پانچ سو میل کے بے پایاں

ویرانوں سے گذرنا پڑے گا اور ساتھ ہی اپنے مواصلات کے طویل اور غیر محفوظ سلسلے کی نگرانی کیلئے فوج کا بڑا حصہ تعینات کرنا پڑے گا۔ اگر مغرب سے مشرق کی جانبْ جنوب کی سمت استعمال کرنے پر غور کیا جائے تو درّۂ دانیال کا راستہ نا قابلِ عمل ہے کیونکہ درۂ دانیال اور باسفورس کے محدود سمندر میں اگر کسی بھی حجم کا بحری جہاز ڈبو دیا جائے تو یہ بحری راستہ بند ہو جائے گا اور عارضی طور پر متبادل راستہ کے استعمال کیلئے جنوبی ترکی کی بندرگاہیں اتنی بڑی نہیں ہیں۔ خلیج فارس سے بصرہ، محمرا (Mohammerah)، بندر شاہ پور اور بندر عباس کا بحری راستہ جنوبی سوشلسٹ سوویٹ جمہوریتوں کے ہوائی اڈوں کے متوازی جاتا ہے۔ مزید برآں بندرگاہوں کی ناکافی گنجائش اور عقبی علاقوں میں مواصلات کی کمیابی کی بناء پر سوائے اس کے کہ ایک دکھاوے کا حملہ کیا جائے اور کوئی بڑا حملہ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا وادیٔ سندھ اور کراچی کی بندرگاہ کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی مناسب جگہ نہیں رہ جاتی۔ یہاں مشرق کی انتہائی حد پر روس کے خلاف محاذ قائم کرنے کیلئے ایک وسیع علاقہ موجود ہے اور کھلے سمندر میں اس کی اپنی بندرگاہ بھی ہے جسے ایک جدید فوج کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے وسیع اور جدید بنایا جا سکتا ہے۔

۷۔ لہٰذا اس تجزیئے کے مطابق پاکستان کی بقا نہ صرف مغربی جمہوریتوں اور ان ممالک کے مفاد میں ہے جو روس کے جارحانہ عزائم کو لگام دینے کیلئے اتحاد کرنا چاہتے ہیں بلکہ یہ بھی انتہائی اہم ہے کہ پاکستان کو ایک ایسے مرکز میں تبدیل کر دیا جائے جہاں ایک جدید فوج قائم و برقرار رہ سکے۔

اقتصادی عوامل

اس امر پر اختلافِ رائے ہو سکتا ہے کہ پاکستان کو ایک جدید، انتہائی زرخیز اور صنعتی ملک میں تبدیل کرنے کے منصوبے پر روس کے حکمران فوراً شکوک و شبہات میں پڑ جائیں گے اور یہ بھی نتیجتاً نزاع کا ایک سبب بن سکتا ہے۔ اس کا امکان بھی ہے کہ جدید صنعتوں کے قیام اور مشینی زراعت کو دیکھ کر روسی اسے کہیں چڑھائی کی تیاری نہ سمجھ بیٹھیں۔ اس شک کو اس طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ یہ کہا جائے یہ کام عالمی خوراک کی پیداوار میں



پیداوار میں عالمی خسارہ تقریباً چار کروڑ ٹن ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کی آبادی سالانہ پچاس لاکھ کے حساب سے بڑھ رہی ہے اور پچھلی جنگ شروع ہونے سے کئی سال قبل بھی اپنی زراعت کے موجودہ پرانے طریقوں کی وجہ سے برصغیر خود اپنی آبادی کی کفالت نہیں کر سکتا تھا۔ لہٰذا یہ بات عیاں ہے کہ اگر اس اہم مسئلے سے کامیابی کے ساتھ نمٹنا ہے تو یہ ضروری ہے کہ ہر قابلِ پیداوار علاقے اور ریگزار کو استعمال میں لایا جائے اور بند باندھ کر اور آبپاشی کے منصوبوں سے انہیں زرخیز بنایا جائے۔ پاکستان میں سکھر بیراج پر تقریباً ۱۴۰ ملین پاؤنڈ لاگت آئی تھی جو بیس سال میں ادا ہو گئی۔

مصر کی طرح پاکستان کی معیشت کا انحصار بھی دریاؤں پر ہے اور پاکستان کیلئے دریائے سندھ بھی ایسا ہی ہے جیسا مصر کیلئے دریائے نیل جو پاکستان کی معاشی زندگی کیلئے خون کے دھارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت دریائے سندھ کے پانی کا قیمتی اثاثہ ضائع ہو رہا ہے۔ اگرچہ اس بارے میں تفتیش کرنا ماہروں کا کام ہے لیکن عام خیال یہ ہے کہ چار مقامات پر دریائے سندھ پر بند باندھے جا سکتے ہیں۔ ان کے محل وقوع یہ ہیں: اوّل دریائے سندھ اور دریائے کابل کے سنگم سے نیچے کی طرف اٹک پر، دوم جنوب میں سو میل کے فاصلے پر کالا باغ پر جہاں سندھ ایک تنگ گھاٹی سے گزرتا ہے، سوم مزید سو میل کے فاصلے پر ڈیرہ اسمٰعیل خان کے مقام پر، چہارم ڈیرہ اسمٰعیل خان سے مزید جنوب کی سمت ایک سو میل کے فاصلے پر ڈیرہ غازی خان میں۔ اگر ان علاقوں میں مناسب مقامات کی نشاندہی ہو جائے تو یہاں بند باندھے جا سکتے ہیں تاکہ آبپاشی کے نئے نظام جاری کئے جا سکیں اور صنعتوں کیلئے بجلی فراہم کی جا سکے۔ اس طرح یہ ممکن ہو سکے گا کہ نہ صرف وادیٔ سندھ کی موجودہ پیداواری استعداد میں تین گنا اضافہ کیا جا سکے بلکہ اس نئی مملکت کی صنعتی ترقی کیلئے بجلی فراہم کر کے ایک مضبوط بنیاد قائم کی جا سکے۔ پاکستان کو ایک جدید، زرخیز اور انتہائی ترقی یافتہ صنعتی علاقہ بنانے سے نہ صرف امن پسند اقوام کی دفاعی قوت مضبوط ہو گی بلکہ اگر ضرورت پڑے تو اس علاقے سے جوابی حملہ بھی کیا

جاسکتا ہے کیونکہ یہ علاقہ ایک وسیع وجدید فوج کی سہولتیں فراہم کرنے اور اس کی کفالت کرنے کے قابل ہوگا۔ ایران کے جنوب میں ہونے کی وجہ سے اگر اس علاقے (ایران) پر روس کی طرف سے حملہ ہو تو مدد کیلئے برّی اور ہوائی افواج کے استعمال کیلئے پاکستان کا محل وقوع انتہائی موزوں ہے۔

سیاسی عوامل

برطانوی دولتِ مشترکہ سے اپیل کرنے میں پاکستان نے اس کے سواء اور کچھ نہیں کیا کہ اپنی جلیس ڈومینینوں سے درخواست کی ہے کہ وہ اپنے مشوروں سے اس خاندانی جھگڑے کا تصفیہ کرنے میں مدد دیں۔ قائداعظم نے پاکستان کو فوجی مدد دینے کی درخواست نہیں کی ہے۔ انہوں نے تو سیاسی مداخلت کی تجویز بھی نہیں پیش کی۔ انہوں نے صرف یہ گذارش کی ہے کہ ہم جلیس ڈومینینیں پنجاب میں ہمدرد اور غیر جانبدار مبصر بھیجیں تا کہ وہ موقع پر اس مسئلے کا جائزہ لے سکیں اور ان فرقہ وارانہ ہنگاموں کو ختم کرنے کیلئے اپنی غیر جانبدارانہ تجاویز اور مشورے پیش کر سکیں۔ جناح کسی ایک فرقے کی مذمّت کرنے کی کوشش نہیں کر رہے اور نہ ہی وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو کچھ اب تک ہو چکا ہے اس پر مبصرین کسی کو موردِ الزام ٹھہرائیں بلکہ انہیں دوسری مملکتوں سے صرف دوستانہ اعانت کی خواہش ہے۔

سب لوگ اس بات کو یقیناً تسلیم کریں گے کہ یہ برطانوی دولتِ مشترکہ کی اصلیت کا کڑا امتحان ہے۔ پرانی ڈومینینیں اس وقت کوشش کر رہی ہیں کہ دنیا کو یہ بتایا جائے کہ باہمی اعتماد کی بنیاد پر مبنی دوستانہ شراکت کی قدر و قیمت کیا ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ اکثر ہوتا ہے کہ برطانوی دولتِ مشترکہ میں سارے رکن مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام ارکان مساوی برتاؤ کی بھی توقع رکھتے ہیں۔

کیا یہ امر قابلِ فہم ہے کہ اگر کینیڈا میں فرانسیسی اور برطانوی باشندوں میں یا جنوبی افریقہ میں برطانوی اور ولندیزی لوگوں میں نزاع ہو جائے اور اس کے نتیجے میں کوئی ایک برادری پوری دولتِ مشترکہ سے اپیل کرے تو کیا یہ کوشش فوراً نہیں کی جائے گی کہ

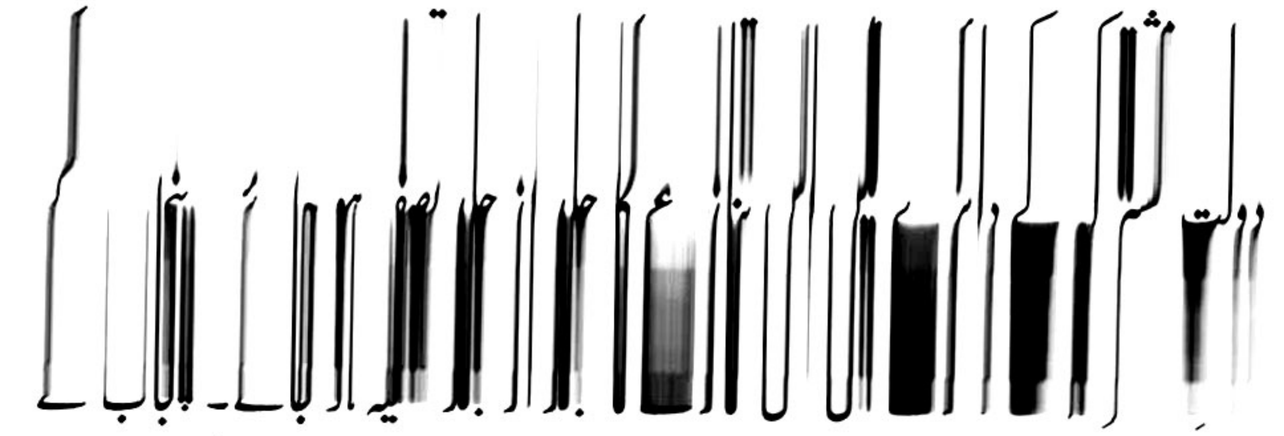

اندوہناک معاملے میں یہی خاندان والا سودمند نقطۂ نظر پیش نظر رکھنا آخر کیوں ممکن نہیں؟ کیا یہ اس لئے ہے کہ حکومتِ برطانیہ سخت دل سے مفاہمت کرنے کی بے سود امید لگائے بیٹھی ہے یا وہ کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتی جس کے نتیجے میں مملکتِ ہندوستان عجلت سے دولتِ مشترکہ کو خیرباد کہہ دے؟ کیا انڈین ڈومینین بارہا نہیں کہہ چکی ہے کہ وہ اوّلین فرصت میں دولتِ مشترکہ سے علیحدہ ہو جائیگی۔ کیا یہ امکان بھی ہے کہ حکومتِ برطانیہ دوستوں کو قربان کر کے دشمنوں کو دلاسہ دینا چاہتی ہے؟ کیا میونخ (Munich) کا سبق ابھی تک سیکھا اور سمجھا نہیں جا سکا ہے یا پھر کوئی اور تباہ کن جنگ کی ضرورت ہے تاکہ ان لوگوں کی سوجھ بوجھ تیز ہو جائے جو حکومت سنبھالنے کے ذمہ دار ہیں؟

شاید دوسرے بہت سے بظاہر ناقابلِ حل سیاسی مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی سیاسی نفع نقصان پیشِ نظر ہے۔ اس کے عوامل کیا ہیں؟ اس کے ایک جانب یہ دکھائی دیتا ہے کہ حکومتِ برطانیہ ضروری سمجھتی ہے کہ مملکت ہندوستان کے ناآزمودہ اور ضدّی حکمرانوں کی ترنگ اور جذبات کی حاجت روائی کرے۔ شاید تجارت اور صنعت اور اہم برآمدات کیلئے منڈی کی اہمیت اور خام مال کی ضرورت ترازو کے اس پلڑے کو بھاری کر رہی ہے۔ کیا یہ پالیسی کوتاہ نظری پر مبنی نہیں کیونکہ اگر مملکتِ ہندوستان دولتِ مشترکہ سے نکل بھی جائے تب بھی اسٹرلنگ میں جمع اس کی رقم مجبور کرے گی کہ وہ اسٹرلنگ والے علاقوں سے اپنی تجارت جاری رکھے؟

بصورتِ دیگر اگر پاکستان کی اپیل کو نظرانداز کر دیا گیا تو اس مملکت کا حق بنتا ہے کہ وہ کہے کہ دولتِ مشترکہ اپنے اصولوں کی صرف اس وقت پاسداری کرتی ہے جب یورپی باشندوں کا معاملہ درپیش ہو۔ لہٰذا اس جعلی وفاق میں رہنے سے دوسرے لوگوں کو کیا فائدہ ہے۔ کیا پاکستان کیلئے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے مسلم ممالک سے رابطہ قائم کرے اور دولتِ مشترکہ سے اپنے تعلقات ختم کر لے؟ اگر پاکستان کی اپیل کو مسترد کر دیا گیا تو برطانیہ کے وقار

پر مشرقِ وسطیٰ میں برا اثر پڑے گا اور شاید افریقہ کی نوآبادیات پر بھی یہی تاثر قائم ہو جو برطانیہ اور امریکہ کیلئے بحرالکاہل سے متعلق حکمتِ عملی میں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ روس جو اس وقت بھی ایشیا کی رہنمائی کے خواب دیکھ رہا ہے وہ دولتِ مشترکہ کے بنیادی اصولوں کے انحراف کو کس نظر سے دیکھے گا؟ اگر پاکستان مایوسی کے عالم میں اور دولتِ مشترکہ کے انصاف سے ناامید ہو کر اپنا رشتہ روس سے جوڑے تو مملکتِ ہندوستان کی منڈی اور خام مال کہاں جائیں گے اور وادیٔ سندھ پر روس کی نگرانی کا اثر امن کے قیام کیلئے مغربی جمہوریتوں کی عالمی تدبیر پر کیسا پڑے گا؟

پنجاب کے اس بین المللکی تنازعے پر دولتِ مشترکہ کو چاہئے کہ اس اپیل پر معقول طریقے سے غور کرے۔ فیصلے کرنے والے لوگوں کو چاہئے کہ خالص مساوی سطح پر اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس مسئلے پر دوبارہ غور کریں اور حقائق کو سامنے رکھ کر پاکستان کی مدد کیلئے آگے آئیں جو دولتِ مشترکہ کا ایک مساوی رکن بنتے ہی اس بحران میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن امتحان ہے۔ کیا اس موقع پر دوسری مملکتیں عمل کیلئے تیار ہیں؟

۷.۴
محمد نعمان بنام محمد علی جناح[۱]
(ذاتی)

حیدرآباد دکن

۱۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ڈیئر قائداعظم

مَیں کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں کہ بعض اہم اور ضروری مسائل کے بارے میں آپ کو خط لکھوں۔ مجھے کچھ جھجک سی تھی کیونکہ مجھے پورا یقین نہیں تھا کہ جو تجاویز اور آراء مَیں پیش کر رہا

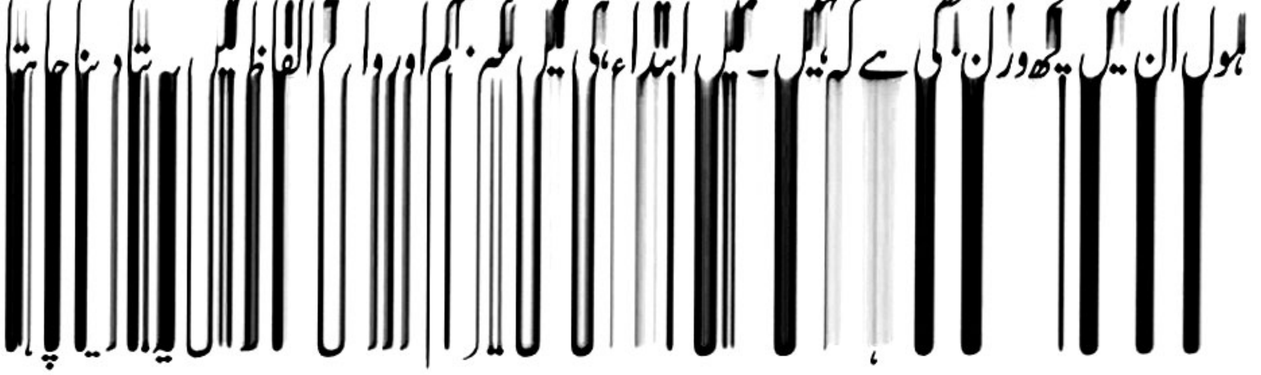

ہوں کہ میں پاکستان کا خیر خواہ اور وفادار ہوں۔ میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جن کا حقیقی معنیٰ میں یہ ایمان ہے کہ لیگ کے پرچم پر وفاداری کا عہد کرنے کے بعد اور تقسیم کے منصوبے کے نتائج سے واقف ہوتے ہوئے وہ ایک لمحے کیلئے بھی یہ سوچ نہیں سکتے کہ اپنی وفاداری تبدیل کر کے اور ہندوستانی رہنماؤں کے وعدوں اور اعلانات پر یقین کر کے کانگریس کے پرچم کو سلامی دیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان جذبات کی قدر کریں گے جو ایک ایسے دل سے نکلے ہیں جو ہندو مجرموں کے ہاتھوں کئی رشتہ داروں کا نقصان برداشت کرنے کے باوجود ابھی تک مستحکم ہے۔ مجھے اب بھی یقینِ کامل ہے کہ اگر پاکستان حاصل نہ ہوتا تو ہندوستان کے مسلمان نیست و نابود اور ذلیل ہو جاتے۔ خوش قسمتی سے ہمارے لئے ایک جائے پناہ موجود ہے لیکن اسی کے ساتھ مَیں یہ بھی کہوں گا کہ جس طرح کانگریس کا پروپیگنڈا جاری ہے اس سے مسلمانوں کا حوصلہ پست ہو رہا ہے۔ ہماری جانب سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کا پروپیگنڈا مشن پوری قوت سے نہیں چل رہا۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم بھی آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کے اصول کی کھلم کھلا وکالت کریں۔ میری اس گفتگو پر آپ جلد بازی اور غیر ذمّہ داری کا الزام لگائیں گے۔ جیسا کہ آپ پہلے کئی مرتبہ کر چکے ہیں لیکن مَیں اپنی قوم کو نقصان پہنچانے کیلئے نہیں بلکہ اس کا حوصلہ بلند رکھنے کیلئے مؤثر اور جارحانہ پروپیگنڈے کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ہندو اخباروں میں مسلسل یہ خبریں آتی رہتی ہیں کہ ''مسلمانوں کے پاس سے اسلحہ گولہ بارود اور دوسرے ہتھیار برآمد کئے گئے''۔ یہ کسی ایک مقام تک محدود نہیں ہے بلکہ ملک کے تمام حصوں میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے گھروں کی تلاشی لی جاتی ہے اور ان کی ہر چیز چھین لی جاتی ہے ہندو، ہندو پولیس اور ہندو فوج پوری طرح مسلّح ہوتے ہیں۔ مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر ہم ان کی ریشہ دوانیوں پر سے پردہ کیوں نہیں اٹھا سکتے۔ بعض مسلمانوں کے بیانات اور ان کی شائع شدہ تقریریں آپ کی نظر سے گذری ہوں گی۔ مجھے خوف ہے کہ ہندوستان میں موجودہ صورتِ حال کے بارے میں اگر فوری کوشش نہ کی گئی تو اقلیتی صوبوں کے مسلمان جنھوں نے حصولِ پاکستان کیلئے سب کچھ کیا تھا

اب ان کی ہر یجنوں جیسی حالت ہو جائے گی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے رہنماؤں کے وعدوں کے باوجود کانگریس کے رویّے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔ مَیں ایک منٹ کیلئے بھی یہ یقین نہیں کرسکتا کہ تیندوا اپنے داغ مٹا سکتا ہے اور مسٹر گاندھی یکدم مسلمانوں سے محبت کرنے لگیں۔ اگر میرے پاس ذرا سا بھی مقام یا اختیار ہوتا تو مَیں خود ان کی تحریروں اور اقوال سے انہیں بے نقاب کر دیتا۔

حال ہی میں یو پی حکومت کے پارلیمانی سیکرٹری نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہماری وفاداری کو یقینی بنانے کیلئے ہندوستان میں مسلم لیگ کو تحلیل کر دینا چاہئے اور اب مسلّح افواج کے افسروں سے خطاب میں آپ نے خود اقلیتی صوبوں کیلئے ایک نئی رہنمائی کا اشارہ کیا ہے۔[۲] کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اقلیتی صوبوں میں مسلم لیگ کو تحلیل کر دیا جائے؟ میرے قائداعظم! اگر آپ مجھے معاف کر دیں تو مَیں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ ۱۵ اگست سے پہلے کونسل کی میٹنگ منعقد نہ کرنا ایک بہت بڑی غلطی تھی اور اس طرح اقلیتوں کی واضح طور پر رہنمائی نہیں کی گئی۔ اس وقت مسلم لیگ کو برخاست کرنا ایک اور غلطی ہوگی۔ کیا کانگریس یا اس کے کسی ذمّہ دار ترجمان نے کبھی اپنے ادارے کے بارے میں اس قسم کا اشارہ کیا ہے؟ کیا مسٹر گاندھی اور کرپلانی نے علانیہ یہ نہیں کہا کہ پاکستان میں کانگریس اسی طرح کام کرتی رہے گی جس طرح وہ پاکستان بننے سے پہلے کیا کرتی تھی۔ یہ بہت سنگین مسائل ہیں اور مَیں اتنا گستاخ نہیں کہ یہ کہوں کہ ان پر آپ کی توجہ نہیں ہے۔ مجھے آپ کے رنج والم اور تشویش کا پورا شعور ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ نکتہ چین اور مورخین آپ کے کارنمایاں اور تدبر بیان کرتے ہوئے یہ نہ کہہ دیں کہ آپ نے اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ مَیں یہ تجویز پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ کمیٹی آف ایکشن سے فوراً کہا جائے کہ وہ اقلیتی صوبوں کا دورہ کرے اور مسلمانوں کی تکالیف کا مکمل حساب کرے اور ان کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کرے۔ کمیٹی کو چاہئے کہ وہ صوبائی حکومتوں اور ان کے سامنے ان حقائق کو پیش اور ان کی کثرت سے اشاعت کرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ دونوں مملکتوں کے درمیان کوئی خانگی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اب یہ ایک بین الاقوامی

مسئلہ بن چکا ہے۔ اقلیتی مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ لیگ آف نیشنز اور ٹریٹی آف ورسائی (Treaty of Versailles) کے موقع پر اقلیتی مسئلہ زیرِ بحث آیا تھا۔ لہٰذا اگر ہم اس سنگین مسئلے کی جانب دنیا کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ ایک حسبِ حال کتابچہ لکھوا کر مختلف ممالک کے دارالحکومتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ثالثاً میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ ہم ہندوستان کو واضح الفاظ میں یہ بتا دیں کہ ہندوستان اپنی اقلیتوں کے ساتھ جیسا سلوک کرے گا بعینہٖ ایسا ہی سلوک اقلیتوں کے ساتھ پاکستان میں بھی کیا جائے گا۔ ہم کئی مرتبہ یقین دہانیاں کرا چکے ہیں اور اب سخت اور واضح حکمتِ عملی کا وقت آ گیا ہے۔ بین الاقوامی پروپیگنڈا وقت کی ضرورت ہے اور جو رقم بھی اس پر خرچ کی جائے ضائع نہیں ہوگی کیونکہ اگر اسے مناسب خطوط پر چلایا جائے تو نہ صرف عالمی توجہ مبذول ہو جائے گی بلکہ تجارتی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

بمبئی میں کونسل کی میٹنگ میں آپ کی تقریر مجھے یاد ہے جب آپ نے کہا تھا کہ ''آج آئینی نظام کا خاتمہ ہو گیا ہے۔'' مَیں یہ نہیں کہتا کہ ہم آئین ہی کو رد کر دیں بلکہ ہمیں چاہئے کہ ہم ایک ایسی دوطرفہ صورتِ حال کا اعلان کر دیں جس کے مطابق ہم اپنے قول و قرار کا احترام اور ان کی تعمیل اسی وقت کریں گے جب حکومتِ ہندوستان بھی ان کا احترام اس جذبے کے ساتھ کرے گی۔ امید کرتا ہوں کہ جس صاف گوئی اور بے تکلفی سے مَیں نے موجودہ سیاسی صورتِ حال پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اس پر آپ مجھے معاف کر دیں گے۔

آپ کا مخلص

محمد نعمان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۷۰

۲۔ نمبر ۸.۱

۷.۵

شاہ عبداللہ ابن الحسین بنام محمد علی جناح[۱]

(تار)

عمان

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ہندوستان میں بھائیوں کے درمیان جو ہنگامہ آرائی جاری ہے اس سے مشرقِ قریب میں ہمیں بہت دکھ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے مابین امن اور خیر خواہی برقرار ہو جائے۔ اگر معزز رہنماؤں نے یہ ہنگامہ آرائی نہ روکی اور ہندوستان میں باہمی اتفاق سے ایک معینہ تاریخ تک کیلئے، جس میں آگے چل کر اضافہ کیا جا سکے، بھائی چارہ بحال نہ کیا تو آنے والی نسلیں انہی کو ذمہ دار ٹھہرائیں گی۔ اس اثناء میں لوگوں کے تبادلے کا یا ہندوستان میں مسلمانوں اور پاکستان میں ہندوؤں کیلئے پُر امن زندگی بسر کرنے کا انتظام اس طرح کیا جائے کہ موجودہ افسوسناک برگشتگی اور جارحیت کا خاتمہ ہو جائے۔ ہم آپ کے ایسے جواب کے منتظر ہیں جس سے پورے مشرق میں خوشی کی لہر دوڑ جائے۔

عبداللہ ابن الحسین

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۳۵

۷.۶

بارِ دگر یکجائی (اتحادِ نو) ہرگز نہیں[۱]

(اقتباس)

پاکستان قائم رہنے کیلئے بنا ہے اور کوئی چیز اسے نابود نہیں کر سکتی۔ قائداعظم کا یہ اٹل اور حتمی جواب ان خارجی دشمنوں اور داخلی تخریب کاروں کیلئے تھا جنہوں نے دونوں مملکتوں کی بارِ دگر یکجائی کی مہم چلائی ہوئی ہے۔ قائداعظم کے یہ الفاظ پاکستان کے ہر وفادار

ہمارے پاکستان کے اندر اور باہر کی ہندو پریس کی مہم کا مقصد اور عزم اور ان کی غلط فہمی کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو لعنت ملامت، دل اور غیر

جانبداروں کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ہندوستان سے کسی شکل میں یا کسی طور پھر سے یکجائی ہونے کا تصوّر ہی مسلم قوم کیلئے انتہائی نفرت انگیز ہے۔ مسلم قوم کی آدھی آبادی نے پاکستان کی خودمختار مملکت قائم کر کے سیاسی غلامی، مذہبی محرومیوں اور معاشی بندشوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔

اس عزم سے کہ ہم ہمیشہ خودمختار رہیں اور پاکستان کی مکمل آزادی برقرار رہے اور کسی ایسے بلاواسطہ بندوبست کو بھی جس سے ہماری خودمختاری محدود اور پابند ہو جائے ہر سچا پاکستانی نہ تو کبھی منحرف ہوگا اور نہ برداشت کرے گا۔

بارِ دگر یکجائی کی مہم مختلف طریقوں اور مختلف ذرائع سے چلائی جا رہی ہے۔ اوّل وہ لوگ جو ہندوستان کی حکومت سے وابستہ ہیں معاشی اور دیگر اسباب کی بناء پر بارِ دگر یکجائی کی باتیں کر رہے ہیں۔ دوم پورے ہندوستان میں ہندو پریس اس مہم کی تائید کر رہا ہے۔ بعض بظاہر خارجی نقطۂ نگاہ سے اور دوسرے کھلے بندوں فرقہ واریت کے زاویۂ نظر سے یہ کہہ رہے ہیں کہ پورا برصغیر ہندوؤں کی ملکیت ہے اور اس پورے ملک پر ہندو ہی کو راج کرنا چاہئے۔ سوم وہ مسلم غدار جو ساری عمر کانگریس کے ٹکڑوں پر پلتے رہے انہیں حوصلہ دلایا جا رہا ہے کہ وہ بھی اس نظریے کی اعلانیہ حمایت کریں۔ چہارم ہندوستان میں بعض مسلم لیگ کے رہنماؤں پر بالواسطہ اور بلاواسطہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ بارِ دگر یکجائی کی حمایت میں بیانات جاری کریں۔ پنجم خود پاکستان کے اندر ہندو صحافیوں کی خدمات حاصل کی جا رہی ہیں تاکہ اس مہم کو پاکستان کے قلب میں چلایا جا سکے۔[۲]

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۹۳ کا انیکس ۲

۲۔ ڈان کا اداریہ، یکم نومبر ۱۹۴۷ء

۷.۷

ایم اے حسن اصفہانی بنام غلام محمدؒ[1]

(تار۔خفیہ)

۱۰نومبر ۱۹۴۷ء

لائق علی کی گفت وشنید کے حوالے سے بیگ نے اس معاملے کی پیروی اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے ساتھ ایک میٹنگ میں کی جس میں وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن (War Assets Administration) کے ڈائریکٹر حضرات بھی شریک تھے۔صورتِ حال یہ ہے کہ بیس ارب ڈالر کے اثاثے بانٹے جا چکے ہیں۔امریکنوں کا خیال ہے کہ مطلوبہ ساز وسامان ان کے پاس موجود نہیں ہے جس کی مالیت چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر بنتی ہے۔انہوں نے مشورہ دیا کہ ہم وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن سے پہلی مرتبہ ایک کروڑ ڈالر کا عبوری قرضہ مانگیں۔ پورا استعمال ہونے پر قرضے میں توسیع کی جاسکتی ہے۔اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کو مطلوبہ ساز وسامان کی مکمل تفصیل درکار ہے مثلاً سوتی پٹّی کی قطعی چوڑائی اور دواؤں کی مکمل تفصیل۔اشیائے صرف کیلئے قرضے کی انتہائی حد تین سال ہوگی اور ساز وسامان تیار کرنے کیلئے قرضے کا انتہائی عرصہ دس سال ہوگا۔وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن نے واضح کیا کہ ایسی کوئی مجموعی قومی فہرست موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان کی تحویل میں کیا کچھ ہے۔

ہماری ضروریات کی علاقائی دفاتر میں موجود تیں علیحدہ علیحدہ فہرستوں سے جانچ پڑتال کی جائے گی۔اگر مطلوبہ اشیاء دستیاب ہوگئیں تو ترسیل سے پہلے سامان کا جائزہ لینے کیلئے ہمیں ماہرین مقرر کرنے پڑیں گے کیونکہ ان کے درست یا نادرست ہونے کی ذمّہ داری امریکی حکام نہیں لینا چاہتے۔

ایم اے حسن اصفہانی

۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۹۱



شیخ حسن البنا بنام محمد علی جناح[1]

قاہرہ

۱۴ نومبر ۱۹۴۷ء

میرے عزیز برادرِ اسلامی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

جب میں ان چند ناقابلِ فراموش لمحات کو یاد کرتا ہوں، جو مَیں نے آپ کے ساتھ (ہندوستان سے واپسی پر) گذارے تھے اور جو وقت آپ نے اخوان کے درمیان گذارا تھا، تو مجھے بے انتہا مسرت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری امنگیں پایۂ تکمیل کو پہنچیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو پاکستان کی شکل میں اپنا آزاد ملک حاصل ہو گیا۔ اس شاندار کامیابی پر مَیں جنابِ والا کو بار بار مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مہربانی فرما کر میری اور اخوان کی نیک خواہشات قبول فرمایئے۔

تاہم افسوسناک اور خونریز واقعات اور اللہ کے دیے ہوئے عطیے یعنی نوزائیدہ پاکستان کے خلاف جارحانہ کارروائیوں سے ہم سب غم زدہ ہیں۔ جنابِ والا یقین جانئے کہ مصر اور سارے عالمِ عرب میں اور خاص طور پر اخوان المسلمین میں ایک فرد بھی ایسا نہیں جو حریت اور آزادی کے جائز مقصد کی کامیابی اور ہندو انتہا پسندی کو پسپا کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرنے سے دریغ کرے۔

ہمیں پوری امید ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں جنابِ والا کی دانشمندانہ رہنمائی سے پاکستان اسلامی طریقے پر گامزن ہوگا اور آپ اسلام کے عملی اور اصولی احکامات سے فائدہ حاصل کریں گے اور اس طرح یہ ملک مضبوط ترین بنیادوں پر قائم ہوگا اور دنیا کے مختلف علاقوں کے مسلمانوں اور دوسروں کیلئے ایک عملی نمونہ ثابت ہوگا۔

جنابِ والا سے اپنے بھائی سید صالح اشموی کا تعارف کراتے ہوئے مجھے خوشی ہو رہی ہے جو اخوان کے نائب رہنما اور ہمارے روزنامے کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ وہ وادیٔ نیل، مشرقی عرب

ریاستوں اور دیگر ممالک کی اخوان کی نیک خواہشات اپنے ساتھ لا رہے ہیں۔

مَیں یہاں انتہائی قدردانی کے ساتھ اپنے بھائی اور مہمان مسٹر محمد علیم اللہ صدیقی (الہ آباد۔ یوپی) کی قابلِ تعریف کوششوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہندوستانی اخوان کے نمائندے ہیں اور جنہوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک کارگذار لائق اور ہر دل عزیز نمائندے ہیں۔ انہوں نے بڑی خوبی سے پاکستان کے حقائق مصر کے عوام کے سامنے پیش کر کے ان کی ہمدردی اور حمایت حاصل کر لی ہے۔ وہ قاہرہ میں پاکستان ایسوسی ایشن کے صدر بھی ہیں جسے اقبال شیدائی نے قائم کیا تھا۔ وہ اور ایسوسی ایشن کے دوسرے افراد بہت اچھا کام کر رہے ہیں لیکن انہیں جنابِ والا کی منظوری اور حمایت درکار ہے جس کیلئے مَیں نے پچھلے مہینے جنابِ والا سے خط کے ذریعے درخواست کی تھی۔

میرے عزیز بھائی قائداعظم! اس وقت ہم صرف اخلاقی مدد ہی کر سکتے ہیں تاہم اپنے عمل کیلئے ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے جس کی تفصیل جنابِ والا سے ہمارے بھائی سید صالح اشموی زبانی بیان کریں گے۔ ہم نے عزم کیا ہے کہ جس وقت بھی جنابِ والا اور پاکستان کے مسلمان بھائی ہم سے درخواست کریں گے ہم مؤثر، مثبت اور عملی طور پر اپنی دائمی اخوت کا اظہار کریں گے۔

اپنی خیر سگالی، نیک خواہشات اور دلی دعاؤں کے ساتھ مَیں جنابِ والا اور پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے اسلامی تسلیمات بھیج رہا ہوں۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا برادرِ اسلامی

شیخ حسن البناء

رہنمائے اعلیٰ

انجمن اخوان المسلمین

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۰۰

ایم اوائے بیگ بنام رابرٹ اے لویٹ (Robert A. Lovett)[1]

واشنگٹن ڈی سی

۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر سیکرٹری

مَیں ان مذاکرات کے بارے میں آپ کو خط لکھنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہوں جو چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کے مختصر میعادی قرضے کیلئے حکومتِ پاکستان کی جانب سے مسٹر لائق علی نے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ سے کئے تھے تا کہ امریکہ سے ادویات، گرم کپڑے اور دوسری اشیاء فوری طور پر خریدی جا سکیں جن کی ہندوستان سے قلاش ہو کر پاکستان میں پہنچنے والے چالیس تا پچاس لاکھ مہاجرین کی زندگی بچانے اور انہیں دوبارہ آباد کرنے کیلئے اشد ضرورت ہے۔

یہ قرضہ (اگر مل سکے) تو حسبِ ذیل اشیاء کی خریداری میں استعمال کرنے کی تجویز ہے:

کمبل تیس لاکھ (فوجی ضرورت سے زائد اور نئے)	ساٹھ لاکھ ڈالر
ادویات	بیس لاکھ ڈالر
کپڑے (استعمال شدہ اور فوجی ضرورت سے زائد)	چالیس لاکھ ڈالر
زرعی آلات اور فصل کی کٹائی کے اوزار وغیرہ	
زرعی معاش کی بحالی کیلئے	ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر
ضروری عمارتی سامان بمع فولاد	اسّی لاکھ ڈالر
زراعت کیلئے پانی کے پمپ بجلی پیدا کرنے کا ساز و سامان اور میونسپلٹی کیلئے پانی فراہم کرنے اور حفظانِ صحت کا ساز و سامان	ساٹھ لاکھ ڈالر

ریلوے لائنوں کی فوری اور ہنگامی مرمت کا ساز وسامان	
ریل کے ڈبوں، انجنوں، ٹیلیفون اور تار کی	
لائینوں کی تنصیبات اور دیگر عوامی ضروریات	
کیلئے ساز وسامان متفرق اور نادیدہ	بیس لاکھ ڈالر
متفرق اور غیر متوقع اخراجات	پچاس لاکھ ڈالر
جملہ	چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر

مسٹر لائق علی کی مسٹر تھارپ (Thorp) سے گفتگو کے بعد مَیں نے اس معاملے میں اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے افسروں اور وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن سے مزید بات چیت کی ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن اس وقت تک بیس ہزار ملین ڈالر کا ساز وسامان بانٹ چکا ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ ہمیں چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر مالیت کا ساز وسامان دے سکے۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ پہلی مرتبہ ایک کروڑ ڈالر کا قرضہ مانگا جائے اور اگر یہ پورا استعمال ہو جائے تو ہمارے مطالبے اور جنگی اثاثوں کے ذخیرے میں گنجائش کے مطابق مزید قرضہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ مَیں نے وار ایسیٹس ایڈمنسٹریشن کے ڈائریکٹر کریڈٹ ڈویژن مسٹر ڈے (Mr. Day) کو ایک خط کے ذریعے اس نوع کی درخواست بھیج دی ہے۔ اور ان کے باقاعدہ جواب کا انتظار ہے۔

تاہم میری حکومت ممنون ہوگی اگر آپ یہ مشورہ دے سکیں کہ یہ چار کروڑ پچاس لاکھ ڈالر کا قرضہ فوری طور پر کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے۔

شاید اس مسئلے کی شدت کا احساس کرنا مشکل ہوگا کہ تقریباً چالیس لاکھ قلاش لوگوں کو کس طرح زندہ رکھا جائے جن میں سے ہزاروں بیمار اور زخمی ہیں اور بے شمار لوگوں کے پاس نہ تو تن ڈھانپنے کیلئے گرم کپڑے ہیں اور نہ سر پر چھت ہے۔ ایک کمبل حاصل کرنے کا مطلب ایک زندگی بچانا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ مہاجرین ہندوستان کے گرم علاقوں سے پاکستان کے سخت موسم سرما میں آئے ہیں اور انہیں یہاں کے نسبتاً مختلف موسم سے خود کو ہم آہنگ کرنا ہے جبکہ حالت

یہ ہے کہ وہ اپنے کمروں پر اٹھا کر جو کچھ لا سکتے تھے اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہے عام طور پر لہذا

کو ان کے پاس محض سوتی کپڑے ہیں۔ کوئی گرم کپڑا ان کے پاس نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اور بھی شدید ہو جاتا ہے کہ پاکستان میں اونی کپڑے کی کوئی مل نہیں جسے ہم اس مقصد کیلئے استعمال کر سکتے۔ لہٰذا فوری کارروائی کرنا انتہائی ضروری ہے تا کہ ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو گرم کپڑے، کمبل، دوائیں اور دیگر ضروری اشیاء پہنچائی جائیں اور انہیں نمونیہ اور دوسری بیماریوں سے بچایا جا سکے۔ ضرورت کے اس وقت آپ جو مدد یا مشورہ دے سکتے ہیں اسے پاکستان کی حکومت اور عوام احسان کے ساتھ یاد رکھیں گے۔[۲]

آپ کا مخلص
ایم اوائے بیگ

عزت مآب رابرٹ اے لویٹ،
قائم مقام سیکرٹری آف اسٹیٹ،
ڈپارٹمنٹ آف اسٹیٹ،
واشنگٹن ڈی سی

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم، دستاویز نمبر ۲۲۶
۲۔ قائداعظم کی اطلاع کیلئے غلام محمد نے اس کی ایک نقل ایس ایم یوسف کو بھیجی تھی۔

۷.۱۰

ایم اے حسن اصفہانی بنام محمد علی جناح[۱]

(اقتباس)

۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر قائداعظم

آپ کو تکلیف دیتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے لیکن بعض مرتبہ میں مجبور ہو جاتا ہوں۔ کل

رات مَیں واشنگٹن واپس آیا اور صدر کے سالانہ سفارتی استقبالیے میں شرکت کی۔ آج ہی سے مَیں نے بحیثیت سفیر اپنا کام سنجیدگی سے شروع کر دیا ہے۔

وزارتِ خارجہ کے توسط سے میرے نام آپ کے انتہائی خفیہ تار کی بجا آوری مرزا عثمان علی بیگ نے پہلے ہی کر دی ہے۔ اس بارے میں مجھے مزید کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے آج تار کے ذریعے آپ کو آگاہ کیا ہے کہ ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ہم ایک کروڑ ڈالر فوراً نکال سکتے ہیں۔ جس وقت ہمارے پاس ضروری معلومات موجود ہوں گی تب ہم اگلا قدم بڑھانے میں ایک منٹ بھی ضائع نہیں کریں گے۔ ہمیں کمبلوں کی اشد ضرورت ہے۔ اس بارے میں ہمیں بھی اور کراچی میں حکومت کو بھی علم ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کمبلوں کی کتنی تعداد چاہیئے۔ کمبل کافی قیمتی ہیں اور ضرورت سے زیادہ تعداد میں خریدنا پیسے کا ضیاع ہوگا۔ بیگ نے وزیرِ فنانس کو مطلع کر دیا ہے کہ مبہم عمومیت کو امریکی حکام قبول نہیں کریں گے۔ دواؤں کی تفصیل ہونی چاہیئے، مرہم پٹی کی چوڑائی اور لمبائی کی صراحت ہونی چاہیئے، اور ہماری ہر مطلوبہ شے کی مکمل تکنیکی تفصیل ہونی چاہیئے۔ تین ہفتے گذر چکے ہیں اور سفارت خانہ ابھی تک ہدایات کا منتظر ہے۔

آپ کا انتہائی مخلص

حسن

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۳۸

۷.۱۱

امام یحییٰ بنام محمد علی جناح[۱]

(تار۔ اصل عربی میں)

۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

اقوامِ متحدہ میں آپ نے جو شاندار دفاع پیش کیا ہے اس کی روداد ما بدولت نے اپنے فرزند سیف الاسلام عبداللہ سے سنی ہے۔ اس کے لئے تمام عرب ممالک اور پورا عالمِ اسلام آپ کا

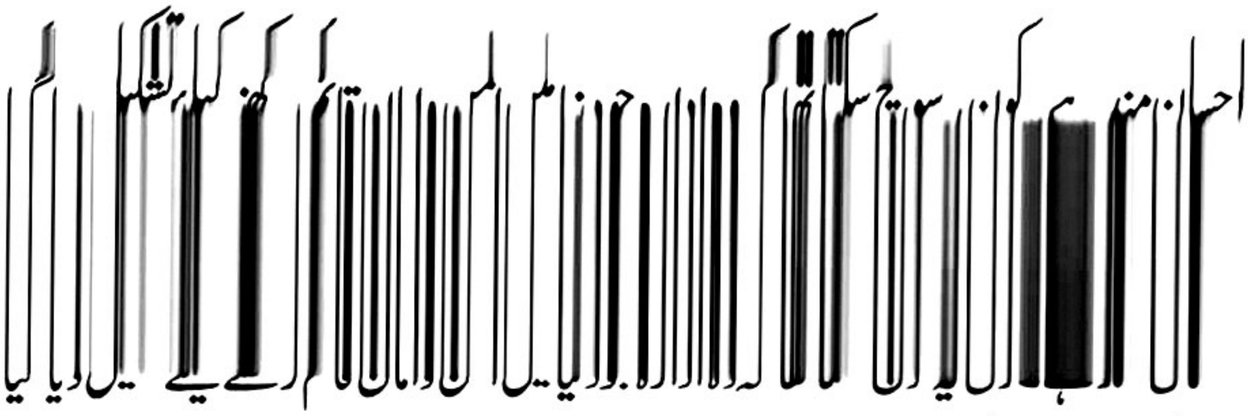

تھا عالمِ اسلام میں دشمنی اور انتشار پھیلانے کے اسباب پیدا کرنے میں مشغول ہے اور جو لوگ دس صدیوں سے بھی زیادہ مدت سے اس سرزمین میں آباد تھے ان کے قانونی حقوقِ ملکیت و حاکمیت ضبط کرنے کے درپے ہے اور ملک کو تقسیم کر کے دوسرے لوگوں کو بطور تحفہ حوالے کر رہا ہے جس کی اس ادارے کے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی استحقاق۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ مسلمانوں اور عربوں سے ان کی دشمنی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان سے ٹکراؤ میں انہیں ذلیل کیا جائے۔ ہمارا خیال ہے کہ مسلمان اس امر پر نہ تو اتفاق کریں گے اور نہ صاد کریں گے۔ ہم ایک بار پھر آپ کا اور اقوام متحدہ میں آپ کے نمائندے (ظفر اللہ خان) کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تسلیمات پیش کرتے ہیں۔

امام یحییٰ

شاہِ یمن

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۳۶

۷.۱۲

حبیب آئی رحمت اللہ بنام لیاقت علی خاں[1]

۱۶ افٹز ہارڈنج اسٹریٹ ڈبلیو آئی،

لندن

۸ دسمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر لیاقت علی خاں

مَیں نے اپنی پہلی رپورٹ ارسال کرنے میں یہ جانتے ہوئے تاخیر کی ہے کہ آپ کشمیر، مہاجرین اور جوناگڑھ کے مسائل نمٹانے میں بہت مصروف ہوں گے۔ اپنی آمد کے ساتھ ہی مَیں یہاں کے ممتاز افراد سے ملاقات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ حکومت

کے ارکان یہ فرض کر کے کہ پاکستان دولتِ مشترکہ میں شامل رہے گا ہندوستان کی خوشامد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ مَیں نے ہینڈرسن (Henderson) پر جبکہ وہ تعلقاتِ دولتِ مشترکہ کے وزیر تھے کئی مرتبہ واضح کیا تھا کہ اپنے دوستوں سے لاپروائی برتنا ایک غلط قسم کی سیاست ہے اور خاص طور پر اس جیسے معاملے میں جس کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا کہ آیا دولتِ مشترکہ میں شامل رہنا کارآمد بھی ہوگا یا نہیں۔ اس بات کا ان کے عمومی رویّے پر کافی اثر ہوا ہے۔

وزیرِ خارجہ بیون (Bevin) سے میری گفتگو میں انہوں نے میرے ساتھ مکمل اتفاق کیا اور نظریات کے موجودہ تنازعے میں مسلم ممالک کے بلاک کی اہمیت پر زور دیا۔ مَیں نے انہیں یاد دلایا کہ پاکستان کی تخلیق کا مسلم ممالک نے کس جوش وخروش سے استقبال کیا تھا۔ مَیں نے کہا کہ میرے خیال میں اگر پاکستان مناسب طور پر ترقی کرے اور اپنے حربی اور جغرافیائی محلِ وقوع سے فائدہ اٹھائے تو جو خیر سگالی اس کیلئے عام طور پر اور خصوصاً مسلم ممالک میں پائی جاتی ہے اس کی بناء پر وہ امن کی بحالی میں ایک عظیم کردار ادا کر سکتا ہے۔ بعدازاں مَیں ان سے کئی بار ملتا رہا ہوں اور یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ ان کا رویّہ کافی دوستانہ ہے۔ کابینہ میں وہ کافی طاقتور ہیں کیونکہ وہ ٹریڈ یونینوں کے صدر بھی ہیں اور ان کا ہماری طرفداری کرنا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جرمنی کیلئے امن کانفرنس میں پاکستان کی شمولیت کے جائز حق کی بڑے زوردار طریقے سے حمایت کی تھی اور مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ وہ دوسروں کو قائل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو جب سرکاری طور پر وزیرِ اعظم سے میری پہلی ملاقات ہوئی تو میری گفتگو کا اصل مقصد یہ تھا کہ اپنی رہائش کی مشکل کے متعلق انہیں آگاہ کروں۔ تاہم مَیں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں پُرزور طریقے سے موجودہ دشواریوں میں سکھوں کے کردار سے آگاہ کیا اور کہا چونکہ کانگریس خود لاقانونیت میں پلی بڑھی ہے اور اس نے انڈین نیشنل آرمی کے بے ضابطہ افراد کو ہیرو بنا دیا تھا لہٰذا اور اب وہ چاہے بھی تو ان پر قابو نہیں پا سکتی۔ دہلی اور کراچی میں بدامنی کو جس طرح دونوں حکومتوں نے نمٹایا اس کا مقابلہ کرتے ہوئے مَیں نے انہیں بتایا کہ ہم امن وامان کی بحالی کو کس قدر اہمیت دیتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے اتفاق کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا

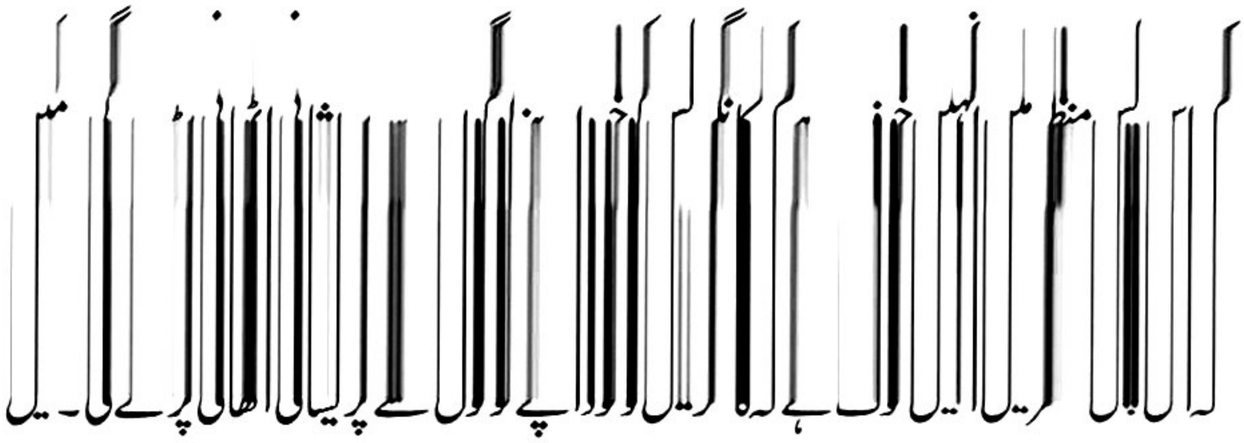

نے ایسی حکومت پر طنز کیا جو اپنے ہی دارالحکومت میں امن وامان برقرار نہیں رکھ سکتی۔

جب مَیں نے وزیرِ دفاع مسٹر اے وی الیگزینڈر (A.V.Alexander) سے ملاقات کی تو انہوں نے پنجاب کی بدامنی کو روکنے کیلئے دولتِ مشترکہ سے آپ کی درخواست کا ذکر کیا اور کہا کہ جب تک مخالفین (جانبین) اس پر راضی نہ ہوں اس وقت تک مداخلت کرنا انہیں نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ دولتِ مشترکہ کے دفتر کو سیکرٹری وزارتِ خارجہ کے یہ سرکاری احکامات موصول ہوئے تھے کہ فی الحال مجھے ان تاروں کی نقول نہ دی جائیں جن کا دونوں حکومتوں کے درمیان تبادلہ ہوا تھا۔ (یہ سفارتی ضابطے کا دستور ہے) لہٰذا بدقسمتی سے مجھے آپ کے آئندہ اقدام کا کوئی علم نہیں سوائے ان باتوں کے جو کابینہ کے وزراء نے خود مجھے بتائی ہیں۔ اسلئے مَیں اس معاملے میں کچھ نہیں کرسکتا۔

یہاں کی کابینہ نمایاں طور پر مہربان ہوتی جارہی ہے اور مَیں ان چند افراد میں سے تھا جنہیں کابینہ میں تبدیلیوں کا علم اعلان سے پہلے ہو چکا تھا۔

قائداعظم کو بطور گورنر جنرل مقرر کرنے پر مَیں نے کابینہ کے ارکان کے تدبر کی تعریف کی کیونکہ اس تعیناتی سے نہ صرف ہمارے عوام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی بلکہ اس کی وجہ سے اہم عہدوں پر انگریزوں کی تقرری پر بھی پردہ پڑ گیا۔ یہ جان کر آپ کو دلچسپی ہوگی کہ کئی تقریبات میں جہاں مَیں نے خطاب کیا مجھ سے ان تقرریوں کے بارے میں سوال کئے گئے اور مَیں نے ہمیشہ یہ واضح کیا کہ صرف یہی خواہش ہے کہ قلیل ترین عرصے میں پاکستان کو دنیا کا ایک عظیم ملک بنا دیں اور اس کا سارا انحصار کارکردگی پر تھا اور چونکہ ان انگریزوں کے انتظامی تجربے اور استعداد کا اندازہ ہو چکا تھا لہٰذا ان کی خدمات کا خیر مقدم کیا گیا اور یہ بات ہندوؤں کے اس پروپیگنڈے کا جواب بن گئی کہ پاکستان برطانوی سامراج کو برصغیر میں قدم جمانے کا موقع فراہم کررہا ہے۔

معاشی مسائل سے متعلق اپنے تجارتی تجربے کی بناء پر مَیں نے اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا کہ اقتصادی طور پر ہمارا ملک پس ماندہ ہے۔ مَیں اپنے سامعین کو قائل کرتا رہا کہ

پاکستان میں صنعتی ترقی کے وسیع امکانات ہیں اور چونکہ ہمارے پاس انتہائی اہم خام مال مثلاً گندم، کپاس اور پٹ سن پیدا ہوتے ہیں لہٰذا دنیا میں خام مال کی انتہائی قلت کی وجہ سے ہماری معیشت فی الحال کافی مضبوط ہے۔ مجھے سٹی گلڈز، دی تھرٹی کلب اور رائل انسٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز وغیرہ کی تقریبات میں بطور مہمانِ خصوصی دعوت دی گئی اور وہاں مَیں نے پاکستان کے بارے میں تقریریں کیں اور مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ مَیں پاکستان کو بہتر روشنی میں پیش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مجموعی طور پر مَیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان کیلئے یہاں خیرخواہی کے جذبات پائے جاتے ہیں اور یہ کہ اب ہمارے لئے آسان ہو گیا ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں صنعت کاروں کو پاکستان کی جانب راغب کریں۔ تاہم پچھلے چند مہینوں کے افسوسناک واقعات سے فوری اقدام میں رکاوٹ آ گئی ہے۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ توقع سے پہلے آلاتِ پیداوار کی سپردگی مکمل کرانے میں ہماری کوششیں بار آور ہو رہی ہیں۔ مَیں وزارتی سطح پر بورڈ آف ٹریڈ اور وزارتِ معاشی امور پر مسلسل دباؤ ڈال رہا ہوں کہ محض یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ وہ پاکستان کے خیرخواہ ہیں بلکہ اس جذبے کو عملی شکل دینی چاہئے مثلاً دوسروں پر ترجیح دے کر دوسری جگہ جانے والا مال ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ اس دباؤ کا فوری نتیجہ اس طرح ظاہر ہوا کہ سنگاپور جانے والی پارچہ بافی کی مشینیں اور ریڈیو ٹرانسمیٹر وغیرہ ہمارے حوالے کر دیئے گئے اور مجھے امید ہے کہ ہم اس سے زیادہ کام کرنے کی کوشش کریں گے۔

مجموعی طور پر میرا تاثر یہ ہے کہ ہندو اور حکومتِ ہندوستان ایک قطعی منصوبے پر عمل کر رہے ہیں تا کہ ہم بدحواس ہو کر پاکستان سے دستبردار ہو جائیں۔ میرا یہ تاثر بھی ہے کہ پنجاب اور پھر جونا گڑھ اور کشمیر میں فسادات کرانے اور لاکھوں کی تعداد میں مہاجرین کو نئے ملک میں جانے پر مجبور کرنے کا مقصد ہماری حکومت کو تباہ کرنا ہے۔ جو رپورٹیں مجھے ملی ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اگلا نشانہ مشرقی بنگال ہے جو ہمارے زرِمبادلہ کا اہم سرچشمہ ہے۔ مَیں مشرقی بنگال کی طرف سے پریشان نہیں ہوں کیونکہ جس قسم کی تقسیم ان پر وارد کی گئی اس نے سو فیصد آبادی کو کٹّر پاکستانی بنا دیا ہے۔ جو حکمتِ عملی انہوں نے اختیار کی تھی اس سے اور کچھ تو نہیں ہو سکا البتہ

پاکستان کے عوام زیادہ متحد ہو گئے اور عام کارکن صف آراء ہو گئے اور اس طرح ان کی چالاکی ہمارے لئے مفید ثابت ہوئی۔

مزید یہ کہ مَیں بہت خوش ہوں کہ آپ نے کشمیر کے بارے میں بڑا مضبوط موقف اختیار کیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی امنگوں پر اوس پڑ گئی ہے اور وہ دنیا کے سامنے بے نقاب ہو گئے ہیں۔ کشمیر کے مسئلے پر حکومتِ ہندوستان کی غیر مستقل پالیسی کی وجہ سے برطانوی اور میرے خیال میں عالمی رائے عامہ بہت حد تک ہماری طرفدار ہو گئی ہے۔ مَیں نے ہر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہز میجسٹی شہنشاہ سے لے کر ہر اس شخص تک جس سے میری گفتگو ہوئی ہندوستان کی مُتلوّن مزاجی کا ذکر کیا اور مجھے امید ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہو گا۔

آپ کا مخلص

حبیب آئی رحمت اللہ

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۵۲

۱۳.۷

فضل القادر کا نوٹ[1]

۱۷ دسمبر ۱۹۴۷ء

ضلع چٹاگانگ اور مشرقی بنگال میں متوقع صنعتوں کی مختصر اور طویل المیعاد ترقی

عمومی تبصرہ: مشرقی پاکستان میں کوئلے اور تیل کی نایابی سے ہمارا تمام تر انحصار پن بجلی کے منصوبے پر ہے جس کو عملی جامہ پہنانا اب حکومت کی ذمہ داری ہے۔ چٹاگانگ کی صنعتی ترقی کا تقاضہ ہے کہ ''برکال'' پن بجلی کے منصوبے پر فوراً عمل کیا جائے۔ جس وقت یہ مکمل ہو گا ہم صنعت کاروں کو اپنی فیکٹریاں لگانے کی دعوت دے سکتے ہیں۔ اس منصوبے کیلئے اور کوئلے، تیل اور

دوسری معدنیات کی تلاش کے بارے میں مَیں نے پہلے ہی عزت مآب وزیرِ صنعت کو تحریر کر دیا ہے۔اس میں عجلت سے کام لینا چاہئے۔

چٹا گانگ کی بندرگاہ کی توسیع وترقی پر غور کرنا اشد ضروری ہے۔اس وقت چار گھاٹ ہیں جب کہ مزید چھ اور تعمیر ہونے چاہئیں اور ساتھ ہی سامان کی درآمد اور برآمد کیلئے پشتوں میں توسیع ہونی چاہئے۔مقامی حکومت کا اہم ترین فرض یہ ہونا چاہئے کہ وہ خام پٹ سن اور اس کی مصنوعات برآمد کرنا اپنا ہدف بنائے۔

جہاں تک خام مال کا سوال ہے تو چٹا گانگ ہل ٹریکٹس میں بانس وافر مقدار میں دستیاب ہے جس کا گودا کاغذ کی صنعت میں کام آتا ہے۔دیا سلائی کی صنعت کیلئے موزوں لکڑی دستیاب ہے، کپاس اور کھالیں کثیر مقدار میں دستیاب ہیں۔تقریباً دو لاکھ گائے کی کھالیں اور پچاس ہزار بکروں کے چمڑے ہر سال برآمد کئے جاتے ہیں۔ہمسایہ اضلاع سے پٹ سن درآمد کیا جا سکتا ہے اور مغربی پاکستان مصر اور امریکہ سے اعلیٰ قسم کی کپاس درآمد کی جا سکتی ہے۔

چونکہ چٹا گانگ ایک اعلیٰ درجے کی بندرگاہ ہے لہٰذا جہازوں کے ذریعے براہ راست مال بھیجنے اور منگوانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔نقل وحمل میں بھی کوئی مشکلات درپیش نہیں کیونکہ یہاں ہر قسم کی سواریاں دستیاب ہیں۔

ایسٹرن بنگال ریلوے کی پٹڑی دوہری ہونی چاہئے اور فی الحال میمن سنگھ سے براہ بھیراب چٹا گانگ تک اور ایک چاندپور سے لکشمن کیلئے ضروری ہے تاکہ چٹا گانگ کی بندرگاہ سے پٹ سن برآمد کی جا سکے۔غیر تربیت یافتہ مزدور تو مقامی طور پر مل جائیں گے اور جنگ سے واپس آئے ہوئے لوگوں میں سے تربیت یافتہ کاریگر دستیاب ہو جائیں گے اور باقی افراد بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔دوسرے نکات کا ذکر ہر عنوان کے تحت کیا جائیگا۔

ا۔ بڑی صنعتیں مثلاً پٹ سن کی ملوں، کپڑوں کی ملوں بمع رنگ کے کڑاہوں، دھاگہ بنانے والی ملوں، کاغذ کی ملوں، دباغت کے کارخانوں، بنیان، جرابیں وغیرہ بنانے

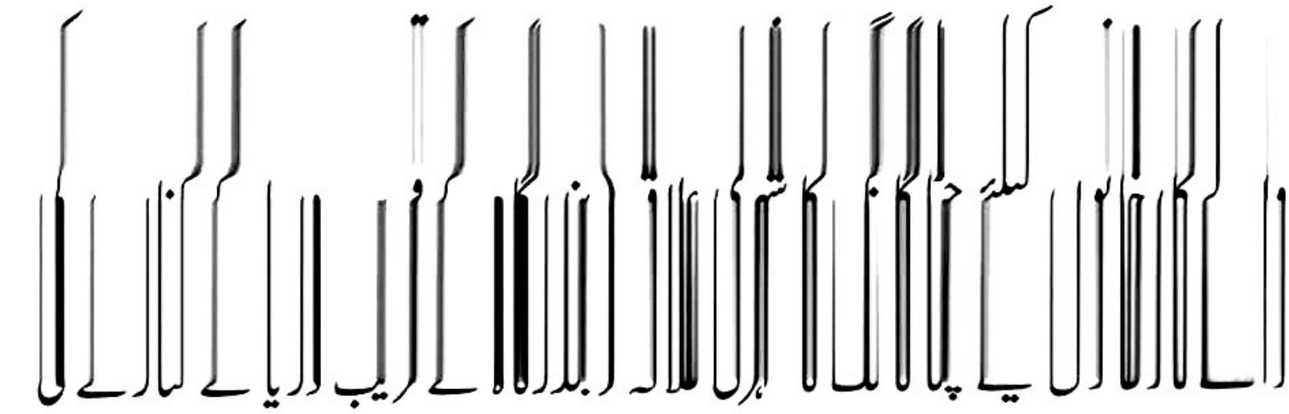

زمین) بہت موزوں رہے گا۔ دباغت کا ایک کارخانہ بہت جلد قائم ہونے والا ہے جس کیلئے چٹاگانگ میں ایک کمپنی رجسٹر کی جائے گی۔ مٹی کے برتن بنانے کا کام بھی کامیاب ہوسکتا ہے۔ تربیت یافتہ افراد فراہم کرنے کیلئے ایک میکانکی اور برقی انجینئرنگ کالج بہت ضروری ہے۔ شمسی توانائی سے نمک بنانے کی موسمی صنعت بھی شروع کی جاسکتی ہے۔ خلیج میں گہرے پانی کی ماہی گیری کیلئے ٹرالر استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ ہنٹلے پامر (Huntley Palmer) کے خطوط پر دخانی بیکری رائج کی جاسکتی ہے۔ اس کا منصوبہ مقامی تاجروں کے زیرِ غور ہے۔ دریا کے رخ اور ریلوے کی جانب چکتائی کھال (Chaktai Khal) سے پتنگا (Patenga) تک دس میل کے لمبے رقبے میں مختلف صنعتیں قائم ہوسکتی ہیں۔ نقل وحمل کی تمام سہولتیں موجود ہیں۔ پٹ سن اور دھاگہ بنانے والے کارخانوں کو فوقیت دینی چاہئے۔ مشرقی پاکستان میں لاکھوں بافندے موجود ہیں لہٰذا سوت کی ایک بڑی مل لگانا انتہائی اہم ہے۔ کوئی مل لگانے سے پہلے امپرومنٹ ٹرسٹ کے تحت ٹاؤن پلاننگ ہونی بہت ضروری ہے۔

۲۔ ڈھاکہ، میمن سنگھ، ٹیپرا، سلہٹ، پبنہ اور فرید پور کے اضلاع پٹ سن اور پارچہ بافی کے چھوٹے کارخانوں اور پٹ سن کے بیلنوں کیلئے موزوں ہیں۔

رنگپور: وسیع پیمانے پر سگار بنانے کا کام شروع کیا جاسکتا ہے۔

سلہٹ: رنگ کے ناندوں کے ساتھ کپڑا اور سوت بنانے کی ایک مل لگائی جاسکتی ہے۔ تقریباً چار لاکھ پچیس ہزار بافندے سلہٹ کے ضلع میں موجود ہیں۔

باریسال: چونکہ یہاں کثیر تعداد میں ناریل کے خول بیکار جاتے ہیں لہٰذا ناریل کا ریشہ بنانے کی کوشش بھی کرنی چاہئے۔ یہاں چاول چھڑنے کا ایک کارخانہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

راج شاہی: گنے کی پیداوار میں توسیع کے ساتھ چینی کے کارخانے لگانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دیناجپور: چاول کے کارخانے قائم ہونے چاہئیں۔ مالدہ، راجشاہی اور دیناجپور[۲] کے بعض حصوں میں آموں کو ڈبوں میں بند کرنے (کیننگ) کی صنعت کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ یہ کام راجشاہی میں شروع ہو چکا ہے لیکن اس کے نتائج معلوم نہیں ہو سکے۔ اس کے متعلق معلومات کی فراہمی ضروری ہے۔

نواکھالی: دھاگہ بنانے والی ایک مل رنگ کی ناندوں کے ساتھ قائم کرنی چاہئے۔ ناریل کا ریشہ بنانے کی صنعت چلانیکی کوشش کرنی چاہئے اور ساتھ ہی چھالیہ کوٹنے کی مشینیں بھی نصب کی جائیں۔

ٹیپرا: پارچہ بافی کی مل بھی قائم کی جائے جس میں کافی تعداد میں تکلے لگے ہوں۔ مٹی کے برتن بنانے کا کام بھی شروع کیا جا سکتا ہے۔

میمن سنگھ: پٹ سن کے کارخانوں کے علاوہ پارچہ بافی کی ایک مل بھی لگانی چاہئے جس میں وافر تکلے لگے ہوں اور جو اعلیٰ درجے کا سوت بنا کر تنگیل (Tangail) کے بافندوں کو پہنچائے۔

کشتیہ (Kushtia): چھوٹے پیمانے پر گھی اور مکھن بنانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

جیسور: یہاں ایک چاول کا کارخانہ لگانا مناسب ہوگا۔ کھجور کے رس، گڑ اور تمباکو کیلئے راب بنانے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۳۔ **علاقوں کا انتخاب:** جب سرمایہ کار صنعتوں کی ترقی کیلئے بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں تو مختلف صنعتوں کے قیام کیلئے چٹاگانگ شہر اور اس کے مضافات کو فوقیت دی جائے۔ دوسرے نمبر پر نارائن گنج اور تیسرے پر سراج گنج آئیں گے۔

۴۔ چٹاگانگ میں دھاگے، کپڑے، بنیان اور جرابیں وغیرہ بنانے والی ملیں فوراً شروع کر دینی چاہئیں لیکن اس سے پہلے ایک میکانکی انجینئرنگ ورکشاپ قائم کرنا انتہائی ضروری ہے۔ سرمایہ کار تو تیار ہیں لیکن زمین حاصل کرنے میں دشواری پیش آ رہی ہے۔

۵۔ **طویل المیعاد منصوبہ:** پٹ سن کے مختلف اہم مراکز میں کاغذ، دباغت اور پٹ سن

کے کارخانے اور دوسری چھوٹی صنعتیں شروع کر دینا چاہئیں۔ اوزار اور مشینیں بنانے کیلئے بنیادی صنعتیں لگانی چاہئیں۔

۶۔ **مشینیں:** امریکہ میں ہمارے سفیر مسٹر اے ایچ اصفہانی سے حکومت کے توسط سے کہا جائے کہ وہ امریکہ سے مشینیں فراہم کرنے کا سودا کریں۔ علاوہ ازیں بعض تاجر جو اپنی ملیں اور فیکٹریاں لگانا چاہتے ہیں ان کے پاس اپنی مشینیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ فوج کے مال خانوں سے بھی کچھ مشینیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ معائنے کے بعد انہیں فوراً خرید لینا چاہئے۔

۷۔ بیرونی ممالک سے مشینری منگوانے سے پہلے ہمیں چاہئے کہ میکانکی اور برقی انجینئرنگ کی ورکشاپ فوراً شروع کر دیں۔ اس کا مقام چٹاگانگ ہونا چاہئے کیونکہ چٹاگانگ ہی میں مختلف صنعتیں فروغ پائیں گی جس کے لئے ایک ایسی ورکشاپ کا ہونا ضروری ہے جہاں ہنر مند مزدوروں، کاریگروں اور موٹر مکینکوں کی تربیت کی جا سکے۔ چٹاگانگ میں اچھے موٹر مکینکوں کی بہت قلت ہے۔

۸۔ قانون سازی بہت ضروری ہے اور لینڈ ایکیوزیشن ایکٹ میں ترمیم ہونی چاہئے لیکن اس سے پہلے ایک آرڈیننس جاری کیا جائے جس کے تحت ذاتی کاروبار کے طور پر ملوں اور فیکٹریوں کیلئے زمینیں حاصل کی جا سکیں۔ ملیں اور فیکٹریاں لگانے کیلئے زمین کی نایابی سے تاجروں اور صنعت کاروں کو بڑی رکاوٹ ہو رہی ہے۔ یہ لوگ حکومت سے اس کے سواء اور کچھ نہیں چاہتے کہ انہیں مناسب اور معقول قیمت پر زمین مل جائے۔ وقت ضائع کئے بغیر یہ کام قانون سازی کے ذریعے ہو جانا چاہئے۔ غیر منقسم بنگال کی حکومت اپنے نوٹیفیکیشنوں میں یہ اعلان کر چکی ہے کہ ڈھاکہ اور چٹاگانگ شہروں میں بیس میل کے دائرے میں زمینیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اب اس پر عمل درآمد ہونا چاہئے۔

۱۰۔ **ہوزری کے تاجروں کی شکایت:** ان کا کہنا ہے کہ سوت کی کمیابی، پرمٹ اور

لائسنس کے اجراء میں تاخیر کی وجہ سے ان کی مشینیں بند پڑی ہیں۔ اس کی تفتیش ہونی چاہئے۔

فضل القادر

ایم ایل اے

رکن انڈسٹریل سروے کمیٹی

مشرقی پاکستان

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۹۱

۲۔ ریڈکلف نے یہ تینوں اضلاع مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان تقسیم کر دیے تھے۔

۷.۱۴

چارلس ڈبلیولوئس (Charles W. Lewis) بنام ایم اکرام اللہ[۱]

(فوری)

امریکی سفارت خانہ، کراچی

۲۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

مائی ڈیئر مسٹر سیکرٹری

گورنر جنرل کی سالگرہ اور اس سلسلے میں ۲۵ دسمبر کو قومی تعطیل کے موقع پر مجھے صدر ٹرومین کا حسبِ ذیل پیغام موصول ہوا ہے:

آپ کی سالگرہ اور اس موقع پر قومی تعطیل پر پُر خلوص مبارکباد دیتے ہوئے اور آپ کو اور پاکستان کے عوام کو امریکی عوام کی نیک خواہشات پہنچاتے ہوئے مَیں مسرّت محسوس کر رہا ہوں۔

یہ پیغام قائداعظم کو پہنچانے پر مَیں آپ کا شکر گزار ہوں۔ مزید برآں ان کی سالگرہ پر

میری طرف سے بھی تہنیت اوران کی صحت اور درازئ عم کیلئے میری نیک خواہشات پہنچا کر مجھے مشرف فرمائیں۔

احترام کے ساتھ آپ کا
چارلس ڈبلیولوئس
ناظم الامور

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۱۷ کا انکلوژر ۱

۷.۱۵
فیض احمد فیض بنام محمد علی جناح[1]

لاہور
۲۷ دسمبر ۱۹۴۷ء

مجھے یہ لکھنے کی اجازت دیجئے کہ ۳ فروری ۱۹۴۸ء کو پاکستان ٹائمز اپنی زندگی کا ایک سال مکمل کر لے گا۔ جو بیج آپ نے بویا تھا وہ اس قلیل مدت میں پھلتا پھولتا درخت بن گیا ہے۔ جس شفقت سے آپ نے ہمارے اخبار کی ترقی میں دلچسپی لی ہے اس سے مجھے یہ امید کرنے کا حوصلہ ہوا ہے کہ ہم اپنی اشاعت کی پہلی سالگرہ پر پاکستان ٹائمز کا جو سالنامہ نکال رہے ہیں اس کیلئے آپ ایک مختصر پیغام سے ہمیں نوازیں گے۔

آپ کا مخلص
ایف اے فیض
مدیر، پاکستان ٹائمز

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۲۶

۷.۱۵ کا ضمیمہ
پاکستان ٹائمز کے سالنامے کیلئے محمد علی جناح کا پیغام

کراچی

۱۹ جنوری ۱۹۴۸ء

عوام کو گویائی دینے اور ان کے خیالات ڈھالنے میں اخبارات نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نگرانی میں انگریزی کے روزناموں کے فقدان سے مسلم نقطۂ نگاہ کی خاطر خواہ تشہیر نہیں ہوسکی۔ پاکستان ٹائمز اس وقت شروع کیا گیا جب ہندوستان کے مسلمانوں کے مستقبل سے وابستہ مسائل زیرِ بحث تھے اور مسلم اخبارات کی ضرورت شدّت سے محسوس ہو رہی تھی۔ پاکستان ٹائمز کی بارہ ماہی زندگی کے دوران اس کی ترقی کو مَیں بڑی دلچسپی سے دیکھتا رہا ہوں اور مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ اب یہ پختگی سے قائم ہو چکا ہے۔ اس قلیل مدت میں اس کا مرتبہ خاصا بلند ہو چکا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے گا بشرطیکہ یہ پریس کی بلند روایات کو برقرار رکھے اور عوام کے مقاصد اور ان کے صحیح مفادات کو بغیر کسی خوف یا کسی کی خوشنودی کے پیش کرے۔ پاکستان ٹائمز کی کامیابی اور خوشحالی کیلئے دعا گو ہوں۔

[ایم اے جناح]

۷.۱۶
محمد علی جناح بنام امام یحییٰ[۱]
(تار)

بلا تاریخ[۲] دسمبر ۱۹۴۷ء

اعلیٰ حضرت امام یحییٰ۔ شاہِ یمن۔ صنعا

اعلیٰ حضرت کے ۳ دسمبر والے تار کے حوالے سے[۳] اس تار میں آپ کے پُرخلوص پیغام

اور نیک جذبات کے اظہار پر مَیں اپنی حکومت اور پاکستان کے عوام اور خود اپنی جانب سے اعلیٰ حضرت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فلسطین کے معاملے میں اقوام متحدہ کے ناروا فیصلے اور ان کے فہم کی تشویش ناک کوتاہی پر اعلیٰ حضرت کے استعجاب اور صدمے میں مَیں بھی برابر کا شریک ہوں۔ مَیں ایک بار پھر آپ کو اور اپنے عرب بھائیوں کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا اور اقوام متحدہ کے ناروا اور شرمناک فیصلے کی مخالفت میں ان کی ہر ممکنہ مدد اور حمایت کرے گا۔

ایم اے جناح

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۴۰

۲۔ یہ تار ۲۴ دسمبر کو بھیجا گیا تھا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء

۳۔ نمبر ۱۱.۷

۸

قائداعظم کی تقاریر، پیغامات اور انٹرویوز

۸.۱

بحری، بری اور فضائی افواج کے اور سول افسروں سے قائداعظم کا خطاب[۱]

خالق دیناہال، کراچی

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

حضرات!

قیامِ پاکستان کیلئے ہم گزشتہ دس برس سے جو جدوجہد کر رہے تھے وہ اللہ کے فضل وکرم سے اب ایک حقیقت بن چکی ہے۔ لیکن کسی مملکت کا قیام دراصل ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ تو ہے بذاتِ خود مقصد نہیں۔ خیال یہ تھا کہ ہماری ایک مملکت ہونی چاہئے جس میں ہم آزاد افراد کی حیثیت سے سانس لے سکیں اور زندگی گذار سکیں اور جسے ہم اپنے نظریات اور ثقافت کے مطابق ترقی دے سکیں اور جہاں اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصول جاری وساری رہیں۔

جو کڑے کام ہمیں کرنے تھے اور جن مشکلات پر قابو پانا تھا ان کے متعلق مجھے کسی قسم کی خوش فہمی نہیں تھی کیونکہ مجھے اس بات سے تقویت مل رہی تھی کہ مجھے نہ صرف تمام مسلمانوں کی مکمل حمایت حاصل ہوگی بلکہ اقلیتوں کا تعاون بھی میسر ہوگا۔ جن کے دل ہم منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک سے جیت سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے قیامِ پاکستان کی جلو میں کشت وخون کا ایک ایسا طوفان بھی آ گیا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہزاروں نہتے لوگوں کو بے دردی سے تہ بیغ اور لاکھوں انسانوں کو بے گھر کر دیا گیا۔ جو لوگ کل تک عزت اور آسودگی کی زندگی بسر کر رہے تھے وہ آج تباہ حال اور بے روزگار

[redacted] ہیں۔ ان میں سے بیشتر لوگوں کو پاکستان میں پناہ مل گئی ہے لیکن بہت سے مسلمان پنجاب میں پھنسے ہوئے ہیں اور نجات کے منتظر ہیں۔ جو لوگ ابھی تک سرحد کی دوسری جانب پڑے ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں ان کی افسوس ناک حالت کا احساس نہیں۔ ان بدنصیبوں کا انخلاء ہمارا اوّلین فرض ہے ان کی پریشانیوں کو رفع کرنے کی مقدور بھر کوشش کی جارہی ہے۔

جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں وزیرِ اعظم نے اپنا صدر دفتر لاہور منتقل کر دیا ہے اور ہم نے کابینہ کی ایک ایمرجنسی کمیٹی قائم کر دی ہے تاکہ روز بروز بدلتی ہوئی صورتِ حال سے نمٹا جا سکے۔

پنجاب میں افراتفری نے لاکھوں بے گھر لوگوں کی آبادکاری کا ایسا عظیم مسئلہ کھڑا کر دیا ہے جو ہماری توانائیوں اور وسائل پر حد درجہ بوجھ ہے۔ اس طرح ان مشکلات میں گوناگوں اضافہ ہو جائے گا جو نئی مملکت کی تعمیر میں پیش آیا کرتی ہیں اور جس کا ذکر مَیں نے پہلے بھی کیا تھا۔ کیا ہمیں یہ منظور ہے کہ جس غیر معمولی کام کا ہمیں سامنا ہے اس کی وسعت سے مغلوب ہو کر ہم ہمت ہار بیٹھیں اور اپنی نوزائیدہ مملکت کو دشمنوں کی ظالمانہ اور بزدلانہ ضربوں سے برباد ہونے دیں؟

یہ ہمارے وجود کیلئے ایک چیلنج ہے اور اگر ہم ایک قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا اور پاکستان کے متعلق اپنے خوابوں کو حقیقت کا روپ دینا چاہتے ہیں تو ہمیں اس مسئلے کو دوگنے جوش و خروش اور طاقت کے ساتھ حل کرنا ہوگا۔ جو آفت ہم پر ٹوٹی ہے اس سے ہمارے عوام اس وقت منتشر اور دل شکستہ ہیں۔ انہیں مایوسی کی دلدل سے نکال کر سرگرمِ عمل کرنے کیلئے ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ ان امور کے باعث سرکاری ملازمین پر مزید ذمّہ داری عائد ہو جاتی ہے جن سے ہمارے عوام رہنمائی کی آس لگائے بیٹھے ہیں۔

مجھے علم ہے کہ گذشتہ چند ہفتوں کے دوران آپ کی مشرقی پنجاب، دہلی اور ہندوستان کے دیگر فسادزدہ علاقوں میں آباد اپنے عزیز و اقارب کی خیر و عافیت کی طرف سے تشویش رہی ہے۔ حالیہ ہنگاموں میں آپ کے اور آپ کے عملے کے بہت سے لوگوں کو اپنے متعلقین کی اموات اور بیش قیمت املاک کے اتلاف سے صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا ہوگا۔ میرا دل ہمدردی

کے جذبات سے پُر ہے اور مَیں بارگاہ الٰہی میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو استقامت کے ساتھ اس صدمے کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔

لیکن کیا یہ تمام قربانیاں جو ہمیں دینا پڑی ہیں رائیگاں جائیں گی؟ ہمارے جو نقصانات ہوئے ہیں کیا ہم ان پر دل برداشتہ و بے دست و پا ہو کر بیٹھ جائیں؟ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہمارا رویّہ وہی ہوگا جس کی امید ہمارے دشمن ہم سے لگائے بیٹھے ہیں۔ پھر تو ہم ان کی چال میں آ کر جلد ہی ان سے رحم کی بھیک مانگنے لگیں گے۔ ہم اپنے دشمنوں کی چالبازیوں کا مناسب جواب اسی طرح دے سکتے ہیں کہ عزمِ صمیم کے ساتھ اپنی مملکت کی تعمیر مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر کرنے کا کام شروع کر دیں۔ ایک ایسی مملکت جہاں ہمارے بچے چین کی زندگی گزار سکیں۔ اس کے لئے کام اور زیادہ کام کی ضرورت ہوگی۔ مَیں بخوبی جانتا ہوں کہ آپ میں سے بہت سوں نے مجادلے کے دور میں خاصے دباؤ کے تحت کام کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہو۔ لیکن آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے لئے جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ یہ جنگ تو ابھی شروع ہوئی ہے اور اگر ہم اسے فتح سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی بساط سے زیادہ کوشش کرنی پڑے گی۔ یہ ذاتی ترقی کی فکر اور اعلیٰ عہدوں کیلئے بھاگ دوڑ کا وقت نہیں ہے۔ یہ تو تعمیری کوششوں، بے لوث کام اور ثابت قدمی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کا وقت ہے۔

جب وقت کا تقاضہ یہ ہو تو مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کہ ہمارے عملے کے بیشتر ارکان دلجمعی سے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ اب پاکستان تو حاصل ہو ہی گیا ہے تو وہ اب آرام سے پاؤں پسار سکتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے حوصلے مشرقی پنجاب اور دہلی کے ہنگاموں کے باعث پست ہو گئے ہیں اور کچھ دوسرے افراد میں ملک کے بعض حصوں میں لاقانونیت سے بدنظمی کا رجحان پیدا ہو گیا ہے۔ اگر ان رجحانات کو فوری طور پر روکا نہ گیا تو یہ ہمارے بیرونی دشمنوں سے زیادہ مہلک ثابت ہوں گے اور ہماری بربادی کا باعث بنیں گے۔ آج جو لوگ یہاں جمع ہیں ان سب کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا اہتمام کریں کہ اس ناسور کو جس قدر جلد ممکن ہو نکال پھینکا جائے۔ آپ کو اپنے عمل اور مثال کے ذریعے اپنے رفقائے کار میں نیا جذبہ

بیدار کرنا ہوگا۔ آپ کو انہیں احساس دلانا ہوگا کہ وہ ایک مقصد کیلئے کام کر رہے ہیں اور وہ مقصد اس لائق ہے کہ اس کیلئے جس قربانی کی بھی ضرورت ہو وہ پیش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس نئی مملکت کے معماروں کی حیثیت سے اپنی اہلیت ثابت کرنے کا ایک شاندار موقع عطا کیا ہے۔ اب ہمیں کسی کو یہ کہنے کی اجازت نہیں دینا چاہیے کہ ہم اس کام کے اہل ثابت نہیں ہوئے۔

میرے لئے تشویش کا باعث دوسرا سوال اقلیتوں کے ساتھ برتاؤ کا ہے۔ مَیں نے خلوت اور جلوت میں ہر جگہ اپنی گفتگو کے دوران اس بات کی بار بار وضاحت کی ہے کہ ہم اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کریں گے اور جہاں تک ہماری سوچ کا تعلق ہے تو اس سے زیادہ دور از کار بات کوئی ہو ہی نہیں سکتی کہ ہم انہیں نکال باہر کریں گے۔ تاہم مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری اقلیتوں نے نہ تو ہمیں نیک نیتی کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دیا اور نہ ہی جب اچانک بحران آ گیا تو انہوں نے پاکستانی باشندوں کی حیثیت سے اپنا دلی تعاون پیش کیا۔ اس سے قبل کہ ہم عنانِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لیتے غیر مسلموں کا پاکستان سے انخلاء شروع ہو گیا اور جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوا کہ یہ پاکستان کو مفلوج کرنے کے لئے ایک بہت ہی منظّم منصوبے کا حصہ تھا۔ سندھ میں اِکّا دُکّا واقعات کے سوا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جس سے صوبے کا امن وامان تہ و بالا ہو جاتا لیکن پُر امن حالات کے باوجود سندھ سے ہندوؤں کے انخلاء کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض تو دہشت زدہ ہو گئے ہیں اور بعض اس امید پر پاکستان سے جا رہے ہیں کہ ان کی روانگی سے پاکستان اقتصادی اور معاشرتی طور پر مفلوج ہو جائیگا۔ بہت سے تارکینِ وطن کو اپنی جائے پیدائش یا جائے سکونت چھوڑ دینے کی حماقت کا احساس ہو رہا ہے بعض غرض مند جماعتیں ترکِ وطن کی حوصلہ افزائی کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ سے تارکینِ وطن کو تو سنگین نتائج بھگتنا پڑیں گے ہی لیکن اس عمل سے ہماری مملکت کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں کچھ گڑ بڑ ہوئی تھی لیکن یہ پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کا نتیجہ نہیں تھا۔ معاشرے کے کچھ جذباتی عناصر رنج والم کی ان داستانوں

سے زیادہ متاثر ہو گئے تھے جو مہاجرین مشرقی پنجاب سے لائے تھے اور انہوں نے انتقام کے ذریعے اپنی آگ کو بجھانا چاہا جو قطعی طور پر ہماری حکمتِ عملی اور واضح ہدایات کے منافی تھا کہ انتقام قطعاً نہیں لینا چاہئے جو کچھ ہو چکا اس کا جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔

بہر حال مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ یہ گڑبڑ عارضی تھی اور صورتِ حال پر بہت جلد قابو پا لیا گیا۔

مغربی پنجاب میں حالات کچھ مختلف رہے۔ یہ کشت و خون کے منظر سے قریب تر ہونے کی وجہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بلاشبہ یہاں قابلِ افسوس واقعات رونما ہوئے لیکن قانون کی بالادستی قائم ہو رہی ہے اور حالات معمول پر آ رہے ہیں۔

جب مَیں اپنے برادر ملک ہندوستان پر نظر ڈالتا ہوں تو پتہ لگتا ہے کہ وہاں مسلم اقلیت نے کہیں زیادہ المناک سختیاں جھیلی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض عناصر نے مسلمانوں کو صرف مشرقی پنجاب سے اکھاڑنے پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ مسلمانوں کی زندگی اجیرن بنا کر انہیں ساری مملکت سے نکال باہر کرنے کا بھی عزم کر رکھا ہے۔ منظّم قوتوں کے ستائے ہوئے یہ بیچارے لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کیساتھ بے وفائی کی ہے۔ صد افسوس کہ حالات کا رخ ہی ایسا بدل گیا۔

تقسیمِ ہند کا سمجھوتہ اس مخلصانہ اور واجبِ احترام عزم کے ساتھ ہوا تھا کہ دونوں مملکتوں کی حکومتیں اپنی اپنی اقلیتوں کی حفاظت کریں گی اور جب تک اقلیتیں مملکت کی وفادار رہیں گی انہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر اب بھی بھارتی حکومت کی یہی حکمتِ عملی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہی ہو گی۔ تو اسے مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ ختم کر دینا چاہئے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو اس کا مطلب دونوں ممالک کی تباہی ہو گا۔

ہندوستان کے برادر مسلمانوں کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ جس ملک میں رہ رہے ہیں اس کے ساتھ مصمم وفاداری کا ثبوت دیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ خود کو دوبارہ منظّم کریں اور صحیح قسم کی قیادت پیدا کریں جو اس خطرناک دور میں ان کی ٹھیک طور پر رہنمائی کر سکے۔ مجھے یہ امید بھی ہے

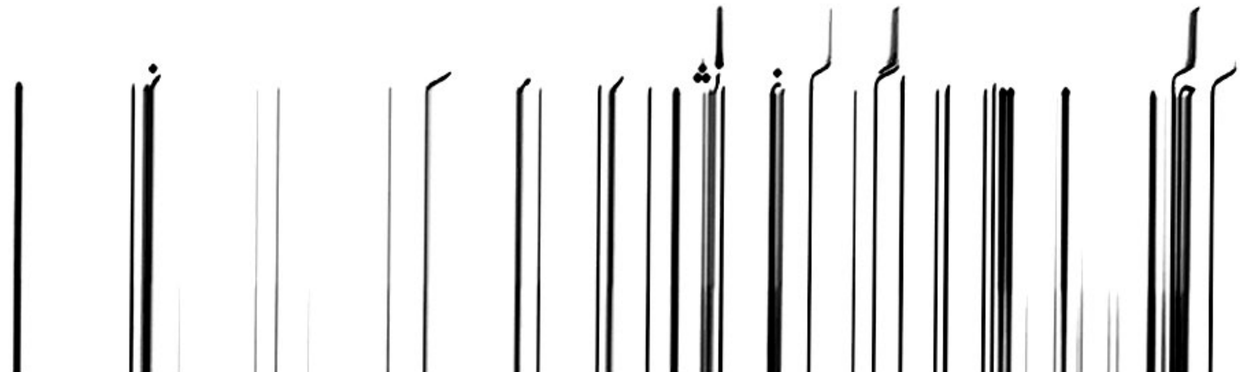

کہ حکومتِ ہندوستان ان لوگوں کی غیر دانشمندانہ کارروائیوں کے باعث اپنا نام بدنام نہیں ہونے دے گی جو ظالمانہ اور غیر انسانی طریقوں سے مسلمانوں کے انخلاء یا انہیں نیست و نابود کر دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگر اقلیتوں کے مسئلے کا حتمی حل آبادی کے تبادلے کے ذریعے ہی ہونا ہے تو پھر یہ عمل حکومتوں کی سطح پر ہونا چاہئے۔ اس معاملے کے تصفیے کو خونخوار عناصر پر نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جہاں تک حکومتِ پاکستان کا تعلق ہے مَیں اس امر کا پُرزور اعادہ کروں گا کہ ہم اس سلسلے میں طے شدہ حکمتِ عملی پر ہی کاربند رہیں گے۔ ہم پاکستان میں اقلیتوں کی جان اور مال کی حفاظت کرتے رہیں گے اور ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کریں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ انہیں پاکستان سے نکل جانے پر مجبور کیا جائے اور یہ کہ جب تک وہ ملک کے وفادار ہیں ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھا جائے گا جو دوسرے شہریوں کیساتھ کیا جائے گا۔

حکومت کی حکمتِ عملی کا نفاذ جن سرکاری ملازمین کی ذمّہ داری ہے ان کا یہ فرض ہے کہ وہ دیانتداری کے ساتھ اس حکمتِ عملی پر عمل کریں تا کہ کوئی ہم پر یہ الزام نہ دھر سکے کہ ہم جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ آپ لوگ ہی عوام الناس کو ہماری نیت کے خلوص کا یقین دلا سکتے ہیں اور مجھے اعتماد ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۵۱

۸.۲

محمد علی جناح کا رائٹر کے نمائندے

ڈنکن ہوپر (Duncan Hooper) سے انٹرویو[۱]

کراچی

۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

سوال: فلسطین کی موجودہ صورتِ حال کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر تقسیم

کے منصوبے پر عربوں اور یہودیوں کے درمیان تصادم ہو جائے تو پاکستان کا رویّہ کیا ہوگا؟

جواب: اقوامِ متحدہ میں ہمارے وفد کے قائد سر محمد ظفر اللہ خان نے فلسطین کی تازہ ترین صورتِ حال کے بارے میں ہمارے موقف کی تفصیل سے وضاحت کر دی ہے۔[۲] اور مجھے اب بھی امید ہے کہ تقسیم کے منصوبے کو مسترد کر دیا جائے گا۔ وگرنہ نہ صرف عربوں اور ان حاکموں کے درمیان جو تقسیم کے منصوبے کو نافذ کریں گے ایسا زبردست فساد اور تنازعہ رونما ہوگا جس کی مثال نہیں ملے گی بلکہ سارا عالمِ اسلام بھی ایسے فیصلے کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا جس کی تاریخی، سیاسی یا اخلاقی اعتبار سے تائید نہیں کی جا سکتی۔ ایسی صورتِ حال میں پاکستان کے پاس اس کے سوا اور کیا چارۂ کار رہ جائے گا کہ وہ عربوں کی مکمل حمایت کرے اور اس عمل کو جو میرے نزدیک سراسر زیادتی ہے روکنے کی مقدور بھر کوشش کرے۔

پاکستان کی اپیل کا جواب

سوال: فرقہ وارانہ مسئلے کے حل میں مدد کیلئے پاکستان کی اپیل کا دوسری مملکتوں نے کیا جواب دیا؟

جواب: ابھی تک کوئی حتمی بات سامنے نہیں آئی لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ سنجیدگی سے وزیرِ اعظم انگلستان اور دوسری مملکتوں کے زیرِ غور ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں ہندوستان اور پاکستان کے مابین پائیدار اور دوستانہ تعلقات کی بہترین بنیاد کیا ہو سکتی ہے؟

جواب: پہلی اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ دونوں مملکتیں اپنے اپنے علاقوں میں امن و امان بحال کرنے کی پوری کوشش کریں۔ یہی بنیادی چیز ہے۔ مَیں نے بارہا کہا ہے کہ اب جب کہ دونوں مملکتوں میں ایک باضابطہ معاہدے کے تحت ہندوستان کی تقسیم عمل میں آ چکی ہے تو ہمیں ماضی کو دفن کر دینا چاہئے اور عہد کرنا چاہئے کہ اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہم کو دوست ہی بن کر رہنا ہوگا۔ ہمسایوں کی حیثیت سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جنہیں ایک دوسرے سے لینے کی ہمیں ضرورت ہوگی اور ہم مختلف انداز سے ایک دوسرے کی اخلاقی، مادی

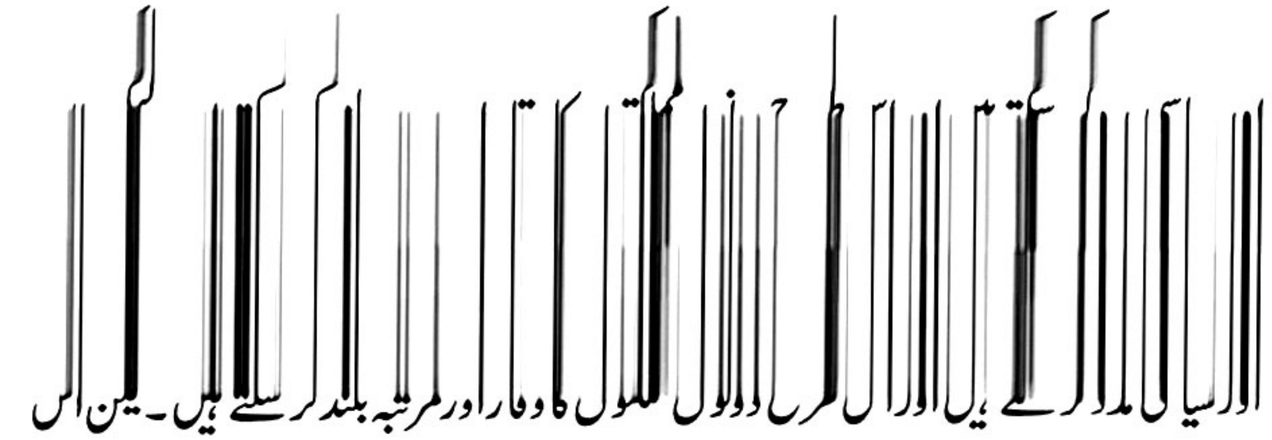

سے پیشتر کہ ہم آگے بڑھیں یہ از حد ضروری ہے کہ دونوں مملکتوں میں امن و امان بحال کیا جائے اور قانون کی بالادستی قائم کی جائے۔

دونوں مملکتوں کی اقلیتوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ ان کے جان و مال اور عزت و ناموس بالکل محفوظ ہیں اور ان کے ساتھ بلا حیل وحجت کے اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے منصفانہ سلوک کیا جائے گا۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جس وقت سے تقسیم پر اتفاقِ رائے ہوا تھا اور دو مملکتیں معرضِ وجود میں لائی گئی تھیں یہ پروپیگنڈا شدت کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ یہ پاکستان محض ایک کٹا پھٹا پاکستان ہے اور یہ ''علیحدگی'' مسلم لیگ کے عارضی جنون کی وجہ سے عمل میں آئی ہے اور یہ کہ پاکستان کو ایک متاسف، پشیمان اور غلط کار فرزند کی طرح یونین میں واپس آنا پڑے گا اور جو کچھ ہو چکا اس کی ذمہ داری دوقومی نظریے پر عائد ہوتی ہے۔

یہ بات بھی انتہائی افسوس ناک ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو دھمکایا جارہا ہے کہ وہ مسلم لیگ کی قیادت سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور اپنی ''حماقت'' کو تسلیم کریں کہ انہوں نے پاکستان کی حمایت اور دوقومی نظریے کے ''عجوبہ'' پر یقین کیا۔ علاوہ ازیں ان سے وفاداری کی بعض آزمائشوں اور معیار کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اگر وہ ان آزمائشوں پر پورا نہ اتر سکیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں۔

دونوں مملکتوں کی یکجائی ممکن نہیں

مَیں یہ بات بالکل واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کبھی سپر انداز نہیں ہوگا اور نہ ہی اس امر پر اتفاق کرے گا کہ دو خود مختار مملکتوں کے مابین کسی شکل وصورت میں کوئی آئینی یکجائیت قائم ہو جائے جس کا ایک مشترکہ مرکز ہو۔

پاکستان قائم رہنے کیلئے بنا ہے اور قائم ہی رہے گا۔[۳] لیکن ہم دو آزاد اور مساوی خود مختار مملکتوں کی حیثیت سے کوئی مفاہمت یا معاہدہ کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہیں۔ جس طرح کہ ہم کسی اور بیرونی ملک کے ساتھ اتحاد، دوستی اور معاہدے کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ تمام پروپیگنڈا اور

مظاہرے جو ہماری مکمل آزاد اور خود مختار مملکت کے خلاف کئے جا رہے ہیں اور ممتاز کانگریسی مقرروں کی طرف سے جو دھمکیاں دی جا رہی ہیں ان سے دونوں ملکوں کے درمیان جذبۂ خیر سگالی اور دوستانہ تعلقات بحال نہیں ہو سکتے۔

ہمیں ہر اس کوشش اور تدبیر کی مزاحمت کرنی پڑے گی جس کا مقصد دونوں مملکتوں کو زبردستی یکجا کرنا ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے جو طریقے بتائے جا رہے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مسلم لیگ اور حکومتِ پاکستان کے خلاف خود مسلمانوں سے بغاوت کروانا۔

۲۔ اگر اس میں ناکامی ہو تو پاکستان کے رہنماؤں کو دو قومی نظریے کی ''حماقت'' کا احساس دلا کر ان کے طور طریقے بدلے جائیں اور انہیں مجبوراً یونین میں شامل ہونے پر راضی کیا جائے اور اس طرح ایک ''واحد'' ہندوستان کی تخلیق کی جائے۔

ہندوستان ایک ہندو مملکت ہے

اگر دونوں مملکتوں کے مابین مستحکم اور دوستانہ تعلقات قائم کرنا مقصود ہیں تو اس طرح کا پروپیگنڈا ختم ہونا چاہئے۔ جہاں تک دو قومی نظریے کا تعلق ہے تو یہ کوئی نظریہ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ ہندوستان کی تقسیم ہی اس حقیقت کی بناء پر عمل میں آئی ہے اور علاوہ ازیں یہ حقیقت بلاشک وشبہ ان ناگوار اور قابلِ مذمت واقعات کے باعث ثابت ہوگئی جو گذشتہ دو ماہ کے دوران رونما ہوئے اور ہندوستان کے اس اقدام سے بھی کہ اس نے پاکستان کے ہندوؤں کو اپنا شہری کہہ کر یہاں سے بلا لیا۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک قوم ہے؟ مَیں اس موضوع پر مزید تفصیل میں نہیں جانا چاہتا اور بھی بہت سی چیزیں وقوع پذیر ہو رہی ہیں جو اس حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں کہ مملکتِ ہندوستان ایک ہندو مملکت ہے۔

ایک محترم پروفیسر ڈاکٹر گیڈگل (Gadgil) نے بھی ۱۹ اکتوبر کو اپنے بیان[۴] میں کہا کہ ایک ''ہندو ریاست یا واضح الفاظ میں ہندو قومی ریاستوں کا ایک وفاق'' ہی نئی ہند یونین کی صحیح تعریف ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا انڈین یونین کو ہندو ریاست کا نام دینے سے اس کا غالب اور

امتیازی وصف سامنے آجاتا ہے انہوں نے مزید یہ کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انڈین یونین کے

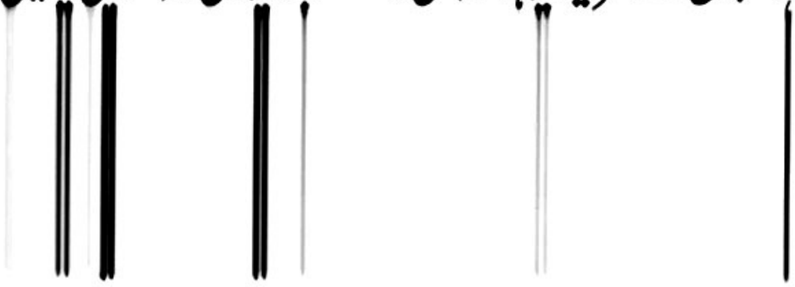

علاقوں میں ان لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں جو ہندو روایات پر عمل نہیں کرتے یا یہ کہ دوسروں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے گا۔

اقلیتیں اپنی شہریت سے محروم نہیں ہوں گی

پاکستان یا ہندوستان میں رہنے والی اقلیتیں جن کے عقائد مختلف ہیں صرف اس بناء پر شہریت سے محروم نہیں ہوں گی کہ ان کا تعلق کسی مخصوص عقیدے، مذہب یا نسل سے ہے۔ مَیں نے بارہا اس امر کی وضاحت کی ہے، بالخصوص مجلسِ دستور ساز کی اپنی افتتاحی تقریر[۵] میں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ اپنے شہریوں جیسا یکساں سلوک کیا جائے گا اور انہیں وہ تمام حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی جو کسی اور فرقے کو ملیں گی۔ پاکستان اس حکمتِ عملی پر کاربند رہے گا اور غیر مسلم اقلیتوں کے تحفّظ اور اعتماد کیلئے ہر ممکن کوشش کرے گا۔

ہر شہری سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ مملکت کا وفادار اور صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہو۔ قانون کا باز و اس قدر مضبوط ہونا چاہئے کہ وہ کسی ایسے فرد، طبقے یا افراد کی جمعیت سے نمٹ سکے جو ملک کے وفادار نہ ہوں۔ ہم اسکول کے طالبِ علموں کی طرح ان کے لئے وفاداری کے امتحانی پرچے تجویز نہیں کرتے۔ ہم پاکستان کے کسی ہندو شہری سے یہ نہیں کہیں گے کہ اگر جنگ ہوئی تو کیا تم کسی ہندو پر گولی چلاؤ گے۔

ہندوستان میں جو مسلم اقلیت اور ان کے رہنما رہ گئے ہیں مَیں نے انہیں یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے منتخب رہنماؤں کی قیادت میں خود کو دوبارہ منظّم کریں کیونکہ ان کو لاکھوں لوگوں کے حقوق اور مفادات کے تحفّظ کیلئے بہت بڑا کردار ادا کرنا ہے۔ میرے مشورے کے مطابق انہوں نے پہلے ہی حکومتِ ہندوستان سے اپنی وفاداری کا اعلان کر دیا ہے اور جب انہوں نے ہندوستان کی مجلسِ دستور ساز میں شرکت کی تو گویا اپنی حیثیت کی وضاحت کر دی۔ اس کے باوجود یہ پُرفریب پروپیگنڈا جاری ہے کہ مسلم لیگ نے انہیں دھوکا دیا ہے اور اب ان کے ساتھ جو کچھ بھی ہو پاکستان اس سے لاتعلق ہے۔ ہندوستان کی مسلم اقلیت نے پاکستان کے حصول اور قیام کیلئے

شاندار کردار ادا کیا ہے۔ انہیں ان نتائج کا بخوبی علم تھا کہ انہیں ہندوستان ہی میں رہنا ہوگا لیکن اپنی عزتِ نفس اور ناموس کی قیمت دے کر نہیں۔ کسی شخص کو بھی یہ اندازہ نہیں ہوسکا کہ ہندوستان میں ایک طاقتور گروہ نے اس بات پر کمر باندھ لی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بے دردی سے صفحۂ ہستی سے مٹا دے گا اور اس مقصد کے حصول کیلئے اس نے ایک اچھا خاصا منظّم منصوبہ بھی تیار کر رکھا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہندوستان کی حکومت اس دہشت گردی کا پوری سختی سے قلع قمع کرے گی ورنہ ان کا یہ دعویٰ کہ وہ ایک مہذب حکومت ہے باطل قرار پائے گا۔

لہٰذا میں ان کے مصائب پر پوری ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے مسلمانوں پر زور دوں گا کہ وہ اپنی آزمائش کا حوصلے اور پامردی سے مقابلہ کریں اور خوف زدہ ہو کر اور عاجلانہ فیصلے یا اقدام کر کے ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ کھیلیں۔ اپنے ناموافق حالات میں اور مفاد پرست جماعتوں کے شر انگیز پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اپنی تمام مشکلات کا ذمّہ دار مسلم لیگ اور اس کی قیادت کو نہ ٹھہرائیں۔ وہ اپنے مورچوں پر ڈٹے رہیں اور مَیں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان ان کی مصیبتوں کا محض ایک تماشائی نہیں ہوگا۔ ہمیں ان کی بہبود اور ان کے مستقبل کے بارے میں گہری تشویش ہے اور جس خطرے سے وہ دوچار ہیں ہم اس کو ٹالنے کیلئے اپنی مقدور بھر کوشش کریں گے۔ مَیں خلوص کے ساتھ توقع کرتا ہوں کہ ہم مملکتِ ہندوستان کے تعاون سے ان کے لئے انصاف حاصل کر سکیں گے۔

سازش کی جڑوں پر ضرب لگائیں

سوال: کیا آپ کے خیال میں انتقالِ اقتدار کے بعد ہندوستان اور پاکستان فرقہ وارانہ ہنگاموں کے بدترین دور سے گذر چکے ہیں؟

جواب۔ آپ اسے فرقہ وارانہ ہنگامہ آرائی سے تعبیر نہیں کر سکتے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اسے یہی نام دیا جا رہا ہے۔ اب تو بلاشک وشبہ واضح ہو چکا ہے کہ یہ ایک باترتیب، سوچا سمجھا، باقاعدہ اور بخوبی طے شدہ منصوبہ تھا جس کا میری نظر میں تمام تر مقصد نوزائیدہ مملکتِ پاکستان کو مفلوج کرنا تھا جو اپنا آغاز نئے سرے سے کر رہا تھا۔ اب اس کا یہی مداوا

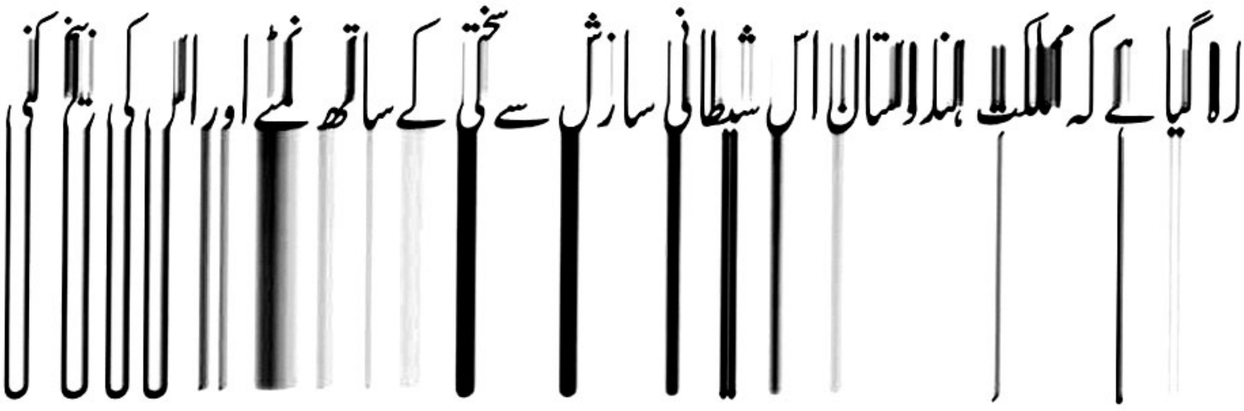

کرے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سازش کی جڑوں اور اس تنظیم کی پشت پناہی کرنے والے طاقتور افراد کا قلع قمع کر دیا جائے۔ مرض کی محض علامت ختم کرنے سے کام نہیں چلے گا۔ مرض کی جڑ پر حملہ کرنا ہوگا۔

مسلم لیگ کے فرائض

سوال: اب آپ کے خیال میں بیرونِ پاکستان مسلم لیگ کے مناسب فرائض کیا رہ گئے ہیں؟

جواب: مسلم لیگ اپنا مقصد حاصل کر چکی ہے۔ اس کا بنیادی مقصد پاکستان کی آزاد مملکت قائم کرنا تھا۔

مسلم لیگ کے باقی اغراض و مقاصد عمومی نوعیت کے ہیں۔ میں ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔

''ہندوستانی مسلمانوں اور ہندوستان کے دیگر فرقوں کے سیاسی، مذہبی اور دیگر حقوق اور مفادات کا تحفظ کرنا اور انہیں فروغ دینا اور مسلمانانِ ہند اور دیگر فرقوں کے درمیان برادرانہ تعلقات استوار کرنا اور انہیں استحکام دینا''

میں مجلسِ عاملہ[۶] اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس[۷] جلد سے جلد طلب کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ظاہر ہے کہ مسلم لیگ کو ان بنیادی تبدیلیوں کی روشنی میں از سرِ نو منظم کرنا ہے جو وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے پیدا شدہ سنگین صورتِ حال سے نمٹنے میں ہم اس قدر منہمک ہو گئے کہ نہ تو اس طرف اور نہ ہی ان دیگر امور کو ہم وقت دے سکے جن کا ہمیں سامنا ہے اور جو ہماری فوری توجہ کے طلب گار ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ

ہندوستان کے مسلمانوں کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے لئے منصفانہ برتاؤ کو یقینی بنانے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔ لیکن دو مملکتوں کے قیام کے بعد اس معاملے کو حکومتی سطح پر

زیادہ مؤثر طریقے سے نمٹایا جاسکتا ہے۔

دو بڑی قوموں نے جانشین حاکموں کی حیثیت سے ۳ جون کے منصوبے کو منظور کیا تھا اور اب اس منصوبے کے مطابق اور قانونِ آزادیٔ ہند ۱۹۴۷ء کے تحت دو آزاد اور خود مختار مملکتیں وجود میں آ گئی ہیں۔ اس منصوبے کو منظور کرتے ہوئے بلکہ اس سے بھی قبل کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی طرف سے باضابطہ اعلان کئے گئے تھے کہ دونوں مملکتوں میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے گا اور ان کے مذہبی، ثقافتی، معاشی، سیاسی اور انتظامی اور دیگر حقوق کے تحفّظات کا خصوصی اہتمام ان کے مشورے سے کیا جائے گا اور ان تحفّظات پر ابھی تک کسی بھی ذمّہ دار شخص نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔

ہولناک کشت وخون

مجھے یہ کہتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ دو مملکتوں کے ظہور کا جشنِ آزادی ہر جگہ منایا گیا تھا۔ تاہم اس حصولِ آزادی کی خوشیاں صرف ان دو بڑی قوموں تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں اس عظیم برصغیر کے تمام باشندے شامل ہیں۔ لیکن اس (تہوار) کے فوراً بعد یہ ہولناک کشت وخون کا بازار گرم ہو گیا جس کا بلاشبہ مقصد ہندوستان سے مسلم اقلیت کو نیست و نابود کرنا تھا۔

آخر میں مَیں اس بات پر زور دوں گا کہ کانگریس اور حکومتِ ہندوستان اس قیادت کو کچل دے جس نے اس بے رحمانہ قتل وغارت کا منصوبہ بنایا نیز ان عناصر کو بھی جو قانون کی خلاف ورزی کرنے میں ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

نہ کوئی بدلہ نہ کوئی انتقام

جہاں تک ممکن ہو سکا مَیں نے ہندوؤں پر بحیثیت ایک فرقہ اور مسلمانوں پر بحیثیت ایک فرقہ کے الزام لگانے سے احتراز کیا ہے۔ لیکن مَیں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مَیں بلا تامل قتل وغارت گری کے ان ہولناک واقعات پر افسوس اور ان کی مذمت کرتا ہوں قطع نظر اس کے کہ وہ کہاں ہوئے اور کس نے اس کی ابتداء کی۔

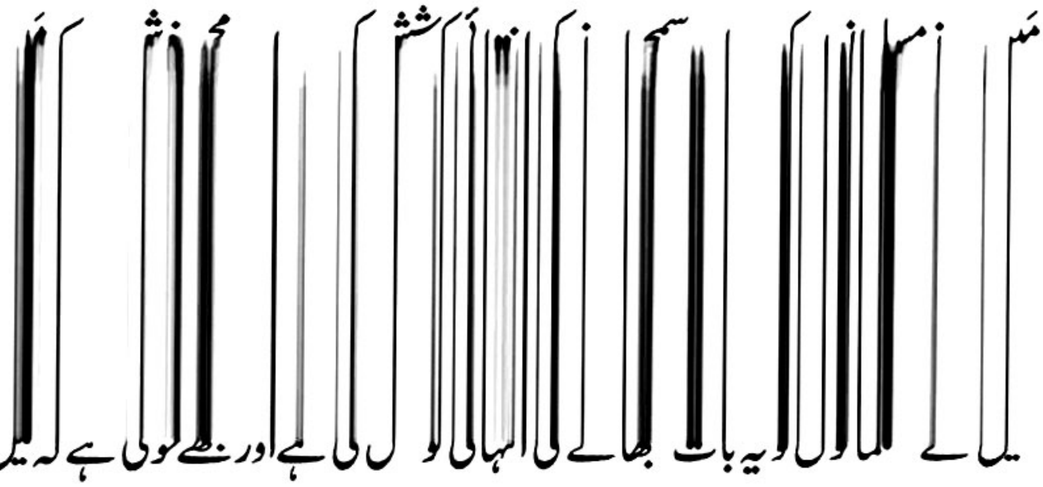

اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوا ہوں کہ خواہ کتنا ہی اشتعال کیوں نہ ہو ہم نہ بدلہ لیں گے اور نہ انتقام۔ برخلاف اس کے ہر باعزت مسلمان کا یہ فرض ہے بلکہ ان کا مذہب بھی انہیں یہی حکم دیتا ہے کہ بدلہ یا انتقام نہیں لینا چاہئے اور اقلیتوں کی حفاظت ہمارا فرضِ عین ہے اور اپنے ہی شہری ہونے کی حیثیت سے ان کے ساتھ منصفانہ سلوک کرنا چاہئے۔[۸] (اے پی آئی)

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۹۳ کا انیکس ۱

۲۔ دیکھئے سول اینڈ ملٹری گزٹ، ۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۳۔ نمبر ۶۔۷

۴۔ ہندوستان ٹائمز، ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۵۔ دیکھئے جناح پیپرز جلد چہارم۔ اپنڈکس ۹ کی دستاویز نمبر ۲ کا آئٹم نمبر ۴

۶۔ مسلم لیگ کی مجلسِ عاملہ کا اجلاس ۱۳ دسمبر کو کراچی میں گورنر جنرل ہاؤس میں منعقد ہوا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

۷۔ تقسیمِ ہند کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا پہلا اجلاس کراچی میں ۱۴ دسمبر کو ہوا۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۷ء

۸۔ پاکستان ٹائمز، ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء

۸.۳

عیدالاضحیٰ پر محمد علی جناح کا پیغام[۱]

۲۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا اکثر امتحان لیتا ہے اور انہیں آزمائش میں ڈالتا ہے جن سے وہ محبت فرماتا ہے۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ اس شے کی قربانی دیں جو انہیں سب سے زیادہ عزیز ہو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنے بیٹے کو قربانی کیلئے پیش کیا۔ آج پھر اللہ تعالیٰ کو پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کا امتحان اور آزمائش مقصود ہے۔ اللہ نے ہم سے

عظیم قربانیوں کا مطالبہ کیا ہے۔ ہماری نوزائیدہ مملکت ان زخموں سے چور ہے جو ہمارے دشمنوں نے لگائے ہیں۔ ہندوستان میں ہمارے مسلمان بھائیوں کو صرف اس لئے انتقام اور ظلم کا نشانہ بنایا جارہا ہے کہ بحیثیت مسلمان انہوں نے قیامِ پاکستان کے لئے اعانت کی اور ہمدردی کا اظہار کیا تھا۔ اس وقت ہر سمت سے سیاہ بادلوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے لیکن ہمارا حوصلہ پست نہیں ہوا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم قربانی کے اسی جذبے کا اظہار کریں گے جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ ان سیاہ بادلوں کو ہٹا دے گا اور ہم پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے گا جس طرح اس نے حضرت ابراہیمؑ پر نازل فرمائی تھیں۔ لہٰذا آیئے ہم عیدالاضحیٰ کے دن جو اسلام کے مصداق جذبۂ ایثار و قربانی کا مظہر ہے یہ عہد کریں کہ ہمیں جس مملکت کو اپنے تصوّر کے مطابق تعمیر کرنا ہے اس مقصد سے ہرگز منہ نہیں موڑیں گے خواہ اس کے لئے ہمیں کتنی ہی قربانیوں، امتحانوں اور آزمائشوں سے کیوں نہ گزرنا پڑے اور اپنے مقصد کے حصول کی خاطر اپنی تمام صلاحیتوں اور وسائل کو بروئے کار لائیں گے۔ مجھے اعتماد ہے کہ ہم اس زبردست بحران پر اس کی وسعت اور شدت کے باوجود اسی طرح قابو پالیں گے جس طرح ہم نے اپنی طویل تاریخ میں اور بہت سی دشواریوں پر قابو پایا تھا اور ہمارے دشمنوں کی کوششوں کے باوجود ہم مصائب کی تاریک رات سے فاتحانہ اور توانا نکل آئیں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ یہ مملکت محض زندگی گزارنے کیلئے نہیں بلکہ بہتر زندگی گذارنے کیلئے وجود میں آئی ہے۔

اس مبارک دن پر مَیں اپنی اور پاکستان کے عوام کی جانب سے ساری دنیا کے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ پاکستان میں ہمارے لئے تشکر اور مسرّت کے اس دن پر مشرقی پنجاب اور اس کے گردونواح کے پچاس لاکھ مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹنے کی وجہ سے ایک گہرے غم کا احساس طاری ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس متبرک دن مسلمان مرد اور عورتیں جہاں کہیں بھی جمع ہوں گے اپنی دعاؤں میں ان مردوں، عورتوں اور بچوں کو یاد رکھیں گے جو اپنے پیاروں اور اپنے گھر بار سے محروم ہو چکے ہیں اور اس قدر تکلیف اور مصیبت سے دوچار ہیں کہ شاید ہی ایسی اذیتیں بنی نوع انسان پر ڈھائی گئی ہوں گی۔ اس مظلوم انسانی گروہ کے



نام پر میں تمام مسلمانوں سے چاہے وہ جہاں ہیں بھی ہوں دوبارہ اپیل کرتا ہوں کہ ہماری اس آفت اور ضرورت کی گھڑی میں وہ اپنی برادرانہ ہمدردی، حمایت اور تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اب دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کے وجود کو ختم نہیں کر سکتی۔

ہمیں جس قدر عظیم قربانیاں دینی ہوں گی ہم اسی قدر باصفا اور پاکیزہ تر ہو جائیں گے جس طرح سونا آگ سے نکل کر ہوتا ہے۔

پس آپ سب کیلئے میرا پیغام امید، حوصلے اور اعتماد کا پیغام ہے۔ آیئے ہم باقاعدہ اور منظّم طریقے سے اپنے تمام وسائل روبہ عمل لے آئیں اور جو سنگین مسائل ہمیں درپیش ہیں ان کا عزم بالجزم اور نظم وضبط سے مقابلہ کریں جو ایک عظیم قوم کے شایانِ شان ہے۔

پاکستان زندہ باد

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۱۵

۸.۴

ایک جلسۂ عام سے محمد علی جناح کا خطاب[۱]

لاہور

۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء

ہمیں اپنی آزادی کی منزلِ مقصود حاصل ہو چکی ہے اور ہم نے ایک آزاد و خود مختار اور دنیا کی پانچویں بڑی مملکت پاکستان قائم کر لی ہے۔ اس برصغیر میں رونما ہونے والے حالیہ اندوہناک واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی قوم ابتلاء اور قربانی کے بغیر آزادی حاصل نہیں کر سکتی۔ ہم انتہائی دشواریوں اور ناگفتہ بہ مصائب میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہم خوف اور اذیت کے تاریک ایام سے ہو کر گزرے ہیں لیکن مَیں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حوصلے، خود اعتمادی اور اللہ کی تائید سے ہم کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔

بعض لوگ یہ سوچتے ہوں گے کہ ۳ جون کا منصوبہ قبول کر کے مسلم لیگ نے غلطی کی

تھی ۔مَیں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ کسی اور متبادل صورت کے نتائج اس قدر تباہ کن ہوتے کہ ان کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔اپنی جانب سے ہم نے اس منصوبے کو کھلے دل اور نیک نیتی سے عملی جامہ پہنانا شروع کیا تھا۔ وقت اور تاریخ اس کی تصدیق کریں گے۔ دوسری جانب تاریخ اپنا یہ فیصلہ بھی صادر کرے گی کہ کچھ لوگوں کی غداری اور سازشوں نے اس برصغیر میں بدنظمی اور افراتفری کی قوتوں کو بے لگام چھوڑ دیا جس کی وجہ سے لاکھوں اموات واقع ہوئیں اور وسیع پیمانے پر املاک کی تباہی اور بربادی ہوئی اور لاکھوں انسانوں کو اپنا گھر بار اور اپنی محبوب اشیاء سے محروم کر کے انہیں اذیت اور مصائب میں مبتلا کر دیا گیا۔جس باقاعدہ طریقے سے نہتے اور بے گناہ لوگوں کا قتلِ عام کیا گیا اسے دیکھ کر تو تاریخ کے بدترین جابروں کی وحشیانہ سفاکیاں بھی شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہیں۔ہم ایک گہری اور خوب سوچی سمجھی سازش کا شکار ہوئے جس کا ارتکاب کرتے ہوئے مروت اور احترامِ آدمیت کے بنیادی اصولوں کا بھی مطلق لحاظ نہیں کیا گیا۔ہم اس تائید ایزدی کیلئے سراپا شکر گذار ہیں کہ اس نے طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کرنے کیلئے ہمیں ہمت و حوصلہ اور ایمان کی قوت عطا کی۔اگر ہم قرآنِ کریم سے ہدایت حاصل کرتے رہے تو مَیں پھر کہوں گا کہ حتمی فتح ہماری ہی ہوگی۔

اس خیال کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیں کہ آپ کے دشمن اپنے ارادوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ہی جس صورتِ حال سے ہم دوچار ہیں اسے معمولی سمجھ کر بھی نہ ٹالیں۔اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھئے کہ آیا آپ نے وہ حق ادا کر دیا ہے جو اس نئی اور عظیم مملکت کی تعمیر میں آپ پر عائد ہوتا ہے۔کام کتنا بھی مشکل ہو کبھی نہ گھبرائیں۔تاریخ میں کئی ایسی مثالیں ہیں کہ نوزائیدہ اقوام نے محض عزمِ راسخ اور قوتِ کردار کے بل پر اپنی تعمیر کی۔ آپ کی تخلیق تو جوہرِ خالص سے ہوئی ہے اور آپ کسی سے کم تر نہیں ہیں۔اوروں کی طرح بلکہ خود اپنے آباء و اجداد کی مانند خود آپ بھی کیوں کامیاب نہ ہوں گے۔آپ کو صرف اپنے اندر مجاہدانہ جذبے کو پروان چڑھانا ہوگا۔

آپ ایسی قوم ہیں جس کی تاریخ عزم و استقلال، رفعتِ کردار اور سرفروشی کی

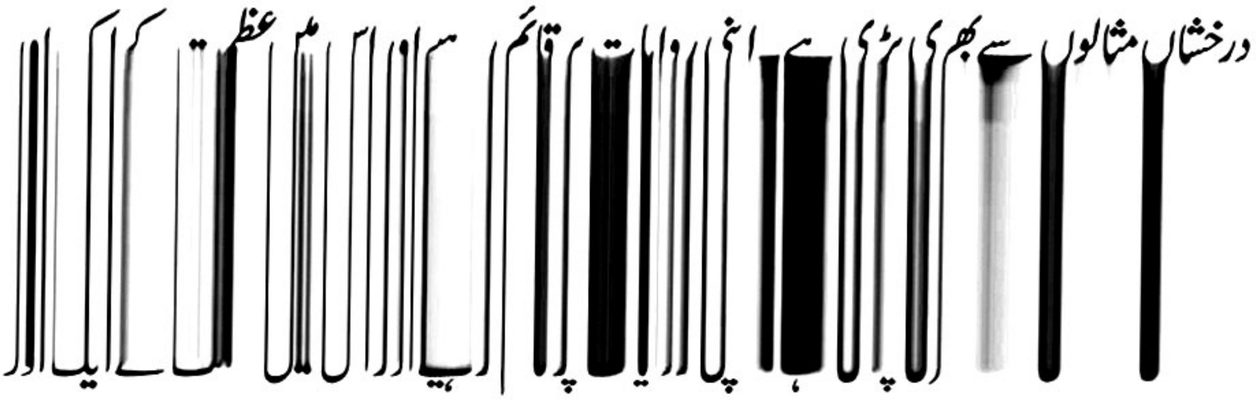

باب کا اضافہ کیجئے۔

اب مَیں آپ سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے جس جس کو یہ پیغام پہنچے وہ یہ عہد کرے کہ وہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے اور اسے دنیا کی عظیم ترین قوموں کی صف میں شامل کرنے کیلئے بوقتِ ضرورت اپنا سب کچھ قربان کر دینے پر آمادہ ہوگا اور جس کا نصب العین اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک امن قائم کرنا ہے۔ فوری طور پر آپ کا کام ان لاکھوں مصیبت زدہ اور بدنصیب بھائیوں کی آبادکاری ہے جو یا تو لٹ پٹ کر یہاں آ چکے ہیں یا پہنچنے والے ہیں۔ اب ہم ان کیلئے کم سے کم جو کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کی طرح ان کا استقبال کریں۔ کوئی شریف النفس اور ذی عقل شخص یہ نہ سوچے کہ وہ ایک ناپسندیدہ بوجھ ہیں جو ہم پر لاد دیا گیا ہے۔ آپ جس قدر ممکن ہو پس انداز کریں اور بربریت اور غنڈہ گردی کے شکار ان لوگوں کی مدد کیجئے جنہیں صرف اس لئے مصائب جھیلنے پڑے کہ وہ مسلمان ہیں۔

اس کے ساتھ ہی اپنا حوصلہ بلند رکھیئے۔ موت سے نہ ڈریئے۔ ہمارا مذہب ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں ہمیشہ موت کا استقبال کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ ہمیں پاکستان اور اسلام کا وقار بچانے کیلئے اس کا مردانہ وار سامنا کرنا چاہئے۔ صحیح مقصد کے حصول کی خاطر ایک مسلمان کیلئے جامِ شہادت نوش کرنے سے بہتر اور کوئی راہِ نجات نہیں۔

مَیں یہ بات اس ملک کے ہر شہری، بالخصوص اپنے نوجوانوں کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ وہ دوسروں کی رہنمائی کرنے کیلئے لگن، حوصلے اور استقامت کے صحیح جذبے کا اظہار اور آئندہ آنے والوں اور نئی نسلوں کیلئے اعلیٰ اور ارفع مثال قائم کریں۔

یاد رکھیئے قانون کا نفاذ اور امن کی بحالی ترقی کے لوازمات میں سے ہے اسلام کے اصولوں کے تحت یہ فرض ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہمسایوں کی حفاظت کرے اور بلا لحاظ ذات پات اور عقیدہ اقلیتوں کو تحفظ دے۔ ہندوستان میں مسلم اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے اس کے باوجود ہمیں اس بات کو اپنی عزت اور وقار کا مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی اقلیتوں

کی جانوں کی حفاظت کریں اوران میں احساسِ تحفّظ پیدا کریں۔مَیں یہ بات ہراس مسلمان کے ذہن نشین کرادینا چاہتا ہوں جودل سے پاکستان کی فلاح و بہبوداوراس کی خوشحالی کا خواہاں ہے کہ وہ انتقام لینے سے باز رہے اوراپنے جذبات پر قابو رکھے کیونکہ انتقام اورامن وامان میں خلل ڈالنے کا آخر یہ نتیجہ نکلے گا کہ اس عمارت کی بنیاد کمزور پڑ جائے گی جس کی تعمیر کی خواہش ماضی میں آپ کوعزیز رہی۔

اپنا فرض ادا کیجئے اور خدا پر بھروسہ رکھیے۔ دنیا میں ایسی کوئی طاقت نہیں جو پاکستان کومٹا سکے۔ یہ قائم رہنے کیلئے بنا ہے۔ ہمارا عمل دنیا پر ثابت کر رہا ہے کہ ہم حق پر ہیں۔مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ساری دنیا بالخصوص عالمِ اسلام کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہیں۔اپنی طرف سے ہم ہراس قوم کے شکرگذار ہیں جس نے اعانت اوردوستی کا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر مَیں اپنی مملکت کے ہر باشندے اورشہری سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن وامان کواپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ ایسا رویّہ اختیار کرے جوحکومت اوررہنماؤں کیلئے ایک قوت کا کام دے جواپنے بدنصیب پناہ گزیں بھائیوں کی اذیتوں اور مشکلات ختم کرنے کی پُرخلوص کوششوں میں ممد ومعاون ہواوراس مہیب خطرے اوردہشت کے خلاف سینہ سپر ہوجائے جس کا آج ہمیں سامنا ہے۔

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر ۱۳۷

۸.۵

طالبِ علموں کیلئے محمد علی جناح کا پیغام[۱]

۳۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء

پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی کمیٹی آف ایکشن کے ایک وفد سے قائداعظم نے

[illegible]

گھڑی میں ہمیشہ ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔''

طالبِ علموں کی جماعت کیلئے اپنے پیغام میں انہوں نے کہا'' آپ قومی تعمیر میں مستقبل کے معمار ہیں لہٰذا جو مشقت طلب کام آپ کو درپیش ہوں گے اس کے لئے اپنے آپ کو نظم وضبط، تعلیم اور تربیت کے ذریعے تیار کرنا ہوگا۔ آپ کو اپنی ذمہ داری کی اہمیت کا احساس ہونا اور اسے نبھانے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔'' انہوں نے امید ظاہر کی کہ'' پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن قومی مقصد سے اپنی بے لوث وابستگی کو قائم رکھے گی۔''

قائداعظم نے وفد سے کہا کہ انہیں طالبِ علموں سے امید ہے کہ وہ کثیر تعداد میں آ کر مہاجرین کی مدد کریں گے اور انہیں ہر طریقے سے راحت و آرام پہنچائیں گے کیونکہ اس وقت قوم کو اسی ناگزیر فرض کا سامنا ہے۔۔ پاکستان ٹائمز، یکم نومبر ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۳۹

۸.۶

مسلّح افواج اور قومی حفاظتی دستے کے نام محمد علی جناح کا پیغام[1]

کراچی

۸ نومبر ۱۹۴۷ء

راولپنڈی میں قائداعظم کی آمد اتوار ۹ نومبر کو متوقع تھی لیکن اچانک علالت کی وجہ سے انہیں اپنی روانگی ملتوی کرنا پڑی۔ تاہم قائداعظم نے مسلّح افواج، حفاظتی دستے کے اراکین اور اہلِ راولپنڈی کے نام ایک پیغام میں جلد از جلد ان سے ملاقات کے بارے میں اپنے اشتیاق کا اظہار کیا۔

قائداعظم نے اپنے پیغام میں کہا:

آپ کو معلوم نہیں کہ مجھے اس بات سے کس قدر دکھ ہوا کہ مَیں راولپنڈی

نہیں آ سکا اور اپنے لوگوں، مسلّح افواج کے افسروں اور جوانوں اور نئے تشکیل شدہ قومی حفاظتی دستے سے ملاقات کرنے سے قاصر رہا۔ مجھے اچانک بخار نے آ لیا اور میرے لئے راولپنڈی تک سفر کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری مجبوری کو سمجھ جائیں گے۔ ازراہِ کرم پہلے سے طے شدہ پروگرام پر عمل کیجئے اور براہِ کرم سب کو میری جانب سے مبارک باد پہنچا دیجئے۔

اگرچہ میری علالت نے جسمانی طور پر مجھے آپ کے پاس آنے سے روک رکھا ہے تاہم میرا دل آپ کے ساتھ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ باوجود ان خطرات کے جو ہمیں درپیش ہیں آپ سب کامل اتحاد اور یک جہتی کے ساتھ کام کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم پاکستان کا وقار پہلے سے زیادہ اونچا رکھتے ہوئے اور اسلام کی عظیم روایات اور قومی پرچم کو بلند کئے ہوئے ان خطرات سے کامیابی کے ساتھ گزر جائیں گے۔

مجھے راولپنڈی آنے کا بہت اشتیاق تھا اور اب جس قدر جلد ممکن ہوا میں پہلی فرصت میں آپ کے پاس آؤں گا۔۔ پاکستان ٹائمز، ۹ نومبر ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۱۸۲

۸.۷

برطانوی افسروں کے نام محمد علی جناح کا پیغام[1]

۲۲ نومبر ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح نے ان برطانوی افسروں کے نام جو سپریم کمانڈر کے ماتحت اس وقت کام کر رہے ہیں اور جنہوں نے رضا کارانہ طور پر پاکستان کو مسلّح افواج کی تنظیم میں مدد کیلئے اپنی خدمات پیش کیں حسبِ ذیل پیغام ارسال کیا:

"سپریم کمانڈ ہیڈ کوارٹرز کے بند ہو جانے کے بعد جن برطانوی

افسروں نے رضاکارانہ طور پر پاکستان کی مسلّح افواج میں خدمات انجام
دینے کی پیشکش کی ہے ان کی شرائطِ ملازمت پہلے ہی شائع کی جا چکی
ہیں۔ پاکستان ایک نیا ملک ہے جس میں بہت کام ہونا ہے۔ ہماری مسلّح
افواج کی تنظیم کارکردگی کے اعلیٰ معیار پر از سرِ نو ہونی ہے۔ ہمارے اپنے
پاکستانی افسروں کی تعداد، ان کی فنی تربیت اور ان کا تجربہ ابھی اتنا نہیں
ہے کہ وہ فوری طور پر پورا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں۔ لیکن میری
حکومت کی حکمتِ عملی یہ ہے کہ تینوں افواج کے افسروں کا ڈھانچہ اس
رفتار سے قومیایا جائے کہ اہلیت کا معیار بھی قائم رہے۔

مَیں ان تمام برطانوی افسروں کا پُرخلوص خیر مقدم کرتا ہوں جو یہاں ٹھہرنے اور ہماری مدد کرنے کیلئے تیار ہیں اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ میری حکومت ان کے ساتھ وہی سلوک روا رکھے گی جو ہماری قوم سے تعلق رکھنے والے ملازم باشندوں کے ساتھ ہوگا۔۔ پاکستان ٹائمز، ۲۳ نومبر ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۱۶

۸.۸

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے نام قائداعظم کا پیغام[1]

کراچی

مجھے خوشی ہے کہ پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس آج سے کراچی میں منعقد ہو رہا ہے۔ پاکستان کے دارالحکومت میں مَیں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آپ کی کاوشِ فکر کامیابی سے ہم کنار ہو اور یہ بھی توقع کرتا ہوں کہ اس کے بامقصد اور عملی نتائج برآمد ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ تعلیم کی اہمیت اور صحیح طریقۂ تعلیم پر جتنا زور دیا جائے کم ہے۔ مجھے

افسوس ہے کہ ایک صدی سے زیادہ غیر ملکی حکمرانی کے دوران ہمارے عوام کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اور اگر ہم حقیقی، جلد اور ٹھوس ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں اس مسئلے کو سنجیدگی سے حل کرنا ہو گا۔ تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو ان خطوط پر استوار کرنا ہوگا جو ہمارے عوام کے مزاج کے مطابق ہوں، ہماری تاریخ اور ثقافت سے ہم آہنگ ہوں اور جن میں جدید حالات اور دنیا میں ہونے والی زبردست ترقی کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری مملکت کے مستقبل کا زیادہ تر مدار اس امر پر ہوگا کہ ہم اپنے بچوں کو مستقبل کے شہری بننے کیلئے کس طرح کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کی کس طرح تربیت کرتے ہیں۔ تعلیم کے معنی صرف کتابی تعلیم ہی نہیں ہے اس وقت فوری اور اہم ضرورت ہے کہ اپنے ہم وطنوں کو سائنس اور فنی تعلیم دی جائے تا کہ ہماری معاشی زندگی کو سنوارا جا سکے اور لوگ سائنس، تجارت اور خاص طور پر اچھی منصوبہ بندی پر مشتمل صنعتوں میں اپنی جگہ بنا سکیں۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہمیں اس دنیا کا مقابلہ کرنا ہے جو اس سمت میں نہایت تیزی سے رواں دواں ہے۔

الغرض ہمیں اپنی آنے والی نسلوں کے کردار کی تعمیر کرنی ہے جس کا مطلب ہے کہ ان میں عزت نفس، راست بازی اور قوم کی بے لوث خدمت کا بے پناہ جذبہ اور احساسِ ذمّہ داری پیدا کر دیا جائے اور اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ ان میں معاشی زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کی اہلیت اور صلاحیت بدرجۂ اتم موجود ہو اور وہ اس طرح سے کام کریں جو پاکستان کیلئے نیک نامی کا باعث بنے۔[۲]

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۲۲ کا انکلوژر

۲۔ دیکھئے پاکستان ٹائمز، ۲۸ نومبر ۱۹۴۷ء

۸۹

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں قائداعظم کی تقریر[1]

کراچی ۱۵ دسمبر: کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا بند کمرے میں اجلاس ہوا جس کی صدارت قائداعظم نے کی۔ مسٹر جناح نے تقریباً ایک گھنٹہ کونسل سے انگریزی میں خطاب کیا اوران کی تقریر کا اُردو ترجمہ بعد میں سردار عبدالرّب نشتر نے کیا۔

مسٹر جناح نے اراکین کا خیر مقدم کرتے ہوئے تقسیم ہند کے واقعات پر تبصرہ کیا۔ لیگ کونسل کے ۹ جون کے اجلاس کے بعد جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا حوالہ دیتے ہوئے مسٹر جناح نے کہا ''آج ہم اس امر پر گفتگو کرنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ آئندہ آل انڈیا مسلم لیگ کی ہیئتِ تنظیمی کیا ہوگی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ مسلم لیگ نے پاکستان کے حصول اور قیام کیلئے جس انداز میں جدوجہد کی اس کی مثال نہیں ملتی۔ مسلمان ایک ہجوم کی مانند تھے، وہ شکستہ دل تھے، اقتصادی طور پر پامال تھے۔ ہم نے پاکستان حاصل کرلیا، لیگ کیلئے نہیں، اپنے کسی رفیق کیلئے نہیں بلکہ عوام کیلئے۔ اگر پاکستان حاصل نہ کیا جاتا تو مسلم ہند کا خاتمہ ہو جاتا۔ ہم نے پاکستان قائم کرلیا ہے جہاں کم از کم چھ کروڑ مسلمان بستے ہیں اور جس کا علاقہ عظیم ہے اور جو مکمل طور پر خود مختار ہے۔ اس کا سہرا اقلیتی صوبوں کو جاتا ہے۔ ہم دونوں (کانگریس اور لیگ) نے اقلیتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ مَیں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہندو نہ صرف قتل وغارت اور املاک کی تباہی بلکہ منظّم جتھ بند بربریت پر اتر آئیں گے۔ اس کا مقصد پاکستان پر ضرب لگانا تھا اور یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔

قائداعظم نے اس انسانی جنون کی شدید مذمت کی جس نے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لیا اور جس کے سبب خاندان مصائب کا شکار بنے۔

دونوں مملکتوں میں ہونے والے فسادات کی مذمت کرتے ہوئے قائداعظم نے مسلمانوں پر واضح کیا کہ اس قسم کے بہیمانہ جرائم میں ملوث ہونا اسلام کے خلاف ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ دونوں مملکتوں میں اقلیتوں کو مناسب تحفّظ کا یقین دلایا جائے گا اور پاکستان کے

گورنر جنرل کی حیثیت سے وہ اپنا فرض ادا کریں گے۔

ان الزامات کا ذکر کرتے ہوئے جو پاکستان اور اس کے رہنماؤں پر ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ بے وفائی کے ضمن میں لگائے گئے ہیں قائداعظم نے کہا کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں سے گہری ہمدردی رکھتے ہیں جو بدقسمتی سے بدترین دنوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے آپ کو منظّم کریں تا کہ وہ اتنے طاقتور ہو جائیں جس سے اپنے سیاسی حقوق کا تحفّظ کر سکیں۔ ایک بخوبی منظّم اقلیت اتنی طاقتور بن سکتی ہے جس سے وہ اپنے سیاسی، ثقافتی، معاشی اور معاشرتی حقوق کی حفاظت کر سکے۔ جہاں تک ان کا اپنا تعلق ہے تو انہوں نے انہیں اپنے اس گہرے احساس کا یقین دلایا کہ پاکستان کے حصول میں جتنا حصہ ان لوگوں کا ہے جو اس کے ثمرات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اتنا ہی ان تمام ہندوستانی مسلمانوں کا ہے جن کا خون پسینہ اس میں شامل ہے۔ پاکستان ہر ممکن طریقے سے ان سب کی مدد کرے گا۔

ایک رکن نے مداخلت کرتے ہوئے قائداعظم سے پوچھا کہ آیا وہ آزمائش کی اس گھڑی ایک بار پھر ہندوستانی مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کیلئے تیار ہیں؟

قائداعظم نے جواب دیا کہ اگر کونسل ایسی تجویز کے حق میں فیصلہ دے تو وہ اس کیلئے بالکل آمادہ ہیں۔ انہوں نے اپنے اس بیان کا ذکر کیا جو انہوں نے مسلم قوم کے مطلوبہ ہدف حصولِ پاکستان کے وقت دیا تھا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اب سبکدوشی اور گوشہ نشینی کی زندگی گذاریں۔ لیکن اگر انہیں پکارا گیا تو وہ پاکستان کو چھوڑ کر ہندوستان کے مسلمانوں کی مشکلات میں حصہ لینے اور ان کی قیادت کرنے کیلئے بالکل تیار ہیں۔

مسٹر جناح نے پھر کونسل سے خطاب کرتے ہوئے کہا ''یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ پاکستان اسلامی نظریات پر مبنی ایک مسلم مملکت ہوگی۔ یہ کوئی پاپائیت نہیں ہوگی۔ جہاں تک شہریت کا تعلق ہے تو اسلام میں کسی کو کسی پر برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہے۔ تمام دنیا حتیٰ کہ اقوامِ متحدہ نے بھی پاکستان کو ایک مسلم ملک قرار دیا ہے۔



رہے ہیں تو آپ ختم ہو جائیں گے اگر آپ لیگ کی بساط کو لپیٹنا چاہتے ہیں تو آپ ایسا کر سکتے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ ایک بہت بڑی غلطی ہوگی۔ مَیں جانتا ہوں کہ اس کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ مولانا آزاد اور دوسرے حضرات یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی شناخت ختم کر دی جائے۔ اس کی اجازت نہ دیجئے۔ یہ مت کیجیے۔'' ڈیلی گزٹ، ۱۶ دسمبر ۱۹۴۷ء

ا۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۷۳ کا انیکس ۴

۸.۱۰

رابرٹ اسٹمسن (Robert Stimson) کا محمد علی جناح سے انٹرویو[1]

۱۹ دسمبر ۱۹۴۷ء

گورنر جنرل پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے نامہ نگار بی بی سی رابرٹ اسٹمسن سے ایک انٹرویو کے دوران فرمایا کہ اقوامِ متحدہ کے تقسیمِ فلسطین کے غیر منصفانہ اور ظالمانہ فیصلے نے برصغیر کے مسلمانوں کو اس کی شدید مذمت کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا ''برصغیر کے مسلمان بدیہی طور پر امریکہ یا کسی اور ملک کو ناراض کرنا نہیں چاہتے لیکن ہمارا احساسِ انصاف اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ جہاں تک بن پڑے ہم ہر طریقے سے فلسطین میں عرب مقاصد کی حمایت کریں۔''

قائداعظم نے فرمایا کہ ان کے خیال میں یہ افسوس ناک بات ہے کہ برطانیہ میں مَلِک معظّم کی حکومت نے مسئلہ فلسطین کا منصفانہ اور آبرومندانہ حل تلاش کرنے میں زیادہ عزم کے ساتھ کوششیں نہیں کیں۔ انہوں نے فرمایا ''ملک معظّم کی حکومت زیادہ مستقل مزاجی سے اقوامِ متحدہ کے مقابلے میں زیادہ کامیابی حاصل کر سکتی تھی''۔

برطانیہ اور پاکستان کے درمیان مستقبل میں تعلقات پر گفتگو کرتے ہوئے قائداعظم

نے کہا ''مجلسِ دستور ساز پاکستان اس امر کا فیصلہ کرے گی کہ پاکستان کو دولتِ مشترکہ میں شامل رہنا چاہئے یا نہیں۔ تاہم ذاتی طور پر مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان باہمی مفاد کی خاطر بہ رضا و رغبت دولتِ مشترکہ کی رکنیت برقرار رکھنے کیلئے تیار ہوگا اور برطانیہ کو ایک سینئر رکن کی حیثیت سے اپنی عظیم اخلاقی ذمّہ داریوں کو نبھانا پڑے گا۔ فی الوقت مَیں محسوس کرتا ہوں کہ برطانیہ پاکستان کیساتھ بے اعتنائی کا سلوک کر رہا ہے۔ مجھے بدرجہ اتم احساس ہے کہ برطانیہ کو کسی مملکت کے معاملات میں مداخلت کا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ہی برطانیہ اور دیگر ممالک اس حیثیت میں تو ہیں کہ وہ اخلاقی طور پر قائل کر کے دولتِ مشترکہ کے اراکین کے مابین اختلاف دور کرنے میں مدد کر سکیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ شاہ برطانیہ کی حکومت ابھی تک اس ضمن میں اپنی ذمّہ داری پوری کرنے میں پہلو تہی کرتی رہی ہے۔

مسئلہ کشمیر کے سوال پر قائداعظم نے فرمایا کہ یہ ایک سنگین معاملہ ہے اور وہ اس مرحلے پر کوئی بیان دینے سے احتراز کریں گے کیونکہ اس وقت وزیرِ اعظم ہندوستان اور وزیرِ اعظم پاکستان کے درمیان گفت وشنید ہو رہی ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اس فیصلے کا حوالہ دیتے ہوئے کہ تنظیم کو پاکستان اور ہندوستان کی علیحدہ علیحدہ مسلم لیگوں میں تقسیم کر دیا جائے قائداعظم نے فرمایا ''۱۵ اگست سے پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان بالکل مختلف نوعیت کے مسائل سے دوچار ہوئے اور اب بھی ہیں۔ اس بارے میں کوئی نزاع نہیں ہے۔ لہٰذا درست بات یہ ہوگی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی آزاد حکمتِ عملی مرتب کرنے کا اختیار حاصل ہو۔'' قائداعظم نے مزید کہا کہ یہ نہ صرف نامناسب بلکہ ناقابل عمل ہوگا کہ مسلمانوں کی ایک ہی تنظیم دو مملکتوں میں کام کرے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آیا پاکستان مسلم لیگ بالآخر ایک قومی تنظیم بن جائے گی اور اس کے دروازے دوسرے مذہبی فرقوں کے لئے بھی کھل جائیں گے تو قائداعظم نے فرمایا ''اس نوعیت کی قومی تنظیم کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ پاکستان کے مسلمانوں کی رائے عامہ ابھی اس کے

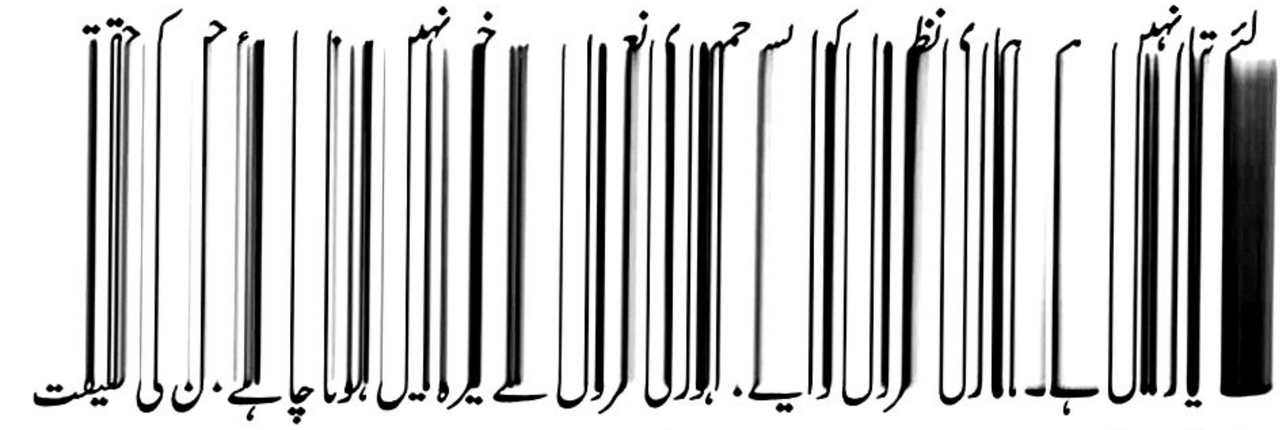

میں کوئی بنیاد نہیں مسلمانوں نے ابھی ابھی اپنا مسلم وطن حاصل کیا ہے اور ابھی انہیں ایسا ڈھانچہ تعمیر کرنا ہے جو آنے والے حالات اور کیفیات کے لئے موزوں ہو۔ لیکن پاکستان میں خالصتاً مسلم جماعت بنانے کا فیصلہ ناقابلِ تنسیخ بھی نہیں۔ اسے بدلتے ہوئے حالات کی مناسبت سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ سیاست میں کوئی چیز جامد نہیں ہوتی۔ اس کا تمام تر انحصار ہماری ترقی کی نوعیت اور آئندہ کے حالات پر ہے۔''

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۹۹

۸.۱۱

پاکستان بوائے اسکاؤٹس کے نام محمد علی جناح کا پیغام[۱]

۲۲ دسمبر ۱۹۴۷ء

نوجوانوں کے کردار کی تشکیل میں اسکاؤٹنگ کی سرگرمیاں بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں جن سے ان کی جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما فروغ پاکر انہیں زیادہ منظّم و مضبوط، کارآمد اور اچھا شہری بناتی ہے۔

اگر اس تحریک کا اصل مقصد حاصل کرنا ہے تو اسکاؤٹس کو چاہئے کہ وہ اسکاؤٹ کے اصولوں کو زبانی جمع خرچ تک محدود نہ رکھیں بلکہ انہیں اپنے دلوں میں راسخ کرلیں اور یہ خیال نہ کریں کہ اسکاؤٹ تحریک نمائش کیلئے وردیوں، گلوبندوں اور تمغوں تک محدود ہے۔ ہم ایک ایسی دنیا میں زندگی گذار رہے ہیں جو بہر طور کامل نہیں۔ بدقسمتی سے تہذیب کی ترقی کے باوجود جنگل کا قانون ابھی تک رائج ہے۔ جس کی لاٹھی اسکی بھینس کو برحق سمجھا جاتا ہے اور طاقتور کمزور کا استحصال کرنے سے چوکتا نہیں۔ ذاتی ترقی، حرص اور اقتدار کی ہوس افراد اور اقوام کے طرزِ عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر ہم ایک محفوظ تر، پاکیزہ تر اور مسرور تر دنیا کی تعمیر کرنا

چاہتے ہیں تو ہمیں اس کی ابتداء فرد سے کرنی ہوگی۔ اسے کم سنی میں قابو کریں اور اسکاؤٹ کے یہ رہنما اصول اس کے ذہن نشین کرا دیں کہ ذات پر مقدم فرض ہے اور فکر، قول اور عمل میں پاکیزگی ہونا چاہئے۔ اگر ہمارے نوجوان سب سے دوستی کرنا سیکھیں، دوسرے لوگوں کی مدد کیلئے ہر وقت آمادہ رہیں، اپنے ذاتی مفاد کو دوسروں کی بہبود کے تابع کریں اور فکر، قول اور عمل کے تشدّد سے گریز کریں تو مَیں پُر امید ہوں کہ نہ صرف عالمگیر برادری ممکن ہے بلکہ ہماری دسترس میں بھی ہے۔ سفر بخیر

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۳۰۸

۹
مسلم لیگ کی تنظیمِ نو

۹.۱
آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کی روداد[۱]

کراچی

۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء

قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں ۱۴ اور ۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو خالق دیناہال کراچی میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس منعقد ہوا۔

پہلی نشست منعقدہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء

اجلاس کا آغاز تلاوتِ قرآنِ پاک سے ہوا۔ تلاوت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی نے کی۔

۲۔ بعدازاں قائداعظم نے کونسل سے خطاب کیا۔ ان کی تقریر کے چیدہ چیدہ نکات یہ تھے:

۱۔ پچھلے چھ ماہ کے دوران برصغیر کی سیاست میں جو اہم تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔

۲۔ مسلمانانِ ہند کا حصولِ پاکستان ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

۳۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کا شاندار کردار

۴۔ آل انڈیا مسلم لیگ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سودمندی اور ضرورت

۵۔ ہندوستان میں ایک مسلم ادارے کی موجودگی بہت مناسب ہوگی۔

پچھلے چھ ماہ میں مسلمان جس کشت وخون اور عالمگیر تباہی سے گذرے ہیں وہ انتہائی افسوسناک ہے لیکن انتقام لینے اور بدلہ اتارنے کیلئے کوئی جنگ شروع نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بات غیر اسلامی ہے۔ امید ہے کہ حالات بتدریج بہتر ہو جائیں گے۔

۳۔ عزت مآب سردار عبدالرب نشتر نے قائداعظم کی تقریر کا اُردو میں مختصر ترجمہ پیش کیا۔

۴۔ عزت مآب لیاقت علی خاں نے آل انڈیا مسلم لیگ کی دو حصوں میں تقسیم سے متعلق قرارداد نمبر ۳/۲ پیش کی۔

۵۔ عزت مآب عبدالرب نشتر نے قرارداد کی تائید کی۔

۶۔ مسٹر احمد اشرف (یو پی) نے اعتراض کیا کہ قرارداد غیر آئینی ہے کیونکہ کونسل کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے دستور میں کوئی تبدیلی کر سکے۔

۷۔ صدر نے صورتِ حال کی وضاحت کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ قرارداد غیر آئینی نہیں ہے اور یہ کہ کونسل کو اس کی منظوری کا اختیار ہے۔

۸۔ مولانا جمال میاں نے تجویز پیش کی کہ قرارداد کی دسویں سطر سے لفظ ''مسلم'' خارج کر دیا جائے۔

عزت مآب لیاقت علی خاں اور قائداعظم کے چند تبصروں کے بعد اجلاس دوسرے دن صبح ساڑھے دس بجے تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔

دوسری نشست منعقدہ ۱۵ دسمبر ۱۹۴۷ء

اجلاس کی ابتداء قرآن پاک کی تلاوت سے ہوئی۔ تلاوت مولانا عبدالحامد بدایونی نے کی۔

۱۔ قائداعظم نے ایک مختصر تقریر کی۔

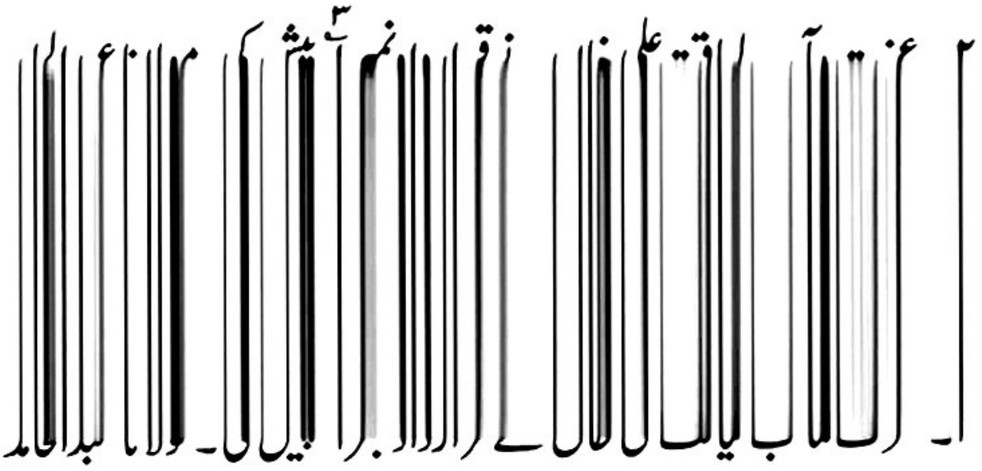

نے قرارداد کی تائید کی۔ چند ترامیم تجویز کی گئیں جنہیں محرک نے قبول کیا۔ قرارداد کی حمایت میں محمد اسماعیل ذبیح صاحب نے اظہارِ خیال کیا۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

۳۔ عزت مآب لیاقت علی خاں نے قرارداد نمبر ۲ پیش کی۔ عزت مآب عبدالرّب نشتر نے قرارداد کی حمایت کی۔ قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

۴۔ قرارداد نمبر ۳ پر گفتگو دوبارہ شروع ہوئی۔ قائداعظم نے ایک مختصر تقریر میں مولانا جمال میاں کی ترمیم پر رائے زنی کی مولانا جمال میاں نے اپنی ترمیم واپس لے لی۔ نواب ممدوٹ نے قرارداد کی شق ۵ میں ترمیم کی تجویز پیش کی۔ عزت مآب لیاقت علی خاں نے چند اور ترامیم پڑھ کر سنائیں جو مختلف ارکان نے تجویز کی تھیں۔ مسٹر حسین امام نے ایک ترمیم پیش کی جو کوئی موئید نہ ہونے کی وجہ سے بے نتیجہ رہی۔ قائداعظم نے قرارداد کی اہمیت اور مضمرات کے بارے میں مزید وضاحت کی۔

عزت مآب عبدالرب نشتر نے قائداعظم کی آراء اُردو میں پیش کیں۔ مسٹر سہروردی نے اس بات پر قرارداد کی مخالفت کی کہ جب تک اقلیتوں کا مسئلہ قراردادِ لاہور کے مطابق طے نہ پائے مسلم لیگ کو پاکستان اور ہندوستان کی مسلم لیگ کے دو حصوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ میاں افتخار الدین نے بھی لیگ کی تقسیم کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ جب تک قرارداد لاہور کے مقاصد مکمل طور پر حاصل نہیں ہوتے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں ہے۔ عزت مآب عبدالرّب نشتر نے قرارداد کی حمایت میں بیان دیا۔ مسٹر غیاث الدین نے بھی قرارداد کی حمایت کی۔ پھر عزت مآب لیاقت علی خاں نے مسٹر سہروردی اور میاں افتخار الدین کے اٹھائے ہوئے نکات پر تبصرہ کیا۔

۶۔قرارداد پر رائے شماری کرائی گئی جسے غالب اکثریت سے منظور کرلیا گیا۔صرف پانچ ارکان نے مخالفت کی۔اجلاس دوپہر دو بجے ختم ہوا۔

۱۔جناح پیپرز جلد ششم۔دستاویز نمبر۲۷۳

۲۔ضمیمہ۳

۳۔ضمیمہ۱

۴۔ضمیمہ۲

۹.۱ کا ضمیمہ ۱

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں منظور کی گئی قراردادیں

کراچی

۱۵دسمبر۱۹۴۷ء

قرارداد نمبر۱

الف۔آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے اسی سال ۹ جون کو نئی دہلی میں اپنی پچھلی میٹنگ کے بعد کے حالات اور برصغیر ہند کے مختلف حصوں میں ہونے والے واقعات کا جائزہ لیا اور وسیع پیمانے پر منظّم تشدّد اور بربریت کی کارروائیوں پر اپنے شدید رنج والم کو ضبط تحریر میں لایا گیا۔ان افسوسناک واقعات میں لاکھوں بے گناہ لوگوں کی جانیں ضائع ہوئیں، کثیر املاک تباہ ہوئیں، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی اور اسکے نتیجے میں لاکھوں انسانوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر انتہائی محرومی کے دن گزارنے پڑے۔کونسل ہندوستان میں مسلم اقلیت کے خلاف بڑھتی ہوئی فرقہ وارانہ دشمنی کو انتہائی تشویش کی نظر سے دیکھتی ہے۔کانگریس کے متواتر اعلانات کے باوجود کہ اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ سلوک کیا جائے گا اور ان کے حقوق اور مفادات کا مکمل تحفّظ کیا جائے گا مسلمانوں کی جانیں اور املاک اسی طرح غیر محفوظ ہیں اور ملک کے کئی حصوں میں ان کی تجارت، ان کا کاروبار

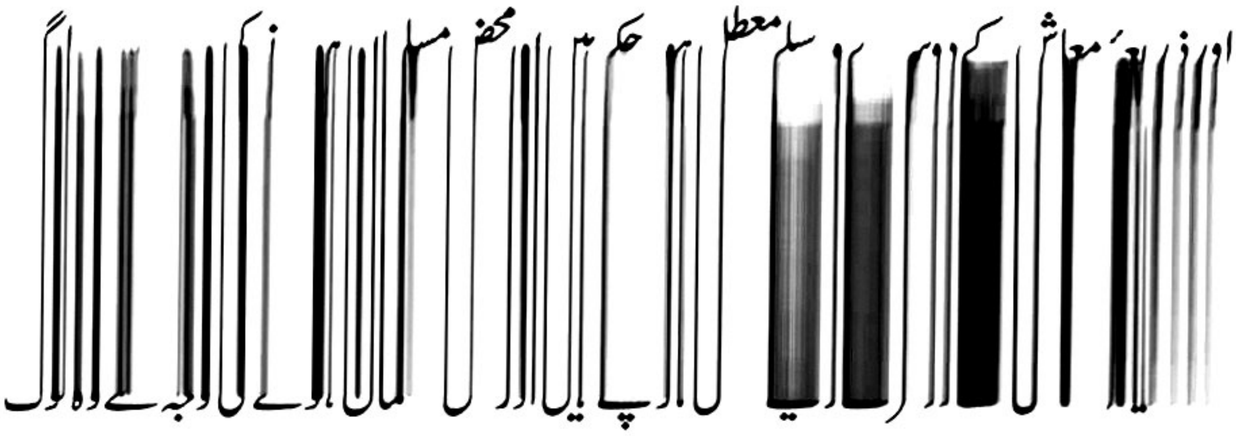

مختلف مجبوریوں کا شکار ہیں۔ کونسل نے اس بات پر بھی گہرے افسوس کا اظہار کیا کہ ہر چند ہندوستان کی تقسیم ایک معاہدے کی بنیاد پر ہوئی تھی جسے کانگریس اور مسلم لیگ نے منظور کیا تھا اور ہر چند کہ ان دو سیاسی جماعتوں کو قانون آزادیٔ ہند میں تسلیم کیا گیا تھا اور انتقالِ اقتدار کے مقاصد کیلئے انہیں برطانیہ کے جانشین مختار کے طور پر نامزد کیا گیا تھا لیکن ہندوستان کے بعض بااثر حلقے جس میں ذمّہ دار عہدوں پر فائز کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں اس معاہدے کی روح کے خلاف عمل کر رہے ہیں اور ہندوستان کی مسلم اقلیت پر بے وفائی کا الزام لگا رہے ہیں کیونکہ انہوں نے ایک طولانی سیاسی مسئلے کے حل کی حمایت کی تھی جس کو کانگریس نے بھی بالآخر حتمی طور پر قبول کیا تھا اور اسکی توثیق کی تھی۔ حالانکہ مسلمانوں کے نمائندہ رہنماؤں نے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے اندر اور باہر بھی غیر مشروط اعلانات کئے تھے اور یقین دلایا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے خود کو اس ملک سے مکمل طور پر وابستہ کر لیا ہے جہاں انہیں رہنا ہے اور جس کے وہ قدرتی شہری ہوتے ہوئے تمام حقوق اور ذمّہ داریوں کے پابند ہیں جو اس قسم کی شہریت کے لوازم ہیں۔ یہ کونسل اس امر پر سخت مذمت اور تاسف کا اظہار کرتی ہے کہ قائداعظم اور مسلم لیگ کے نجی اور علانیہ امتناعی احکامات کے باوجود کہ اقلیتوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے پاکستان کے بعض حصوں میں بدقسمتی سے تشدّد کے واقعات رونما ہوئے جن سے غیر مسلم اقلیتوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا اور ساتھ ہی اس اطمینان کا اظہار کرتی ہے کہ متعلقہ حکومت کے بروقت اور سخت اقدامات سے انہیں فرو کر دیا گیا اور ان پر قابو پا لیا گیا۔ کونسل ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں کو یاد دلانا چاہتی ہے کہ انہوں نے مشترکہ طور پر اپنی اپنی اقلیتوں کو غیر مشروط یقین دہانی کرائی تھی کہ ان کے جان و مال کو مکمل تحفّظ ملے گا اور ان کے حقوق اور مفادات کی ضمانت ہوگی۔ کونسل ہندوستان اور پاکستان کی حکومتوں اور متعلقہ حکام کو تاکید کرتی ہے کہ اقلیتوں سے کئے گئے وعدوں پر خلوصِ دل سے عمل کیا جائے۔ کونسل کو امید ہے کہ دونوں حکومتیں اس بارے میں اپنی ذمّہ داری کا احساس کریں گی اور مشترکہ غور و فکر کے بعد ایک ایسا منشور تیار کریں گی جس کے تحت دونوں ملکوں میں اقلیتیں باعزت

زندگی گزار سکیں۔کونسل کو یہ امید بھی ہے کہ دونوں حکومتوں کے درمیان ایسے معاہدے اور سمجھوتے طے پائیں گے جن سے دونوں مملکتوں کے مابین دوستانہ تعلقات کو فروغ اور استحکام مل سکے۔آخر میں کونسل ان تمام افراد سے اپنی گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے جنہوں نے فرقہ وارانہ ہنگاموں میں اذیتیں اٹھائی ہیں اور سوگوار لوگوں سے دلی تعزیت کرتی ہے اور ان بے شمار گمنام لوگوں کو عقیدت کے پھول پیش کرتی ہے جنہوں نے قوم کے مقصد کیلئے انتہائی بہادری اور ثابت قدمی سے عظیم قربانیاں دی ہیں۔

ب۔اس اجلاس میں آل انڈیا مسلم لیگ اجمیر میں وسیع پیمانے پر عرصے سے ہونے والے پُر تشدّد واقعات پر اپنی گہری تشویش اور رنج والم قلم بند کرتی ہے۔اجمیر کی ''درگاہ شریف'' سے مسلمانوں کی تنظیم اور عقیدت کے پیشِ نظر یہ کونسل حکومتِ ہندوستان کو تاکید کرتی ہے کہ وہ ''درگاہ شریف'' اور اس مقدس شہر کے باسیوں کی عزت، جان و مال کی حفاظت کو یقینی بنائے۔ کونسل حکومتِ ہندوستان کو مزید تاکید کرتی ہے کہ وہ مسجدوں، امام بارگاہوں، مقدس روضوں، مزاروں اور ہندوستان میں دوسرے متبرک مقامات کی حفاظت کیلئے مؤثر اقدامات کرے اور یہ بھی دیکھے کہ ایسے تمام مقامات کو جن کی بے حرمتی اور پامالی کی گئی ہے انہیں فوراً بحال کر کے اصلی شکل میں لایا جائے اور ان کی آئندہ حفاظت کیلئے مؤثر انتظامات کئے جائیں۔

۹.۱ کا ضمیمہ ۲
قرارداد نمبر ۲

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے جس انداز سے بین الاقوامی انصاف اور عربوں کے حقوق کی تحقیر کی ہے اور متحدہ عرب مزاحمت اور پوری مسلم دنیا کی مخالفت اور دیگر ممالک کے مخالفانہ ووٹ اور مخالفت کے باوجود فلسطین کیلئے اقوامِ متحدہ کی خصوصی کمیٹی کی غیر منصفانہ سفارش کی جس طرح منظوری دی ہے اس پر آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اپنے انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتی ہے۔اقوامِ متحدہ کی اس کارروائی سے اور جن حالات میں متعدد ارکان کے ووٹ ناجائز دباؤ

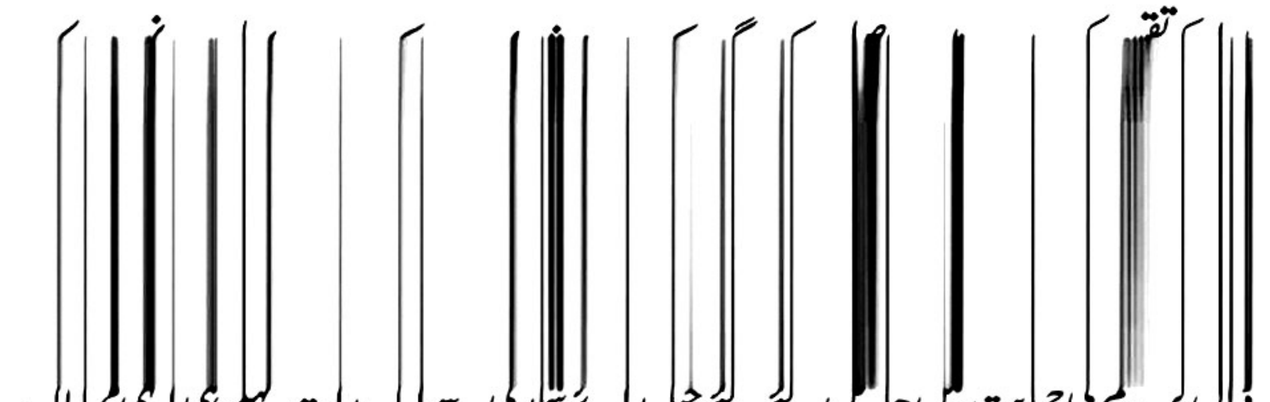

ڈال کر تقسیم کی حمایت میں حاصل کئے گئے جبکہ رائے شماری سے ایک رات پہلے ہی اہل کتاب ممالک کے نمائندوں نے جنرل اسمبلی میں تقسیم کی علانیہ مخالفت کی تھی، پوری دنیا میں اور خصوصاً چھوٹے ملکوں کے لوگوں میں اقوام متحدہ کے منشور کا واجب الاحترام اور واجب التعمیل ہونا ایسے وقت میں متزلزل ہو گیا جبکہ بنی نوع انسان کی امیدیں ایک بہتر اور عادلانہ دنیا کیلئے فروغ پا رہی تھیں۔ کونسل محسوس کرتی ہے کہ ایک ایسا فیصلہ جو فاسد حالات میں اپنایا گیا ہے اس کی پابندی فلسطین کے عربوں یا عربوں اور مسلم دنیا پر لازم نہیں ہے۔ لہٰذا عرب لیگ نے اسے قبول نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے کونسل اس کی حمایت کرتی ہے۔ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کی جانب سے کونسل فلسطین کے عربوں کو حوصلہ اور امید کا ایک پیغام ایسے وقت بھیج رہی ہے جبکہ وہ صیہونی جارحیت اور ان کی راہ میں حائل دیگر مشکلات کے خلاف اپنے ملک کے دفاع کی جدوجہد شروع کرنے والے ہیں اور کونسل عربوں کو یقین دلاتی ہے کہ اپنے سنگین داخلی مسائل میں منہمک ہونے کے باوجود برصغیر ہند کے مسلمان فلسطین میں عربوں کی آرزوؤں کی تکمیل اور فلسطین کی آزادی اور وحدت کیلئے، جو نہ صرف عربوں بلکہ مسلم دنیا کا ایک تشویش ناک مسئلہ ہے، ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار ہیں۔

۹.۱ کا ضمیمہ ۳

قرارداد نمبر ۳

آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اپنا خاص مقصد حاصل ہونے پر یعنی پاکستان کے قیام پر بہت اطمینان کا اظہار کرتی ہے اور برصغیر ہند کے مسلمانوں نے اپنے قومی مقصد کے حصول کے لئے جو قربانیاں دی ہیں انہیں مبارکباد پیش کرتی ہے۔ کونسل کو اعتماد ہے کہ مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کی اعلیٰ رہنمائی میں ایک آزاد اور خودمختار ملک کے قیام کیلئے جو بے مثال جدوجہد کی ہے اور سب سے بڑے مسلم ملک اور دنیا کے پانچویں بڑے ملک کو وجود میں لانے کی جو کامیابی حاصل کی ہے وہ تاریخ میں موجودہ دور کا نمایاں ترین واقعہ شمار ہوگا۔ کونسل اب پاکستان کے تمام

مسلمانوں اور ملک کے دوسرے وفادار شہریوں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ اس نوزائیدہ ملک کی تعمیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں تا کہ یہ ملک کم سے کم وقت میں ایک ایسے مثالی جمہوری ملک کے طور پر اقوامِ عالم کی برادری میں ایک باعزت مقام حاصل کر سکے جو سماجی انصاف اور اسلام کے نصب العین کے مطابق انسانی حریت اور عالمی امن کی بنیاد پر قائم ہے اور جو ایک ایسا ملک بنے گا جس کے بازو مضبوط ہوں گے اور وہ اخلاقی اور مادی دولت سے مالا مال ہوگا جہاں اس کے تمام شہری مساوی حقوق سے استفادہ کریں گے اور خوف، احتیاج اور جہالت سے آزاد ہوں گے۔

اب جبکہ آل انڈیا مسلم لیگ کا اصل مقصد حاصل ہو چکا ہے اور ہندوستان دو آزاد اور خودمختار ملکوں میں تقسیم ہو چکا ہے لہٰذا آل انڈیا مسلم لیگ تنظیم کے قالب میں اور اسکے مقاصد اور حکمتِ عملی میں بعض تبدیلیاں ناگزیر ہو گئی ہیں۔ یہ واضح ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے اب ایک جیسی سیاسی جماعت نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا کونسل نے طے کیا:

(الف)۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی جگہ پاکستان اور ہندوستان کیلئے علیحدہ علیحدہ مسلم لیگ تنظیمیں ہوں گی۔

(ب)۔ کہ پاکستان مسلم لیگ کونسل ان تمام افراد پر مشتمل ہوگی جو بالعموم پاکستانی علاقوں میں سکونت پذیر ہیں یا ان میں آباد ہو گئے ہیں اور پاکستان دستور ساز اسمبلی کے تمام مسلم ارکان جو مسلم لیگ کے ابتدائی رکن ہیں۔

(ج)۔ کہ انڈین یونین مسلم لیگ کونسل ان تمام افراد پر مشتمل ہوگی جو بالعموم انڈین یونین کے علاقوں میں سکونت پذیر ہیں یا ان میں آباد ہو گئے ہیں اور انڈین یونین دستور ساز اسمبلی کے تمام مسلم ارکان جو مسلم لیگ کے ابتدائی رکن ہیں۔

(د)۔ کہ پاکستان مسلم لیگ اور انڈین یونین مسلم لیگ کیلئے ایک ایک کنوینر اس ہدایت کے ساتھ مقرر کیا جائے گا کہ اوپر وضاحت شدہ دونوں کونسلوں

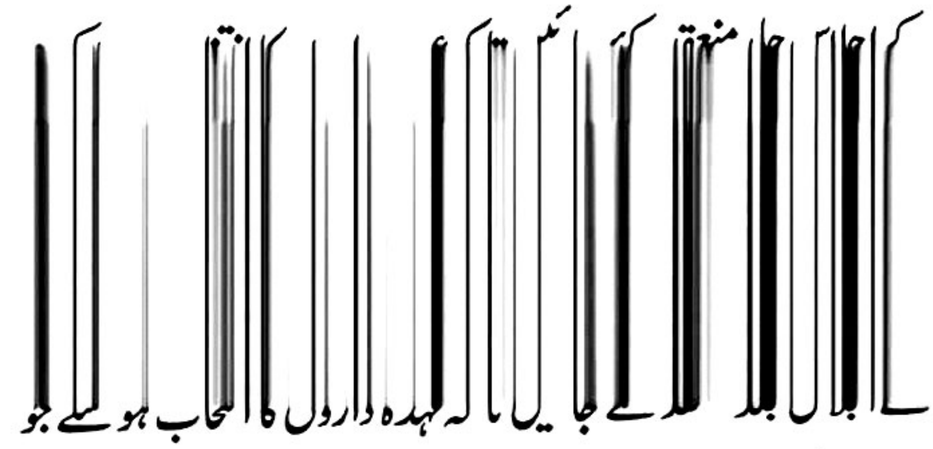

دستور بنائیں گے اور اس فیصلے کے نتیجے میں پیش آنے والے کام انجام دیں گے۔

(ہ)۔ کہ متعلقہ کونسلوں کیلئے حسبِ ذیل کنوینر منتخب کئے جائیں گے:

الف۔ پاکستان مسلم لیگ کے لئے عزت مآب لیاقت علی خاں

ب۔ انڈین یونین مسلم لیگ کیلئے مسٹر محمد اسماعیل جو مدراس صوبائی مسلم لیگ کے صدر ہیں۔

(و)۔ کہ پاکستان مسلم لیگ کا اجلاس کراچی میں اور انڈین یونین مسلم لیگ کا اجلاس مدراس میں منعقد ہوگا۔

۲۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام ابتدائی ارکان جو بالعموم پاکستان میں سکونت پذیر ہیں یا یہاں آباد ہو گئے ہیں وہ خود بخود پاکستان مسلم لیگ کے باقاعدہ ارکان بن جائیں گے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام ارکان جو بالعموم ہندوستان میں مکین ہیں یا وہاں آباد ہو گئے ہیں وہ خود بخود انڈین یونین مسلم لیگ کے باقاعدہ ارکان بن جائیں گے۔

۳۔ کہ جب پاکستان مسلم لیگ اور انڈین یونین مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہوں گے تو ہر ایک کونسل اپنے نمائندے منتخب کرے گی جن کی تعداد تین سے زیادہ نہیں ہوگی اور یہ نمائندے اس وقتی کمیٹی کے ارکان بنیں گے جس کا کام یہ ہوگا کہ آل انڈیا مسلم لیگ کے اثاثوں اور واجبات کو کس طرح پاکستان مسلم لیگ اور انڈین یونین مسلم لیگ کے درمیان منصفانہ طور پر تقسیم کیا جائے۔ وقتی کمیٹی میں اختلافِ رائے کی صورت میں متنازعہ مسائل کا تصفیہ بالآخر قائداعظم کریں گے۔

۴۔ کہ کونسل کی رکنیت کے سلسلے میں اگر کوئی نزاع پیدا ہو جائے تو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے موجودہ رکن کا یہ تحریری اقرار نامہ قطعی تسلیم کیا جائے گا کہ وہ پاکستان یا ہندوستان میں بالعموم سکونت پذیر ہے یا آباد ہو گیا ہے۔

۵۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا موجودہ مرکزی پارلیمانی بورڈ اس وقت تک اپنے فرائض مسلم لیگ کے آئین اور قواعد وضوابط کے مطابق انجام دیتا رہے گا جب تک پاکستان مسلم لیگ کا اجلاس منعقد نہ ہو جائے اور جب تک انڈین یونین مسلم لیگ کونسل کا اجلاس منعقد نہ ہو جائے اس وقت تک انڈین یونین مسلم لیگ تنظیم کی صورتِ حال بھی یہی رہے گی۔

۹.۲

اختتام اور ابتداء[۱]

۱۷ دسمبر ۱۹۴۷ء

اہم واقعات سے بھرپور اکتالیس سال گذارنے کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ ایک ملک میں بسنے والی ایک قوم کی واحد جماعت کے طور پر بالآخر ختم ہو رہی ہے۔ یہ ایک متوقع فیصلہ تھا اور خود لیگ کے مقاصد کی تکمیل کا لازمی نتیجہ تھا۔ اس ماجرے کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ۱۹۴۰ء کی قراردادِ لاہور میں ہندوستان کو تقسیم کر کے ایک علیحدہ خودمختار ملک کا جو مطالبہ کیا گیا تھا یہ اس کی پس نوشت ہے۔ ''آل انڈیا'' لیگ اب موجود نہیں لیکن دو لیگیں وجود میں آ گئی ہیں جو ایک دوسرے سے آزاد ہیں اور نہ صرف اپنے نئے رہنما منتخب کرنے میں بلکہ اپنے اپنے نئے ملکوں میں نئے حالات کے تقاضوں کے مطابق نئی پالیسی اور نئے پروگرام بنانے میں بھی آزاد ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو رہنمائی کیلئے اپنے ملک سے باہر دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے اور ان کی قسمت نے جس ملک سے انہیں وابستہ کر دیا ہے اسی کی سرحدوں کے اندر انہیں اپنی نجات ڈھونڈنی ہے۔ بہت جلد مدراس میں انڈین یونین مسلم لیگ کا اجلاس ہوگا اور یہ نئی جماعت اپنا کام شروع کر دے گی۔ پاکستان کے مسلمان ان کی کامیابی کیلئے دعا گو بھی ہیں اور ان کی پیش رفت کو امید وبیم کی نظروں سے دیکھتے بھی ہیں کیونکہ ہندوستان کے افق پر فرقہ واریت کے سیاہ

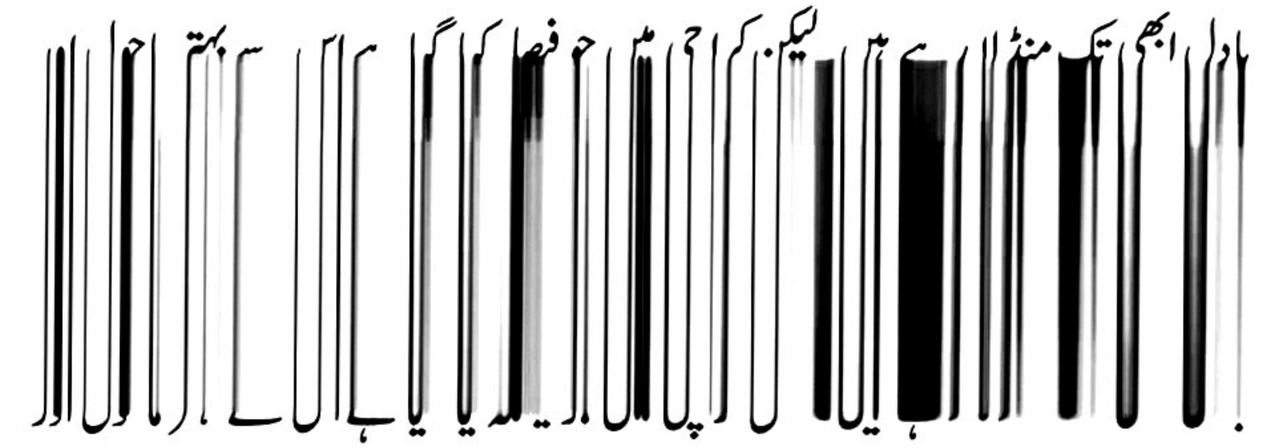

مفاہمت کی فضا قائم ہونے میں مدد ملے گی۔

پرانے رہنماؤں کی جگہ جب نئے رہنما ابھر کر آئیں گے تو وہ مسلمانوں کی صفوں کو درست کرنے اور ان کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرنے کے قابل ہوں گے۔ یہ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے وقت کا تقاضا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو اس وقت شکست خوردگی سے نبرد آزما ہونا اور مستقبل کا سامنا اعتماد کے ساتھ کرنا ہوگا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد تو اس وقت بھی دنیا کے کئی آزاد ملکوں کی آبادی سے کہیں زیادہ ہے۔ ان سے چھوٹی اقلیتیں بھی چاہیں تو تمام مشکلات کے باوجود اپنے مقام پر جمی رہ سکتی ہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ (۱) ان کا ضمیر اپنے کثیر التعداد ہم وطنوں کے بارے میں صاف ہو۔ (۲) وہ اپنے اصولوں پر ثابت قدم رہیں۔ (۳) اور متحد رہیں۔ پہلا عامل پہلے ہی موجود ہے۔ بے اعتماد لوگ جو چاہیں کہیں ہندوستان کے مسلمانوں نے خلوصِ دل سے اپنی شناخت اپنے ملک کے ساتھ کر لی ہے۔ اب ان کا وطن ہندوستان ہے نہ کہ پاکستان۔ کراچی کے فیصلے نے آخری سرسری سا تعلق بھی توڑ لیا ہے۔ اس نئی لیگ کا یہ کام ہے کہ وہ دوسرے اور تیسرے عوامل کو مضبوط کریں۔ اگر انہوں نے یہ کام احسن طریقے سے کیا تو ہندوستان کے چار کروڑ مسلمان وقت کے ساتھ ساتھ اپنے ملک کے امور میں جائز مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ انتشار کی راہ پر چلیں یا مرعوب ذہنیت اختیار کر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ان کی مدد نہیں کر سکتی۔

پاکستان میں لیگ اپنی نئی ہیئت میں ایک قومی جماعت کی حیثیت سے کام کرتی رہے گی اور فی الحال اسے مکمل طور پر ختم کرنا نادانی ہوگی۔ اس نقطۂ نظر کے حق میں بھی بہت کچھ کہا جا سکتا ہے کہ جس پر پچھلے دنوں رائے زنی ہو رہی تھی کہ مسلم لیگ کی جگہ ایک غیر فرقہ وارانہ سیاسی جماعت بنانی چاہئے مگر اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسا قدم اٹھانے سے قومی تحریک کے زور میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ انڈین یونین مسلم لیگ بلاشبہ اپنے عزائم اور مقاصد میں اہم تبدیلیاں کرے گی اور اپنے ارکان کو راغب کرنے کے طریقوں میں ترمیم کرے گی۔ پاکستان

مسلم لیگ کواس قسم کی ترامیم کم ہی کرنا پڑینگی ۔قومی تحریک نے جب اپنا اصل مقصد یعنی ایک قومی ملک حاصل کرلیا تو اب اس توانائی کو ملک کی خدمات کی جانب موڑنا ہوگا۔قومی رہنماؤں کی اجتماعی دانش نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ صرف مسلمانوں کیلئے جنہوں نے پاکستان کیلئے اتنی زبردست قربانیاں دی ہیں ایک پلیٹ فارم قائم رکھنا پاکستان کی تعمیر میں قومی کوششوں کو ترغیب دینے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔ہم نے جو کچھ حاصل کیا ہے اسے مستحکم کرنے کیلئے قومی یکجہتی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کی یکجہتی صرف مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کے ذریعے ہی برقرار رہ سکتی ہے کیونکہ مسلم لیگ ایک عوامی جماعت بن چکی ہے۔ایک نیا پلیٹ فارم قائم کرنے اورعوام کواس جانب مبذول کرنے میں وقت بھی لگے گا اور نئے سرے سے کافی محنت بھی کرنی پڑے گی۔اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے نہ تو وقت میسّر ہے اور نہ ہی خاطر خواہ محنت۔ لیکن ساتھ ہی ایسے لائق نوجوانوں کی تلاش بھی جاری رہنی چاہئے جو پرانے اراکین کے ساتھ مل کر کام کرسکیں اوراس قومی جماعت کیلئے خدمات انجام دینے کے مواقع بھی وسیع کئے جائیں۔یہ انتہائی افسوسناک بات ہوگی اگر تھوڑے لوگوں کی بہت زیادہ کام کرنے کی کوشش سے یہ نئی لیگ خواب زدگی کی حالت میں بے عمل ہوکر رہ جائے۔پاکستان مسلم لیگ کے دفتر کو آل انڈیا مسلم لیگ کے دفتر سے کہیں زیادہ منظّم کیا جائے اوراسے زیادہ مستعدی سے چلایا جائے۔یہ ایک معجزہ ہی تھا کہ اس قدر کم مرکزی منظّم کوششوں سے اتنی زیادہ کامیابی حاصل ہوگئی لیکن معجزوں کے تسلسل پر انحصار کرنا غیر دانشمندی ہوگی۔اصل دشواری موزوں اشخاص کی کمی ہے لیکن اسے عذر نہیں بنانا چاہئے۔اگر مسلمان ملک کو چلانے کیلئے افراد تلاش کر سکتے ہیں تو یقیناً اس ملک کی اولین سیاسی جماعت کو چلانے کیلئے بھی چند افراد ڈھونڈے جاسکتے ہیں۔

کونسل کی دوسری قراردادوں پر ہم تبصرہ بعد میں کریں گے لیکن یہ عظیم جماعت جس نے ۱۹۰۶ء میں معمولی رعایتوں کے مطالبے سے اپنی ابتداء کی تھی اور ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھ کر اپنا اختتام کیا ہے اس کا ادارتی کتبہ ختم کرتے ہوئے ہم قوم سے درخواست کرتے ہیں کہ اس معجزنما (مسیحا صفت) ہستی یعنی محمد علی جناح کی تعظیم میں ایک بار پھر جھک

جائیں جس نے لیگ کو ایک طاقتور جماعت بنایا اور بکھرے ہوئے فرقوں کو ایک متحد قوم میں تبدیل کر دیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ اپنی کوششوں اور کارناموں کی آب و تاب میں نظروں سے اوجھل ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قائداعظم جنہوں نے لیگ کو کامرانی کی منزل تک پہنچایا ہے اب اس کامیابی کے انعام کو مستحکم کرنے کیلئے طویل عرصے تک ہمارے درمیان موجود رہیں۔۔ڈان کا اداریہ، ۱۷ دسمبر ۱۹۴۷ء

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ دستاویز نمبر ۲۷۳ کا انیکس ۶

۱۰

پاکستان کی مالیات اور معاشیات پر رپورٹ[1]

از

آرچیبالڈ رولینڈز

(انتہائی خفیہ)

کراچی

۱۲ نومبر ۱۹۴۷ء

فہرست

۱۔ بچت کی صورتِ حال
۲۔ ذرائع اور وسائل کی صورت حال
۳۔ ادائیگیوں کا توازن
۴۔ تنظیم اور نظم و انصرام
۵۔ ہندوستان سے معاشی تعلقات

حصہ اوّل

تعارف

۱۔ ذیل میں دیے گئے نکات پر مَیں نے مختلف اوقات میں عزت مآب وزیرِ مالیات سے گفتگو کی ہے مگر میرے خیال میں جن نتائج پر میں پہنچا ہوں اور جو سفارشات مَیں دینا چاہتا ہوں انہیں اگر ایک ہی دستاویز میں دے دیا جائے تو مفید ہوگا۔

۲۔ مَیں جن نتائج پر پہنچا ہوں اور جو سفارشات میرے ذہن میں ہیں وہ متعدد دستاویزات کے مطالعے اور کئی افراد سے گفتگو اور خود میری اس ملک اور اس کی معیشت سے واقفیت پر مبنی ہیں۔ پاکستان میں اپنے مختصر قیام کے دوران مَیں ڈھاکہ (اور کلکتہ) اور

لاہور بھی گیا ہوں جہاں مَیں نے وزیر مالیات کی کانفرنس میں شرکت کی تھی اور پھر بمبئی حاکم
ریزرو اور امپیریل بنکوں کے ساتھ پٹ سن اور کپاس کی حالیہ فصلوں پر سرمایہ کاری کے متعلق چھان بین کی۔

۳۔ بنیادی طور پر اس رپورٹ کا تعلق مالیات اور معاشیات سے ہے تاہم مَیں نے نظم وانصرام اور تنظیم کے بارے میں بھی کچھ سفارشات پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ مَیں نے کوشش کی ہے کہ سیاسی شعبے میں غیر ضروری دخل اندازی نہ کروں لیکن چونکہ کئی مقامات پر سیاسی عناصر کی کڑیاں مالیاتی اور معاشی معاملات سے ملتی ہیں اس لئے سیاسی امور میں نہ پڑنے کی نیت پر پوری طرح عمل نہ کر سکا۔

بجٹ کی صورتِ حال

۴۔ اگلے چند برسوں میں سرکاری بجٹ کا معاملہ یقیناً دشوار ہوگا۔ جن علاقوں پر یہ ملک مشتمل ہے وہ غیر منقسم ہندوستان کے مرکزی محصولات میں ۱۰ فیصد سے زیادہ محصول جمع نہیں کراتے تھے جب کہ ان پر اخراجات کا تناسب اس سے کہیں زیادہ تھا۔ ان اخراجات کا بڑا حصہ دفاع اور قبائلی علاقوں میں چلا جاتا تھا۔ محکمۂ مالیات نے سرسری تخمینہ لگایا ہے کہ آئندہ پانچ برسوں میں آمدنی میں مجموعی طور پر ۱۱۰ (ایک ارب دس) کروڑ کا خسارہ ہوگا جبکہ اخراجات ۲۵۳ (دو ارب ترپن) کروڑ کے ہوں گے اور اس میں صوبوں کو دی جانے والی گرانٹس (نہ تو انکم ٹیکس کی تقسیم سے اور نہ ہی ترقیاتی کاموں کیلئے) شامل نہیں ہیں ماسواء ایک کروڑ سالانہ کے جو صوبۂ سرحد کو دیے جائیں گے۔ یہ خسارہ نسبتاً بہت زیادہ ہے لیکن اگر چند شرائط پوری کی گئیں تو ناقابلِ حل بھی نہیں ہے۔ یہ شرائط کچھ ناگوار سی ہیں۔ دوسرے اور امور کے ساتھ اس میں کڑی کفایت شعاری، کم از کم پانچ سال تک مرکز اور صوبوں کے سماجی فلاحی منصوبوں کا التواء، جن پر پچھلے دو تین برسوں سے کافی باتیں ہو رہی ہیں اور مزید ٹیکسوں کا نفاذ، شامل ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری کے عنوان سے اس امر پر سنجیدگی سے غور کیا جائے کہ جب تک ملک کی مالیاتی صورتِ حال بنیادی طور پر بہتر نہ ہو آیا پاکستان کے سرکاری ملازمین کیلئے پے کمیشن

کے تجویز کردہ فائدے مؤخر نہیں کئے جاسکتے۔

۶۔اخراجات کا سب سے بڑا جزو دفاع سے متعلق ہے۔میرے خیال میں یہ بات سچ ہے اور مَیں یہاں ایڈم اسمتھ کی کتاب ''ویلتھ آف نیشنز'' کا حوالہ دے رہا ہوں کہ ''تمول سے کہیں زیادہ اہم دفاع ہے'' نیز یہ بات بھی صحیح ہے جیسا کہ عزت مآب لیاقت علی خاں نے گزشتہ فروری میں اپنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ ''ان سارے امور میں (یعنی جنگ کے بعد افواج کی تعداد سے متعلق امور میں) یہ نہیں غور کیا گیا کہ ہندوستان اپنے وسائل پر سماجی اور معاشی ترقی کے شدید مطالبوں سے قطع نظر کتنی رقم اپنے دفاع کے بجٹ کیلئے مختص کرسکتا ہے یا اسے کرنا چاہئے''۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ آئندہ ایک یا دو سال کیلئے ایڈم اسمتھ کا قول ہی نافذ العمل رہے گا۔اس بات کا بھی امکان ہے کہ کچھ عرصے کے بعد شمال مغربی سرحد کے دفاع پر پاکستان کا مالیاتی بوجھ ہلکا کرنے پر دوسرے ممالک بھی اتفاق کرلیں۔لیکن اس قسم کے امر پر اتفاقِ رائے مستقبل کی بات نظر آتی ہے۔

۷۔مزید ٹیکس لگانے سے متعلق یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے کہ زرعی معیشت میں ٹیکس کا بار زیادہ تر عام لوگوں پر پڑتا ہے۔اس کی بہترین مثال نمک ٹیکس ہے جو محصول میں اضافے کیلئے ہندوستان میں صدیوں سے لگا ہوا تھا لیکن سیاسی وجوہات کی بناء پر مسٹر گاندھی نے اسے برطانوی سامراجیت کی علامت قرار دیا تھا۔چونکہ اب برطانوی حکومت ختم ہوچکی ہے لہٰذا اس ٹیکس کو منسوخ کرنے کے سیاسی اسباب بھی ختم ہوچکے ہیں۔یہ بات بھی سچ ہے کہ یہ ایک ''رجعی'' ٹیکس ہے جو مساوی طور پر امیر اور غریب سب پر لاگو ہوتا ہے مگر اس کی رقم فی کس بہت معمولی ہوتی ہے۔بلاشبہ اسے پہلے ہی بجٹ میں پاکستان میں دوبارہ نافذ کردینا چاہئے اور چونکہ اب فی کس آمدنی قبل از جنگ آمدنی سے زیادہ ہوگئی ہے لہٰذا اس کی شرح قبل از جنگ نرخ ایک روپیہ نو آنے سے بڑھا کر ڈھائی روپے یا کم از کم دو روپے فی من کردینا چاہئے۔

۸۔مَیں نے حکومتِ ہندوستان کے ۴۷-۱۹۴۶ء کے مرکزی بجٹ میں پٹرول اور چھالیہ کے محصولات میں جو کمی کی تھی انہیں اب بحال کردینا چاہئے۔پٹرول پر محصول ۴۶-۱۹۴۵ء

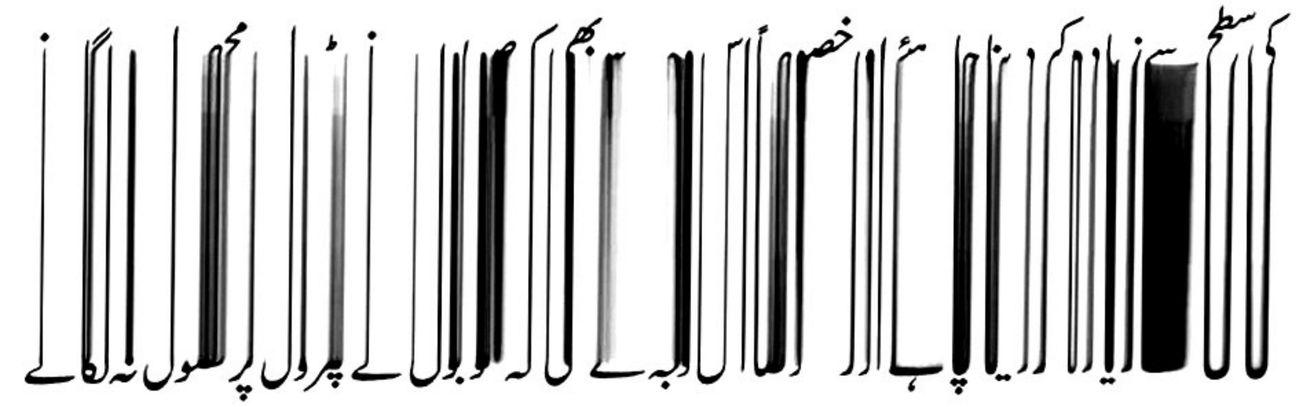

سے اتفاق کیا ہے۔

۹۔ اکثر ممالک میں مالیاتی امور کے منتظمین نے محصول کا ایک نیا طریقہ اپنایا ہے یعنی سیلز ٹیکس۔ یہ منافع بخش اور لچک دار بھی ہے اور آسانی سے وصول بھی کیا جا سکتا ہے۔ پنجاب میں سیلز ٹیکس رائج ہے لیکن اس کے نرخ مضحکہ خیز ہیں اور اس سے بہت کم آمدنی ہوتی ہے۔ البتہ بنگال میں تقریباً چار سال سے مناسب نرخوں پر سیلز ٹیکس لگا ہوا ہے۔ اسے سندھ نے بھی اسی مہینے کی پہلی تاریخ سے نافذ کیا ہے۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پورے پاکستان میں ایک جیسا سیلز ٹیکس ہو اور اس کا انتظام سنٹرل بورڈ آف ریونیو کرے اور جس فیصد شرح پر صوبے اتفاق کریں اس کے مطابق ان کا حصہ مقرر کر دیا جائے۔ اس کے لئے قانون بنانے کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ اس امکان پر بھی سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کسی نہ کسی طرح سوتی کپڑوں کی تیاری پر بھی مالیہ وصول کیا جائے۔ پارچہ بافی کی صنعت کئی سالوں سے ٹیکس کی چھوٹ اور تحفظ کا فائدہ اٹھا رہی ہے لہٰذا اب وقت آ گیا ہے کہ اس پر بھی ٹیکس عائد کر دیے جائیں۔ مَیں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ یہ معاملہ تقسیم کی وجہ سے کچھ الجھ سا گیا ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ امکان ہے کہ آئندہ کئی برسوں تک پاکستان کو کپڑے مہیا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہندوستان ہی ہوگا اور دوسری طرف ہم خود اپنی کپڑوں کی صنعت میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ مگر یہ معاملہ اس لائق ہے کہ اس پر فنانس اور کامرس کے محکمے غور و خوض کریں۔

۱۱۔ ۱۹۳۷ء میں جب سے مَیں ہندوستان آیا ہوں مجھے یہ بات اصولی طور پر غلط اور ملک کے مفادات کے برخلاف لگتی ہے کہ خالص زرعی آمدنی کو (زمین کا لگان ادا کرنے اور کاشتکاری کے اخراجات منہا کرنے کے بعد) کیوں انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ گذشتہ چند سالوں میں ایک یا دو صوبوں میں یہ ٹیکس نافذ ہوا ہے اور خصوصاً بنگال میں لیکن نہ تو مغربی

پنجاب میں اور نہ ہی سندھ میں یہ ٹیکس لاگو ہے۔ آمدنی بہر حال آمدنی ہے چاہے وہ کسی ذریعے سے حاصل ہو لہٰذا ایک خاص آمدنی کا ٹیکس سے مستثنیٰ کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ جس طرح سیلز ٹیکس کا انتظام ہوگا اسی طرح زرعی آمدنی پر انکم ٹیکس کا نظام بھی مرکز کے تحت ہونا چاہئے اور پورے پاکستان میں یکساں نرخوں پر نافذ ہونا چاہئے۔ جہاں تک نرخوں کا سوال ہے تو بظاہر ایسی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ جو نرخ دوسری آمدنیوں پر لگے ہوئے ہیں وہی ان پر بھی کیوں نہیں لگائے جا سکتے۔ زرعی آمدنی کے انکم ٹیکس کو صوبائی سے مرکزی فہرست میں لانے کیلئے قانون بنانے کی ضرورت ہے۔

۱۲۔ ذیل میں جو تفصیل آ رہی ہے اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ بجٹ کی صورت حال پر بحث سے خارج بات ہے لیکن چونکہ سوال ملک کے محصولات کا ہے (اور حقیقت میں قومی دولت سے وابستہ ہے) اس لئے مسئلے کو پیش کرنے میں مجھے معذرت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں مَیں زمین پر میعاد مزارعت کے نظام کا ذکر کر رہا ہوں۔ آج کل زمینداری ختم کرنے پر کافی بحث ہو رہی ہے اور متعدد تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔ غیر حاضر زمیندار کا دفاع کوئی نہیں کرے گا جو نہ تو اپنی زمینوں سے اور نہ ہی اپنے مزارعوں سے کوئی دلچسپی رکھتا ہے اور حق بات تو یہ ہے کہ زمین پر حق مزارعت کے موجودہ نظام پر تنقید کی بہت گنجائش ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی ہے کہ اگر کم تعداد کے بڑے زمینداروں کی جگہ کثیر تعداد والے چھوٹے کسان مالکان لے لیں تو کیا یہ ملک کے مفاد میں ہوگا۔ بلاشبہ اس طرح جگہ بدلنے سے ملک کی آمدنی کو ضرور نقصان پہنچے گا (ٹیکس کی ادائیگی کیلئے کسی کی آمدنی زیادہ نہیں ہوگی) اور چھوٹے کسان مالک کے پاس وسائل کی کمیابی سے زمین سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا بھی محال ہو جائے گا۔ چند سال قبل سوڈان میں جس منصوبے پر عمل کیا گیا تھا اس کی تعریف میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ وہاں انہوں نے آبپاشی کے وسیع نظام سے زمین کے وسیع قطعات کو قابلِ کاشت بنا لیا تھا۔ اس منصوبے کا اہم جزو یہ تھا کہ اس میں ریاست، کاشتکار اور ایک کمپنی برابر کے شراکت دار تھے۔ اس کمپنی (دی سوڈان پلانٹیشن سنڈیکیٹ) کو فارم کے

اور وہ اسے چلا لے گی۔ ڈمّہ دار کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ
دذان کے محصولات اور دولت میں بہت اضافہ ہوا اور کاشتکاروں کی حالت
.دی اور ان کا معیارِ زندگی بلند ہوا۔ اس مسئلے پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ سوڈان جیسا منصوبہ اس وسیع علاقے میں استعمال کیا جائے جو لوئر سندھ بیراج کی تکمیل کے بعد قابلِ کاشت ہو جائے گا تو کیا یہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

۱۳۔ بنگال میں دوامی بندوبست اراضی (The permanent settlement) جو اپنی نوعیت کا انوکھا نظام ہے، اب ۱۵۰ سال پرانا ہو چکا ہے اور اس کی وجہ سے غیر حاضر زمینداری کی ہمہ گیر ترویج ہوئی ہے اور ملک کثیر آمدنی سے محروم ہوا ہے اور جس سے صوبے کے اضلاع میں نظم و نسق بھی بگڑا ہے۔ کئی مقتدر اداروں کی سفارشات پر، جنہوں نے اس مسئلے کا جائزہ لیا ہے، اس نظام کو جلد از جلد ختم کر دینا چاہئے۔ لیکن یہ کام راتوں رات نہیں کیا جا سکتا۔

۱۴۔ مَیں محصول کے ایک اور امکان کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جس کا اطلاق مالدار طبقات پر ہوتا ہے یعنی املاک پر ٹیکس (Estate Duty)۔ جب مَیں نے مارچ ۱۹۴۶ء میں مرکزی اسمبلی میں املاک پر ٹیکس کا مسودہ پیش کرنے کی کوشش کی تھی تو مجھے بتایا گیا کہ اس پر مسلمان ارکان کی طرف سے سخت مخالفت اس مفروضے پر ہو گی کہ اس سے قرآن شریف کی تعلیمات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مَیں اس قابل نہیں کہ اس قسم کے مسئلے پر کوئی خیال ظاہر کر سکوں لیکن مَیں کم از کم ایک اسلامی ملک سے واقف ہوں جہاں یہ ٹیکس نافذ ہے۔ پاکستان کو آمدنی کے ہر ذریعے سے فائدہ اٹھانے کی سخت ضرورت کے پیشِ نظر میری پُر زور سفارش ہے کہ اس پورے مسئلے کا دوبارہ جائزہ لینا چاہئے۔

۱۵۔ محصول سے متعلق دو مزید معاملات کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے۔ پہلے کا تعلق ریلوے سے ہے جو ریلوے پاکستان کے حصے میں آئی تھی وہ ہندوستان کے ریلوے نظام کی سب سے کم منافع بخش تھی۔ میری اطلاع کے مطابق اس وقت یہ خسارے پر چل رہی ہے اور اگر

حالات معمول پر آنے کے بعد بھی جب تک اس کے کرایوں اور نرخوں میں اضافہ نہ کیا گیا تو خسارہ ہی ہوتا رہے گا۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے کرایوں اور نرخوں میں اس حد تک اضافہ کر دیا جائے کہ یہ مرکزی آمدنی پر بوجھ نہ بن سکے۔

۱۶۔ دوسرے معاملے کا تعلق اس ایجی ٹیشن (اضطراب) سے ہے جو بعض حلقوں میں اور خاص طور پر بنگال میں امتناع شراب نوشی اور گھوڑ دوڑ میں بازی لگانے پر پابندی کے حق میں پھیلا ہوا ہے۔ موجودہ حالات میں پاکستان اس طرح کے نظریاتی مقاصد کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا۔ اگر صوبائی آب کاری کو مرکز کو منتقل کر دیا جائے تو موجودہ صورتِ حال برقرار رکھنا آسان ہو جائے گا۔ مجھے علم ہے کہ حکومتِ بنگال اس طریقۂ کار سے اتفاق کرتی ہے اور اسی طرح پنجاب بھی لیکن حکومتِ سندھ راضی ہونے میں پس وپیش کر رہی ہے۔

۱۷۔ کفایت شعاری پر سختی سے عمل کرنے اور نئے ذرائع کو پوری طرح استعمال کرنے کے باوجود پاکستان کو اپنے وجود کے سال دو سال تک بجٹ کا خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔ گلیڈ اسٹون (Gladstone) کے قدیم اصول کے برخلاف جدید معاشی اور مالیاتی اصول کے مطابق کسی ملک کے بجٹ میں ہر سال توازن قائم رکھنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ جس سال کساد بازاری ہو تو جدید نظریہ بجٹ میں خسارے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ اصرار بھی کرتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد (اور یہ مدت مختصر ہونی چاہئے ماسواء جنگ کے دوران) بجٹ میں توازن قائم کر دینا چاہئے۔ لہٰذا اس حقیقت کے پیشِ نظر کوئی تنقید نہیں کر سکتا کہ پاکستان اپنی ابتداء ہی خسارے کے بجٹ سے کر رہا ہے۔ نکتہ چینی صرف وہی لوگ کریں گے جن کا کام ہی پاکستان کی ساکھ پر واویلا مچانا ہے۔ لیکن یہ امر انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ پاکستان شروع ہی میں اپنے اس عزم کا اظہار کر دے کہ وہ جلد از جلد بجٹ میں توازن قائم کرے گا۔ اس ضمانت کے بغیر سکّے پر سے لوگوں کا اعتبار اٹھ جائے گا اور انہیں حکومت کے قرضوں میں سرمایہ کاری کرنے میں تامل ہوگا نیز بیرونی سرمائے کو ترغیب دینے میں ناکامی ہوگی جو پاکستان کی صنعتی ترقی کیلئے بہت ضروری ہے۔ صنعتی ترقی ہی وہ چیز ہے جس سے ملک کو داخلی اور بین الاقوامی قوت حاصل ہوتی ہے

اور عوام کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے۔

۱۸۔ اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ پاکستان کے شہریوں کو کچھ عرصے تک اضافی ٹیکس برداشت کرنے پڑیں گے اور سماجی فلاح کے من پسند منصوبوں کو التواء میں رکھنا پڑے گا۔ پاکستان میں مختصر قیام کے دوران مَیں اس بات سے بہت متاثر ہوا ہوں کہ یہاں کا عام آدمی بھی یہ بخوبی جانتا ہے کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا مطلب یہ نہیں کہ اب امن و مسرت کا عہد آ گیا ہے اور یہ کہ بلندیوں کو زیر کر لیا ہے ابھی تو فتح کو مستحکم کرنا باقی ہے اور نیچے کی زرخیز وادیوں تک پہنچنے کیلئے ابھی سخت جدوجہد اور محنت کرنی ہے۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ عوام کی اکثریت کفایت شعاری کو قبول کرنے پر بھی تیار ہے تا کہ ان کے بچوں کیلئے ایک خوشحال مستقبل حاصل ہو سکے اور وہ اپنے ملک کی عظمت کیلئے سب قربانیاں برداشت کرنے پر بھی آمادہ ہیں۔ لیکن اس قابلِ تعریف جذبے کو عملی جامہ پہنانے اور اسے فروغ دینے کی ضرورت ہے اور یہ کام مالیاتی اور معاشی ماہروں کا نہیں بلکہ سیاسی رہنماؤں کا ہے۔

حصہ دوم

اسالیب اور وسائل کی صورتِ حال

۱۹۔ فی الحال اور مستقبل قریب میں حکومت کے ذرائع و وسائل تشویش ناک ضرور ہیں لیکن خطرے کی بات نہیں جیسا کہ مَیں آگے چل کر واضح کروں گا۔ یہ ایک ناگزیر حقیقت ہے کہ پاکستان نے اپنا آغاز اس طرح کیا کہ اس کے پاس مصارف کیلئے کوئی زرِ نقد نہیں تھا سوائے اس رقم کے جو وہ اپنے حصے کے طور پر غیر منقسم حکومت کے نقد حسابات سے حاصل کر سکا۔ تقسیم کے وقت ان حسابات میں چار ارب روپے موجود تھے لیکن بڑی مشکل سے حکومتِ ہندوستان کو بیس کروڑ روپے دینے پر راضی کیا گیا۔ اس حقیر رقم سے بھی فوراً ہی ۶ء۲۵ کروڑ روپے مشرقی بنگال کی حکومت کے ذمے واجبات ادا کرنے میں خرچ ہو گئے۔ اس کے علاوہ عبوری دور میں آمدنی سے زیادہ اخراجات کی وجہ سے پاکستان کا زرِ نقد صرف سات کروڑ رہ گیا۔ اس رقم کی کثیر مقدار جو افواج پر خرچ ہوئی اسے اگر عارضی طور پر حکومتِ پاکستان کے

کھاتے کی بجائے معلق حساب(Suspense Account) میں نہ ڈالا جاتا تو یہ زرِنقد بھی کئی ہفتے پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا۔ اگر اس عرصے میں ثالثی ٹربیونل (جس کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا گیا ہے) غیر منقسم حکومت کے زرِنقد سے مزید رقم عطا نہ کر دے تو یہ باقی زرِنقد بھی بہت جلد خاتمے کی حد پر پہنچ جائے گا۔

۲۰۔ یہ امر بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے کہ ثالثی ٹربیونل اتنی زیادہ رقم دلوا دے کہ ہمیں اگلے نو یا بارہ مہینوں میں ادھار لینے کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ ۱۵ اگست سے دفاع پر اٹھنے والے اخراجات ہمیں بہت جلد پاکستان کے کھاتے میں ڈالنے پڑیں گے۔ میرا پختہ خیال یہ ہے کہ جب تک برصغیر کی کشیدگی میں خاطر خواہ کمی نہ آ جائے اور جب تک عزت مآب وزیرِ مالیات حقیقت پر مبنی بجٹ پیش نہ کر دیں اس وقت سے پہلے عوامی قرضہ جاری کر کے پاکستان غلطی کرے گا۔ پہلے قرضے کے آغاز ہی میں ناکامی کا خطرہ ہم مول نہیں لے سکتے۔ بہر حال اس سے پہلے کہ ثالثی ٹربیونل زرِنقد کا فیصلہ نہ کر دے قرضے کا اجراء انتہائی غلط بات ہوگی کیونکہ اگر ہم نے ایسا کیا اور اتفاقاً یہ عمل کامیاب رہا تو اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ ہم ہندوستان کی اس دلیل کی تائید کر رہے ہیں کہ پاکستان کو غیر منقسم حکومت کے زرِنقد سے مزید رقم کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۱۔ تاہم قرض عامہ جاری کرنے کے صحیح وقت سے پہلے اگر ہماری نقدی ختم ہو جائے تو ہمیں ریزرو بینک آف انڈیا سے ادھار لینا پڑے گا۔ اس بات کا دونوں ملکوں کے مابین فیصلہ ہو چکا ہے کہ پاکستان یا تو مروجہ طریقِ کار کے تحت یا ان اثاثوں کے بدلے جو قابلِ تقسیم اور تصفیہ طلب ہیں، ریزرو بینک سے ادھار لے سکتا ہے۔ اس طرح جو رقم پاکستان ادھار لے گا اس کی بھی کوئی حد مقرر ہوگی لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حد اتنی زیادہ ہو کہ ہماری ضروریات یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء تک پوری ہو جائیں جب ہم اس تاریخ پر اپنے سکّے کا انتظام خود سنبھال لیں گے۔

۲۲۔ لیکن یہ بات بھی انتہائی اہم ہے کہ ریزرو بینک سے اس طرح لیے ہوئے ادھار کو



انتظام خود سنبھال لے گا تو اور چیزوں کے علاوہ ریزرو بینک آف انڈیا کے ایشیو(Issue) ڈپارٹمنٹ کے اثاثوں کا پاکستان بھی حقدار بن جائے گا۔ یہ اثاثے سونے اور اسٹرلنگ حصص کے ۹۵ فیصد حصے پر مشتمل ہیں۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۸ء کو پاکستان جتنی بھی رقم کا ریزرو بینک کا مقروض ہوگا وہ پہلے ایشیو ڈپارٹمنٹ کے اثاثوں میں پاکستان کے حق سے منہا کی جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں پاکستان نے ریزرو بینک سے روپے میں جو ادھار لیا ہے اس کا تقریباً ۹۵ فیصد حصہ سونے اور اسٹرلنگ حصص میں ادا کرے گا۔

۲۳۔ یہ بات اب واضح ہے کہ پاکستان کو چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سونا اور اسٹرلنگ حصص بچا کر رکھے کیونکہ اگلے سال یعنی یکم اکتوبر کو جب وہ خود اپنے سکّے کا ذمّہ دار ہوگا تو یہی اس کا محافظ سرمایہ ہوگا۔ لہٰذا ریزرو بینک سے جو بھی ادھار لیا جائے اسے روپوں میں ادا کرنا چاہیے۔

۲۴۔ لیکن یہ روپیہ آئے گا کہاں سے؟ اس کا جواب ہے عوامی قرضے کی یافت سے جس کو ثالثی ٹربیونل کے ایوارڈ یا بجٹ سے پہلے جاری نہیں کرنا چاہئے۔ میرا قیاس ہے کہ یہ ثالثی فیصلہ اگلے مہینے دو مہینے میں ہو جائے گا اور بجٹ بھی فروری یا شروع مارچ میں منظور ہو جائے گا۔ چونکہ قرضے کا مقصد ایک یہ بھی ہے کہ ہندوستانی روپیہ حاصل کیا جائے تا کہ ریزرو بینک کا اگر کوئی ادھار ہو تو وہ اس روپے سے ادا کر دیا جائے۔ لہٰذا بہتر ہوگا اگر یہ قرضہ مارچ کے اختتام سے پہلے جاری کر دیا جائے جن دنوں پاکستان کا سکہ گردش کرنے لگے گا۔ قرضے کی شرائط میں یہ اقرار بھی شامل ہونا چاہئے کہ پاکستانی تمسکات کے بدلے میں ہندوستانی تمسکات بھی قبول کئے جائیں گے۔ اگر ہم نے ریزرو بینک سے کچھ ادھار لیا ہے تو اس کی ادائیگی کیلئے یہی ہندوستانی تمسکات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ بمبئی میں ریزرو بینک آف انڈیا کے ڈپٹی گورنر مسٹر ٹریور (Trever) سے نجی گفتگو کے دوران انہوں نے یقین دلایا کہ اس طریقۂ کار پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔ جن شرائط پر یہ قرضہ جاری کیا جا رہا ہے انہیں بہر حال ان شرائط سے بہتر (بہت زیادہ بہتر نہیں) ہونا

چاہئے جن کے ذریعے حکومتِ ہندوستان سرمایہ جمع کررہی ہے۔

۲۵۔اس قرضے کے امکانات کیا ہیں؟ میرے خیال میں کافی خوش آئند ہیں۔ہمیں سندھ اور مغربی پنجاب سے معقول رقوم کا یقین دلایا گیا ہے۔تقسیم کے وقت سندھ کے پاس ۱۱ کروڑ کے اور مغربی پنجاب کے پاس ۲۴ کروڑ کے حکومتِ ہندوستان کے حصص موجود تھے۔ پنجاب پارٹیشن کونسل کے ایک سمجھوتے کے تحت مغربی پنجاب کو بدقسمتی سے اس وقت صرف ۶ کروڑ پر آزادانہ اختیار حاصل تھا۔اسی طرح مشرقی پنجاب کو۴ کروڑ پر اختیار تھا اور باقی ۱۴ کروڑ ''دونوں ملکوں کی امانت کے طور پر'' ریزرو بینک میں جمع تھے۔مَیں نے مغربی پنجاب کی حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ انڈین انڈی پینڈنس (رائٹس، پراپرٹی اینڈ لائیبلٹیز) آرڈر ۱۹۴۷ء کے Indian Independence (Rights, Property & Liabilities) Order اجراء سے پنجاب پارٹیشن کونسل کا فیصلہ زمانی لحاظ سے پہلے ہونے کے سبب کالعدم ہوگیا ہے۔تاہم یہ قیاس بجا طور پر کیا جاسکتا ہے کہ ثالثی فیصلے کے نتیجے میں غیر منقسم حکومتِ پنجاب کے ۲۴ کروڑ میں سے مغربی پنجاب کو ۱۵ کروڑ ضرور ملیں گے۔پاکستان کے قرضے میں چندہ دینے کا ایک اور ذریعہ حکومتِ حیدرآباد ہے جس کے پاس حکومتِ ہندوستان کے ۷۰ کروڑ کے حصص جمع ہیں۔اگر اس کا ۵۰ فیصد حصہ پاکستان کے حصص میں لگا دیا جائے تو اس عمل کو حکومتِ ہندوستان کے مفاد کے خلاف کوئی سیاسی کارروائی نہیں سمجھا جائے۔ مجھے اس واقعے پر یقین ہے کہ جب حیدرآباد کے وفد اور حکومتِ ہندوستان کے درمیان گفت وشنید جاری تھی تو پاکستان کے قرضے میں حیدرآباد کی سرمایہ کاری کا مسئلہ بھی پیش ہوا تھا اور سردار پٹیل نے حامی بھری تھی کہ اس طرح کی سرمایہ کاری پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔(جب تک اور ذرائع سے معلوم نہ ہو اس خبر کو مخفی رکھا جائے)۔

۲۶۔قرضے میں سرمایہ کاری کے دوسرے ذرائع یہ ہیں:

الف۔ بینک : جو بینک اس وقت پاکستان میں کام کر رہے ہیں ان کے پاس حکومتِ ہندوستان کے حصص ۴۵۰ کروڑ کے ہیں۔لیکن یہاں یہ بتانا

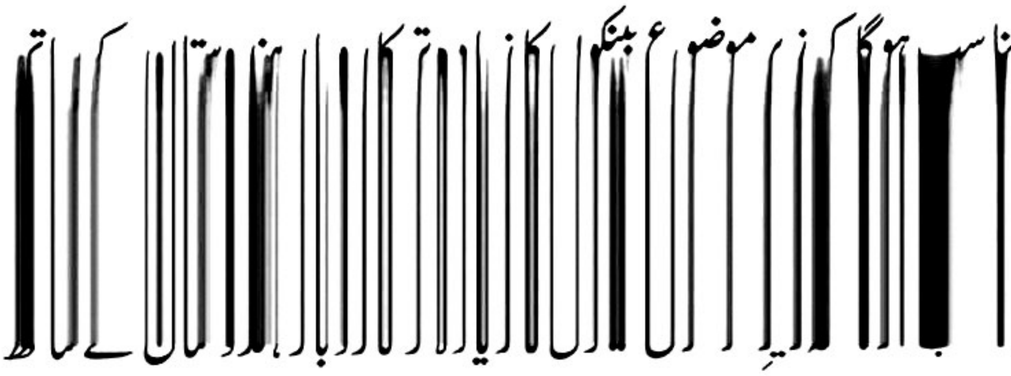

ہے اور یہ کہ اس رقم کا نسبتاً کم حصہ پاکستان کو ملے گا مگر ۵ فیصد بھی ۲۰ کروڑ سے زیادہ ہی ہوگا۔

ب۔ بیمہ کمپنیاں: بینکوں کے ساتھ یہ بھی اہم ادارتی سرمایہ کار ہیں۔ اور یہ قیاس بھی معقول ہوگا کہ ان میں سے جو کمپنیاں پاکستان کے ساتھ کاروبار کر رہی ہیں وہ اس قرضے میں ضرور پیسہ لگائیں گی۔ بلاشبہ جہاں پاکستانی باشندوں کی زندگی کا بیمہ کیا جا رہا ہو وہاں قانوناً انہیں یہ کام کرنا پڑے گا۔ وقت آنے پر ادارتی سرمایہ کاروں کا پیسہ لگانے کیلئے کچھ ترغیب دینی پڑے گی اور کچھ دباؤ ڈالنا پڑے گا۔

ج۔ عوام: مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ مناسب تشہیر اور پروپیگنڈے سے پاکستان کے عوام پاکستان کے پہلے قرضے میں فراخدلی سے پیسہ لگائیں گے۔ اس سلسلے میں چھوٹی بچت تحریک کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اس تحریک کی سماجی اہمیت کے علاوہ اسے حکومت کی دستاویزات پر سرمایہ کاری کا ایک منفعت بخش ذریعہ بنایا جا سکتا ہے۔

۲۷۔ مجھے پوری امید ہے کہ ہم آئندہ بارہ مہینوں میں اپنے ذرائع و وسائل کی صورتِ حال کو خوش اسلوبی سے نمٹا لیں گے اور اپنے سکّے کے انتظام کا آغاز ریزرو بینک کے قرضوں کے بغیر کریں گے اور ہمارے سکّے کا محافظ سرمایہ تمام تر سونے اور اسٹرلنگ حصص پر مشتمل ہوگا۔

۲۸۔ اگلے چار یا پانچ برسوں میں (اور اس کے بعد بھی) ذرائع و وسائل کا انتظام بخوبی سنبھالا جا سکتا ہے۔ اگر امن و امان بحال رہے اور حقیقت پسندانہ بجٹ پیش ہوتے رہے تو حکومت کی معمولی ضرورتوں کیلئے سرمایہ کاری کے ذرائع کا اختراع ممکن ہو جائے گا۔ مزید برآں ریزرو بینک کے اثاثوں سے جو سونا ہمیں ملے گا اس کی قیمت نئے سرے سے متعین کرنے سے اور اپنے

چاندی کے ذخیرے کو استعمال کر کے ہم ضرورت پڑنے پر اپنے سکّے میں اعتدال کے ساتھ مگر جائز طور پر توسیع کر سکتے ہیں۔

یہ فصل ختم کرنے سے پہلے مَیں دو مزید معاملات کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جو اگر چہ اس موضوع سے باہر ہیں لیکن اس کے ساتھ اس قدر منسلک ہیں کہ یہاں ان کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ پہلے کا تعلق پاکستان کی کرنسی اتھارٹی کی نوعیت سے ہے اور دوسرے کا تعلق پاکستان کے روپے کی مساوی قیمت سے ہے۔

الف۔ کرنسی اتھارٹی: اس کے متبادل طریقے یہ ہیں کہ یا تو وہ نظام اپنایا جائے جو ریزرو بینک آف انڈیا کے وجود میں آنے سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا۔ اس نظام کے تحت محکمۂ مالیات میں ایک کنٹرولر کرنسی ہوا کرتا تھا اور امپیریل بینک مرکزی بینک کے فرائض انجام دیتا تھا اور عوامی قرضہ جات کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک بااختیار ریزرو بینک قائم کیا جائے۔

اگر یہ قابلِ عمل ہو سکتا ہے تو میں دوسرے طریقۂ کار کی پُر زور تائید کرتا ہوں۔ قومی اور بین الاقوامی محرکات بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور ملک کے بینکاری نظام پر مناسب نگرانی کا بھی تقاضہ یہی ہے۔ زیادہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ آیا ہمارے پاس تربیت یافتہ مسلم عملہ اتنی تعداد میں موجود بھی ہے جو اس بینک کے قیام اور اس کے انتظام میں مدد کر سکے۔ اگر کوئی ادارہ قائم کیا جائے اور اس مین ابتداء ہی سے نا اہلیت کے آثار نمایاں ہو رہے ہوں تو یہ انتہائی تباہ کن ثابت ہو گا۔ میرے خیال میں ہمارے پاس کافی تعداد میں اعلیٰ مسلم افسران موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا میری سفارش ہے کہ ہم دو یا تین یورپی افسروں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کریں جو مرکزی بینکاری کا تجربہ رکھتے ہوں اور جو پاکستان کا ریزرو بینک قائم کرنے اور اسے چلانے میں مسٹر سینٹ جان ٹرنر (St. John Turner) کی مدد کریں۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر سینٹ

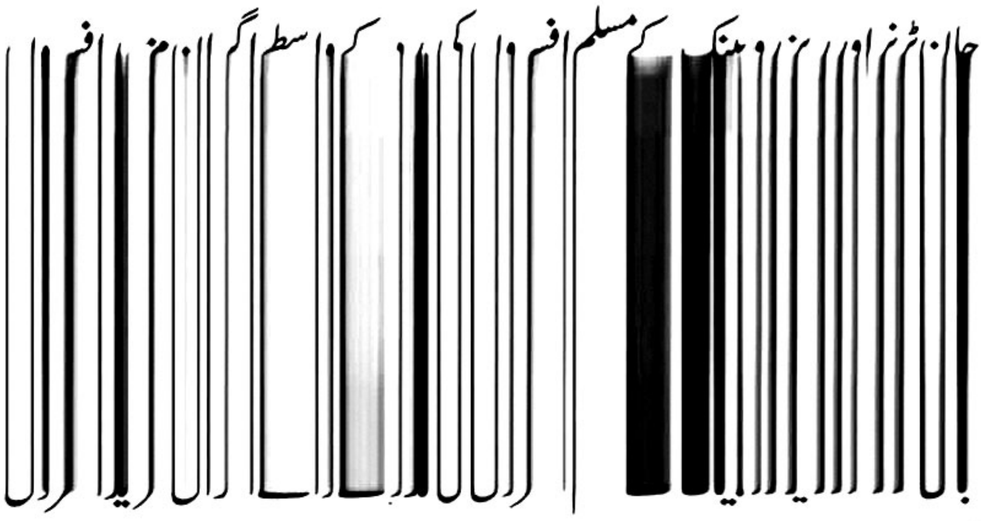

کیلئے بینک آف انگلینڈ سے رابطہ کیا جائے تو ہماری درخواست کا ہمدردانہ جواب ضرور ملے گا۔ ان مزید افسروں کو نو ماہ یا ایک سال سے زیادہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ب۔ **پاکستانی روپے کی مساوی قدر:** سکّے کے مناسب محافظ سرمائے، بجٹ کے توازن کو برقرار رکھنے، اور بین الاقوامی حساب میں توازنِ ادائیگی سے (اس نکتے پر مَیں نے رپورٹ میں ایک اور جگہ تبصرہ کیا ہے) پاکستانی روپے کو ہندوستانی روپے کے برابر لانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی اور موخرالذکر کے مقابلے میں اس کی قیمت گھٹانے کی کوشش کو ناکام بنانے میں بھی کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ مسئلے کے اس پہلو پر مسٹر سینٹ جان ٹرنر نے اپنے ایک نوٹ میں تبصرہ کیا ہے جو انہوں نے عزت مآب وزیرِ مالیات کو پیش کیا ہے اور مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔ ہندوستانی روپے کے مقابلے میں پاکستانی روپے کی قدر کے تحفّظ کیلئے ایک اہم قدم یہ ہوگا کہ پاکستان انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ اور (دیگر وجوہات کی بناء پر) انٹرنیشنل بینک کے ساتھ منسلک ہو جائے۔ مجھے معلوم ہے کہ محکمۂ مالیات میں ان دونوں اداروں میں شمولیت کیلئے ضروری درخواستوں کی تیاری کا کام شروع ہو رہا ہے۔ تاہم انہیں جتنی جلدی ممکن ہو سکے مکمل کر دینا چاہئے۔ میرا ارادہ کسی پر تنقید کرنے کا نہیں ہے کیونکہ جس طرح مختصر عملے کے ساتھ محکمۂ مالیات پے در پے مسائل سے نمٹ رہا ہے اسے مَیں ہمدردی اور تعریف کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

حصہ سوم

ادائیگیوں کا توازن

۳۰۔ پاکستان کی ادائیگیوں کے توازن کے متعلق جو کچھ بھی یقین سے کہا جا سکتا ہے

وہ یہ ہے کہ ہندوستان اور بیرونی ممالک کے ساتھ باہمی تجارت سے اگلے سال دو سال تک آرام سے گذر رہو گی یعنی اس وقت تک جب صنعتی سامان کیلئے پاکستان کی ضرورتیں کافی حد تک بڑھ نہ جائیں۔

۳۱۔ لیکن (الف) ناقابلِ اطمینان اعداد و شمار کی وجہ سے (ب) مستقبل میں ہندوستان کے ساتھ تجارت کی نوعیت کا علم نہ ہونے کی صورت میں (کسی حد تک اس نوعیت کا تعین دوسری مملکت بھی کر سکتی ہے) اور (ج) یہاں کی اور باہر کی قیمتوں کے رجحان کا اندازہ لگانے میں دشواری کی وجہ سے یقین کے ساتھ پیشین گوئی کرنا ممکن نہیں کہ آیا مجموعی طور پر یا ہندوستان اور باقی دنیا کے ساتھ علیحدہ علیحدہ طور پر اس موافق توازن کی مقدار کتنی رہے گی۔ مَیں نے ایسے تخمینے دیکھے ہیں کہ جن کے درمیان نمایاں فرق ہے۔ ایک تخمینے کے مطابق ہمارا موافق توازن ہندوستان کے ساتھ ۲ کروڑ کا خسارہ اور سمندر پار سے ۲۰ کروڑ کا موافق توازن ظاہر کرتا ہے۔ اگر پہلے تخمینے کے اعداد دوسرے سے زیادہ اصل صورتِ حال کے مطابق ہیں، اور میرے خیال میں ایسا ہی ہے، تو اگر ہندوستان کے ساتھ سارے موافق توازن کو زرِمبادلہ میں تبدیل کرنے میں ہمیں دشواری پیش آئے تو ہمیں چاہئے کہ ہندوستان سے تجارت کے بدلے ہم بیرونی ممالک سے اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

حصہ چہارم
معاشی امکانات

۳۲۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ پاکستان ہمیشہ زرعی ملک رہنے پر اکتفا نہیں کرے گا تا کہ وہ ہندوستان اور باقی دنیا کو اپنی زراعت کی اصلی اور ضمنی پیداوار بہم پہنچاتا رہے۔ جدید دنیا میں طاقت کا مطلب صنعتی طاقت ہے اور اگر دنیا میں پاکستان اپنا مناسب مقام حاصل کرنا چاہتا ہے اور اپنے عوام کا معیار زندگی بلند کرنا چاہتا ہے تو اسے قابلِ قدر صنعت کاری کرنی پڑے گی۔

۳۳۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آئندہ کئی سالوں تک زراعت اس کی سب سے بڑی

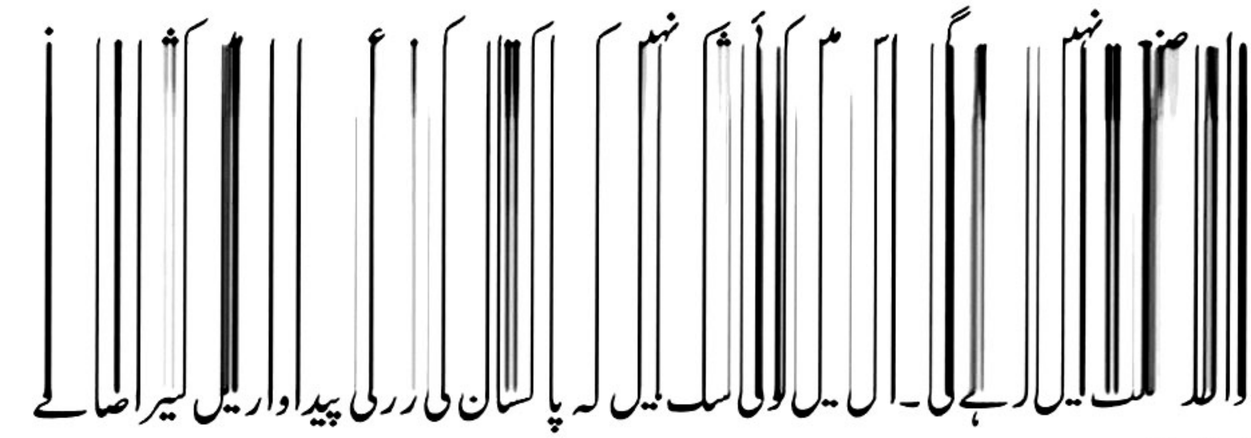

کی گنجائش ہے۔ اس موضوع کا کافی جائزہ لیا جا چکا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ اس رپورٹ میں بھی اس بات کے تدارک کی اقدامات پیش کئے جائیں کہ پاکستان کی زمین سے اس وقت اتنی کم پیداوار کیوں حاصل کی جا رہی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہئے اور حالیہ برسوں میں کافی کچھ کیا گیا ہے لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ایک عام انسان کی طرح مجھے بھی دو نکات کا اچانک خیال آ گیا جن کا یہاں ذکر کرنا ضروری ہے۔ سندھ میں یا کم از کم بیراج کے علاقے میں جس کا مَیں نے دورہ کیا ہے ہاری کو جو زمین ملی ہے اسے کم نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ دوسری جگہوں اور خصوصاً بنگال میں ہے۔ یہ زمین ہاری کو کاشتکاری کے ذریعے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کیلئے خاصی بڑی ہے۔ اس علاقے میں سندھ کے کئی ہزار مہاجر کاشتکاروں کیلئے مجھے گنجائش نظر آتی ہے۔

دوسرا نکتہ جو مجھے سوجھا ہے وہ یہ کہ کرنل ایچ ڈی گاندھی کے منصوبے کی طرح ایک ایسی اسکیم بنائی جائے کہ سفری سینما کے ذریعے کسانوں کو کاشتکاری کے بہتر طریقے بتائے جا سکیں۔ کرنل گاندھی کی اسکیم کی پہنچ کچھ زیادہ ہی اونچی ہے اور اس پر لاگت بھی بہت آتی ہے لہٰذا کئی اور سالوں تک ہر جگہ اس پر عمل کرنا ممکن نہیں لیکن اس امر کا سنجیدگی سے جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ آیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر صوبے میں ایک یا کئی چیدہ چیدہ اضلاع میں اس پر عمل کیا جائے۔

۳۴۔ زراعت سے منسلک ماہی گیری کی صنعت ہے۔ مجھے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کے مطابق سندھ اور بنگال کے ساحلوں کے اطراف میں سمندروں میں مچھلیوں کی فراوانی ہے اور میرے علم کے مطابق بنگال کے دریاؤں کا بھی یہی حال ہے لیکن مچھلی پکڑنے اور فروخت کرنے کے طریقے جو اس وقت استعمال کئے جا رہے ہیں وہ بہت فرسودہ ہیں۔ اصلاحات تو جانی بوجھی ہیں مگر ان پر ابھی تک کوئی کام نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اسے مناسب طریقوں پر منظّم کیا گیا تو پاکستان کی مچھلی کی صنعت نہ صرف عوام کیلئے مزید خوراک کا ذریعہ بنے گی بلکہ گراں بہا

برآمد کیلئے مچھلی کو ڈبوں میں بند کرنے والی صنعت کی بھی بنیاد قائم ہو جائے گی جس سے زرِ مبادلہ حاصل ہوگا۔

۳۵۔اب تک مَیں نے زرعی صنعتوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن عام طور پر صنعت کا مطلب فیکٹریوں میں مشینوں کے ذریعے مصنوعات کی تیاری لیا جاتا ہے۔لہٰذا میں رپورٹ کے اس حصے میں لفظ صنعت اسی معنی میں استعمال کروں گا۔مَیں نے گھریلو صنعتوں کے بارے میں کچھ کہنے سے اجتناب کیا ہے کیونکہ حالیہ برسوں میں ان کا کافی جائزہ لیا جا چکا ہے۔ یہاں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ میرے خیال میں ''ناکافی روزگار'' کا مداوا کرنے کیلئے جو ایک زرعی معیشت اور خاص طور پر بنگال کیلئے وبالِ جان بن گیا ہے گھریلو صنعتوں کو منظّم کرنے اور انہیں پھیلانے کی کافی گنجائش موجود ہے۔

۳۶۔صنعت کاری کی جانب قدم بڑھانے کا واضح ذریعہ یہ ہے کہ ملک کے قدرتی وسائل اور خام مال کو مصنوعات میں تبدیل کر دیا جائے۔اس راستے پر پاکستان نے ابھی قدم بہت کم بڑھایا ہے۔ برصغیر کی ۷۳ فیصد پٹ سن کی پیداوار پاکستان میں ہوتی ہے لیکن اس کے پاس پٹ سن کی ایک مل بھی نہیں ہے۔تقریباً ۷۵ فیصد برآمداتی خام پٹ سن ہندوستان میں بیلی جاتی ہے۔ پاکستان کے پاس تمباکو کی کوئی فیکٹری نہیں ہے حالانکہ برصغیر میں تمباکو کی مجموعی کاشت کا ایک تہائی حصہ پاکستان میں پیدا ہوتا ہے۔مشرقی بنگال میں جہاں کھالیں اور چمڑا وافر مقدار میں دستیاب ہیں وہاں دباغت کا ایک کارخانہ بھی نہیں ہے۔ پورے پاکستان میں اونی کپڑا بنانے کی صرف ایک چھوٹی فیکٹری ہے۔جتنی کپاس پورے ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے اس کا ایک تہائی حصہ پاکستان میں ہوتا ہے۔ جبکہ پاکستان میں ہندوستان سے مقابلتًا ۱:۳۰ ملیں ہیں یعنی ہندوستان کی تیس ملوں کے مقابلے میں ایک مل۔ان حقائق کے اظہار کا یہ مطلب نہیں کہ یہ تفصیل مکمل ہو چکی ہے (مثلاً پاکستان کا زیادہ تر پھل کیننگ کی مناسب صنعت نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے) بلکہ اصلاح کی غرض سے انکا اظہار کیا گیا ہے۔ پاکستان کو چاہئے کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے مناسب منصوبہ بندی کے تحت ایک ایسا دستورِ عمل تیار کرے جس سے اپنے ہی علاقوں میں

انہیں بیرونی ممالک میں فروخت کیا جا سکے۔ بلاشبہ زرعی پیداوار کے کچھ حصے کی مثلاً پٹ سن کی برآمد جاری رہے گی لیکن ہر وہ چیز جو کم خرچ پر مصنوعہ یا نیم مصنوعہ مرحلے تک پہنچائی جا سکتی ہے اسے پہنچانا چاہئے۔

۳۷۔ اس کے ساتھ ساتھ اشیائے صرف کی ثانوی صنعت میں بہت گنجائش ہے جس سے گھریلو ضروریات پوری ہو سکتی ہیں جو آج کل باہر سے منگوائی جا رہی ہیں۔ مثلاً ماچس، روشنائی، کاغذ، شیشے کے ظروف، صابن، چھوٹی انجینئرنگ اور ری رولنگ ملیں وغیرہ۔

۳۸۔ بھاری صنعتیں اس منصوبے کے آخر میں آنی چاہئیں کیونکہ انہیں قائم کرنا بہت مہنگا پڑتا ہے اور اس لئے بھی کہ آئندہ کئی سالوں تک ان کی مصنوعات کی مانگ بھی اپنے ملک میں نہیں ہوگی۔ ان میں سے ایک اہم ترین صنعت لوہے اور فولاد تیار کرنے کی ہے مگر اس میں رکاوٹ یہ ہے کہ پاکستان میں خام لوہے اور صاف کوئلے کے حصول کے ذرائع دشوار ہیں۔

۳۹۔ اب مَیں پاکستان کے معدنی وسائل کی جانب آؤں گا۔ ہندوستان کے مقابلے میں پاکستان معدنی وسائل میں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ جیولاجیکل سروے آف انڈیا کے کئی برسوں کے قابلِ قدر کام کے باوجود پاکستان کے معدنی ذخائر کی اہلیت اور مقدار مکمل طور پر معلوم کرنے کیلئے کافی کوشش کی ضرورت ہے۔ تیل کی تلاش کا کام اطمینان سے برما آئل لمیٹڈ پر چھوڑ دیا جائے۔ اس بارے میں اس کمپنی نے اب تک کئی کروڑ روپے خرچ کر دیئے ہیں اور اس وقت بھی وہ تیل کی تلاش پر کئی کروڑ روپے کا منصوبہ تیار کر رہے ہیں۔ اس سے کسی نہ کسی طرح یہ معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان میں تیل کے محفوظ ذخائر ہیں بھی کہ نہیں۔ مَیں نے اپنے مشرقی بنگال کے دورے کے نوٹ میں ذکر کیا تھا کہ مشرقی بنگال میں تیل کی تلاش کے سلسلے میں برما آئل کمپنی کو اس بات پر کافی رکاوٹ محسوس ہو رہی ہے کہ جس علاقے کے زیرِ زمین وہ تیل تلاش کریں گے اس

کا جائز حقدار کون ہوگا۔ مشرقی بنگال کی حکومت کمپنی کے راستے سے تمام مزاحمتوں کو ہٹانے کی پوری کوشش کر رہی ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ اس کا ایک ہی تسلی بخش حل ہے کہ ایک ایسا قانون بنایا جائے جو یو۔ کے پٹرولیم ایکٹ ۱۹۳۴ء جیسا ہو اور اس کے تحت تیل کے تمام ذخائر قومی ملکیت میں جائیں۔ مَیں ایک قدم اور بڑھانا چاہوں گا کہ جتنے معدنی ذخائر اب تک نامعلوم اور بیکار پڑے ہیں ان کی ملکیت بھی قومی ہونی چاہیے۔

۴۰۔ پاکستان کے قدرتی وسائل کے فروغ اور انہیں مصنوعات میں تبدیل کرنے کیلئے انتظامی مہارت، فنی استعداد، سرمایہ اور زرِ مبادلہ جیسے اہم ذرائع کی ضرورت ہوگی جو پاکستان میں کئی برسوں تک دستیاب نہیں ہوں گے۔ انتظام کی سائنس سے پاکستان میں کوئی واقف نہیں ہے (اور نہ ہی ہندوستان میں)۔ فنی ماہرین کی تعداد بہت کم ہے۔ سرمائے کے وسائل ناکافی ہیں اور بیرونی ممالک سے ادائیگی کا موافق توازن بہت تھوڑا ہے۔ اس وقت پاکستان کے بینکوں میں جمع شدہ رقم تقریباً ایک ارب ہے جس سے آزادانہ طور پر سرمایہ کاری کی جاسکتی ہے۔ پاکستان کو تسلی بخش صنعت کاری کیلئے ہزاروں کروڑ درکار ہیں اور ساتھ ہی کثیر زرِ مبادلہ بھی جو اس کے پاس اسٹرلنگ حصص ملا کر بھی محدود تعداد میں ہے جیسا کہ مَیں نے حصہ نمبر ۳ میں بتلایا تھا۔ البتہ جب پاکستان اس کا رکن بن جائے گا تو انٹرنیشنل بینک سے قرضہ ملنے کا امکان ہوسکتا ہے۔ لیکن اس بینک کے ذرائع بھی اتنے کافی نہیں ہیں کہ وہ اس خلیج کو پاٹنے کے لئے کچھ زیادہ مدد کر سکے۔

۴۱۔ پاکستان کی یہ امید کہ مناسب وقت میں صنعت کاری عمل میں آجائے اس طرح بارآور ہوسکتی ہے کہ وہ برطانوی اور بیرونی کمپنیوں کو ترغیب دلائے کہ اس ملک میں اپنی صنعتیں قائم کریں۔ مجھے یقین ہے کہ چند شرائط پر جن کا ذکر میں ذیل میں کروں گا یہ کام مشکل نہیں ہوگا اور مزید یہ کہ بیرونی کمپنیوں کو اس بات پر بھی راضی کیا جائے کہ وہ نئی صنعتوں میں پاکستانی باشندوں کو سرمایہ لگانے کی پیش کش کریں۔ جن برطانوی کمپنیوں سے مَیں نے اس مسئلے پر گفتگو کی ہے وہ سب پاکستانی سرمایہ کاری کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ تقریباً ہر ملک نے زرعی بنیاد سے ابتدا کر کے

جب صنعت کاری کا معقول [illegible] حاصل کیا گیا تو اس نے بیرونی سرمایہ کاری کی مدد کے بغیر کیا ہے۔

یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ سوویٹ روس اس قاعدے کلیے سے مستثنیٰ ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اگرچہ روس میں صنعتوں کا پھیلاؤ قابلِ تعریف ہے لیکن وہ اتنا زیادہ بھی نہیں ہے جتنا کہ عام خیال ہے۔ اتحادیوں کی فتح میں روس کے عظیم کردار کا انحصار بہت کچھ اس ساز و سامان اور رسد پر تھا جو برطانیہ اور امریکہ نے اسے بہم پہنچائے تھے۔ دوسرا یہ کہ جن طریقوں سے یہ صنعت کاری حاصل کی گئی ہے انہیں کسی جمہوری ملک میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

۴۲۔ مَیں نے اوپر یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ بیرونی سرمائے کو مائل کرنے کا انحصار چند شرائط کی تکمیل پر ہے۔ ان میں سے پہلی اور واضح شرط ملک میں امن و امان قائم کرنا ہے اور ہندوستان سے جنگ کا خطرہ دور کرنا ہے۔ اس معاملے میں باہر سے یہ نظر آتا ہے کہ صورتِ حال کشیدہ اور غیر یقینی ہے حالانکہ اصل میں وہ اتنی ہے نہیں۔ مجھے اس بات کا مکمل احساس ہے کہ موجودہ کشیدگی میں تخفیف کرنا صرف پاکستان پر منحصر نہیں ہے لیکن یہ پاکستان ہی کے مفاد میں ہے کہ وہ اس سلسلے میں حتی المقدور کوشش کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مرکز اور صوبوں میں مضبوط اور مستحکم حکومتیں قائم ہوں۔ مَیں اس رپورٹ کے اگلے حصے میں اس نکتے کی وضاحت کروں گا۔ بیرونی کاروباریوں میں اعتماد پیدا کرنے کی تیسری شرط یہ ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے بجٹ میں توازن پیدا کیا جائے۔ مَیں نے اپنی رپورٹ کے حصہ نمبر ا میں اس مسئلے پر کافی روشنی ڈالی ہے لہٰذا یہاں اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جو صنعتی ادارے اپنا کاروبار پاکستانی سرمائے کی مدد سے یا مدد کے بغیر پاکستان میں قائم کرنا چاہتے ہیں انہیں یہ ضمانت درکار ہو گی کہ انہیں اپنی کاوشوں کا تسلی بخش صلہ ملنا چاہئے۔ اور یہ کہ جب وہ پھلنے پھولنے لگیں تو انہیں قومی تحویل میں نہ لیا جائے۔ پاکستانی اخبارات میں اور کسی کسی صوبائی وزیر کی زبانی ایسی غیر ذمّہ دارانہ باتیں سنی جا رہی ہیں کہ پاکستان کو ایک اشتراکی ریاست بنایا جائے گا اور اس مقصد کے حصول کیلئے پیداوار کے ذرائع کو قومی ملکیت میں لیا جائے گا۔ جو مصنفین اور مقررین اس طرح کی باتیں کرتے ہیں انہیں نہ تو ان اصطلاحوں کا بخوبی علم ہے اور

نہ ہی وہ ان کے مضمرات سے واقف ہیں لیکن بیرونی سرمائے، خاص طور پر امریکہ کے سرمائے کو خوفزدہ ضرور کرتے ہیں کیونکہ ان کا اس بات پر ایمان ہے کہ دنیا کا عظیم ترین پیداواری نظام امریکہ میں انفرادی اور نجی کوششوں سے قائم ہوا ہے۔

۴۳۔ مجھے کوئی اختلاف نہیں کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں ذاتی ملکیت سے بہتر قومی ملکیت ہوتی ہے مثلاً آبپاشی کے منصوبے، عوامی بہبود کا کام اور شاید ٹرانسپورٹ بھی۔ لیکن جن حالات سے آج کل پاکستان دوچار ہے اس میں ان شعبوں میں بھی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً میری اطلاع کے مطابق حکومتِ سندھ کراچی ٹراموے کمپنی خریدنے کے متعلق غور کر رہی ہے جس کی ملکیت غیر ملکی ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک صوبے کی کوتاہ اندیشی ہے کہ وہ اپنے محدود وسائل کو صوبے کی بھلائی میں نئی منفعت بخش املاک بنانے کے بجائے پہلے سے موجود اثاثے پر خرچ کرنا چاہتی ہے۔ مزید برآں چند حلقوں میں اور خاص طور پر مشرقی بنگال میں یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ پٹ سن کی فصل کی خریداری اور فروخت براہ راست کی جائے تو اس سے ملک کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے اور یہ کہ اگر آڑھتی کے منافع کو بیچ سے ہٹا دیا جائے تو اس سے بھی ریاست کے خزانے کو بہت فائدہ ہوگا۔ میرے خیال میں یہ محض فریبِ نظر ہے۔ کسی نہ کسی کو وہ خدمات بہر حال انجام دینی ہیں جو اس وقت بیوپاری انجام دے رہے ہیں اور مجھے سرکاری ملازمین اور حکومتی اداروں پر اعتبار نہیں کہ وہ یہ خدمات زیادہ مستعدی اور زیادہ کفایت شعاری سے انجام دے سکیں جیسا کہ اب موجودہ تاجر دے رہے ہیں۔ یہ بات معنی خیز ہے کہ کلکتہ کے سیانے مل مالکان موجودہ نظام پر تکیہ کئے آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں اور تاجروں کو ان خدمات کی اجرت ادا کر رہے ہیں۔ بہر حال مجھے یہ سوچنا چاہئے تھا کہ پچھلے چار برسوں میں حکومتِ بنگال کی طرف سے خریداری کا جو افسوس ناک مالیاتی نتیجہ نکلا ہے اس کو دیکھتے ہوئے حکومت کے وزراء اور سیکرٹری صاحبان اس خیال سے باز آ جائیں گے کہ ریاستی تجارت سے خزانے کو کثیر منافع ہو سکتا ہے۔

۴۴۔ میرے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ جلد ہی ایک اعلان کے ذریعے یہ وضاحت

اور یہ ضمانت بھی دی جائے کہ باقی ماندہ کام نجی کارپردازوں پر چھوڑ دیئے جائیں۔

۴۵۔ مذکورہ بالا تدابیر اتنی کافی نہیں ہیں کہ ان سے پاکستانی ملکیت یا مشترکہ ملکیت کی صنعتوں کو پاکستان میں قائم کرنے کی ترغیب دی جاسکے۔ اس کیلئے مالیاتی اقدامات بھی ضروری ہیں۔ یہ دو عنوانات کے تحت آتے ہیں یعنی محافظتی محصول اور ٹیکس میں مراعات۔ حکومتوں کا یہ ہمہ گیر قاعدہ ہے کہ وہ اپنی نئی اور نوزائیدہ صنعتوں کو بیرونی مقابلے سے بچانے کیلئے محافظتی محصولات کا ایک نظام قائم کرتی ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ محصولات صرف اتنے ہونے چاہئیں کہ ان سے مؤثر حفاظت حاصل ہو سکے لیکن بہت زیادہ بھی نہیں اور نہ انہیں اتنی دیر تک برقرار رکھنا چاہئے کہ ان کی وجہ سے ضرورت سے زیادہ اطمینان، سستی اور نااہلی پیدا ہو جائے۔ بلاشبہ حکومت ایک محصولاتی بورڈ تشکیل دے گی تاکہ وہ ابتدائی نرخوں کے متعلق مشورہ دے اور گاہے گاہے ان نرخوں پر نظر ثانی کرتا رہے۔ چونکہ پاکستان صنعتی میدان میں پہلا قدم رکھ رہا ہے اس لئے میں محافظتی محصولات سے آگے بڑھ کر ٹیکس کی مراعات دینا چاہوں گا۔ میرے خیال میں یہ بات ناروا نہ ہو گی اگر پاکستان میں قائم کی ہوئی ایک نئی کمپنی سے پہلے پانچ سالوں کے دوران کوئی انکم ٹیکس یا دوسرے متعلقہ ٹیکس اس وقت تک نہ لئے جائیں جب تک وہ اپنے سرمائے پر ۵ فیصد منافع نہ کما لے اور اگلے ۵ تا ۱۰ فیصد منافع پر شرح ٹیکس کا آدھا اور جب منافع ۱۰ یا ۱۵ فیصد سے زیادہ ہو جائے تو پورا ٹیکس لگانا چاہئے۔

۴۶۔ مذکورہ حالات اور تجاویز کی روشنی میں مجھے پوری امید ہے کہ پاکستان میں تسلی بخش صنعت کاری ہوگی۔ میری امید کی بناء اس پر ہے کہ میرے کراچی میں قلیل مدت کے قیام کے دوران کئی کمپنیوں کے نمائندوں سے گفتگو ہوئی تھی۔

۴۷۔ بعض مرتبہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو ملک بیرونی سرمایہ کاری قبول کرتا ہے اسے دو قسم کے خطرات کا سامنا ہوتا ہے یعنی جو ملک سرمایہ لگا رہا ہے اس کا یہ سیاسی غلبہ یا دباؤ کہ معیشت کو بجائے اس ملک کے سرمایہ کار ممالک کے مفاد میں تشکیل دیا جائے۔

میرے خیال میں پہلا خطرہ محض فریبِ نظر ہے دوسرا خطرہ اتنا زیادہ اہم نہیں کہ کوئی جدید ریاست اس کی روک تھام نہ کر سکے۔

۴۸۔ اپنی رپورٹ کے اس حصے کو ختم کرنے سے پہلے میں تین مزید معاملات کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں یعنی برقی سپلائی، بندرگاہ کی سہولتیں اور نئی تعلیم۔ باری باری مَیں یہاں ان پر بحث کروں گا۔

جدید مصنوعات کی تیاری کا انحصار مناسب توانائی کی رسائی پر ہے اور اس سیاق و سباق میں اس کا مطلب برقی توانائی سے ہے۔ لہٰذا جیسے جیسے صنعتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا بجلی کی مانگ بڑھتی جائے گی اور اسی تناسب سے بجلی کی پیداوار میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ یہ حالات پر منحصر ہے کہ برقی توانائی حرارت سے پیدا کی جائے یا پانی سے۔ یہ غلط تصوّر عام ہے کہ حرارت سے کم قیمت پر پانی سے بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ یہ ہر صورتِ حال میں درست نہیں ہے۔ حرارت پیدا کرنے والے اسٹیشن کے مقابلے میں پن بجلی کے اسٹیشن کی دیکھ بھال پر جو اضافی اخراجات آتے ہیں ان سے حراری بجلی پیدا کرنے کے عمل پر زیادہ اخراجات کی تلافی ہو جاتی ہے۔ پن بجلی کا منصوبہ اس وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اسے کثیر المقاصد منصوبوں کا حصہ بنایا جائے مثلاً بجلی اور آبپاشی یا سیلاب کی روک تھام۔ اس طرح بالائی اخراجات کو پھیلانے سے پن بجلی حراری بجلی سے سستی ہو جائیگی۔ کثیر المقاصد منصوبے میں ہمیشہ ریاست سرمایہ لگاتی ہے لیکن ضرورت پڑنے پر ایک خالصتاً برقی منصوبے میں کوئی قومی کمپنی بھی سرمایہ لگا سکتی ہے۔

جہاں تک بندرگاہوں کا تعلق ہے تو پاکستان کے پاس کراچی کی بندرگاہ ایسی ہے کہ اس پر کچھ مزید خرچ کرنے سے کئی سالوں تک ملک کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی۔ گھاٹ اور حمالہ (کرینوں) کی سہولت میں بہتری سے بلاشبہ فائدہ حاصل ہوگا۔ لیکن کراچی میں مجھے جو نقص نظر آتا ہے وہ ایک خشک گودی کی غیر موجودگی ہے حالانکہ اسے تیار کرنے پر زیادہ اخراجات بھی نہیں آتے اور جیسا کہ دوسرے ممالک میں اکثر ہوتا ہے کہ اس پر نجی ادارے سرمایہ لگا سکتے ہیں اور اسے

چلا بھی سکتے ہیں۔

مشرقی پاکستان کی صورتِ حال بالکل مختلف ہے۔ چٹاگانگ کی موجودہ گنجائش موجودہ ضرورتوں کیلئے بھی ناکافی ہے اور آئندہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کیلئے بہت ہی کم ہے۔ خوش قسمتی سے کثیر رقم خرچ کئے بغیر اس کی گنجائش بڑھائی جاسکتی ہے خصوصاً اگر گودیوں میں اضافے کی تلافی بارگیری کی اجرتوں سے کرلی جائے۔

اگرچہ چٹاگانگ مشرقی پاکستان کی اہم بندرگاہ کی حیثیت سے برقرار رہے گا تاہم اس صوبے میں ذیلی بندرگاہیں تعمیر کرنے کے امکانات کا جائزہ لینا چاہئے۔ ڈھاکہ کے دورے پر مَیں نے جو نوٹ لکھا تھا اس میں مشرقی پاکستان کی بندرگاہ میں موجودہ سہولتوں کا تفصیلی ذکر ہے۔

آخر میں فنی تعلیم۔ اپنی رپورٹ کے حصہ نمبر ا میں مَیں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ پاکستان کو چاہئے کہ وہ مفت لازمی تعلیم کے منصوبے کو اس وقت تک روک رکھے جب تک صنعت کاری سے دولت پیدا ہو کر اس منصوبے کیلئے روپیہ حاصل نہ ہو جائے۔ اگر پاکستان خود کو ایک صنعتی ملک بنانا چاہتا ہے تو اسے کافی تعداد میں فنی تربیت یافتہ افراد حاصل کرنے ہوں گے جو اس وقت بہت کم ہیں۔ اس سلسلے میں اور چیزوں کے علاوہ تجارتی اسکول، پولی ٹیکنیک اسکول قائم کرنا اور یونیورسٹیوں میں صنعتی اور فنی علوم کی سہولتیں مہیا کرنا شامل ہیں۔ علاوہ ازیں صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک میں اپنے افراد کی تربیت کا بھی ایک منصوبہ بنانا چاہئے۔ جو برطانوی کمپنیاں پاکستان میں کام کرنے کا سوچ رہی ہیں ان سے بات چیت کے دوران مجھے یہ سن کر اطمینان ہوا کہ وہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ پاکستانیوں کو برطانیہ کے اندر اپنے کارخانوں میں تربیت دیں۔

۴۹۔ اور آخر میں ایک انتباہ۔ فنی تربیت یافتہ افراد کی تعداد میں صنعت اور تجارت کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے مطابق توازن رکھنا چاہئے۔ ہمیں ہندوستان کی یہ غلطی دہرانی نہیں چاہئے کہ اس نے جتنی ملازمتیں موجود نہیں تھیں اس سے کہیں زیادہ تعلیم یافتہ

نوجوان کھڑے کر دیے۔

حصہ پنجم
تنظیم اور انصرام

۵۰۔ مَیں اپنی رپورٹ کے اس حصے میں کچھ عام تبصرہ کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ اعتراف ہے کہ اس کی بنیاد نا کافی مشاہدے اور کچھ سنی سنائی باتوں پر ہے۔ لیکن یہ بات بھی انتہائی قابلِ اعتماد مشاہدین سے حاصل کی گئی ہے۔ لہٰذا میں یہ آراء کچھ جھجھک کے ساتھ پیش کر رہا ہوں لیکن اگر میں انہیں پیش نہ کروں تو گویا اپنے فرض میں کوتاہی کروں گا۔

۵۱۔ انتظامیہ کے متعلق میرا عام تصوّر یہ ہے کہ جن عظیم فرائض کا اسے سامنا ہے ان میں سے چند غیر معمولی معاملات کو چھوڑ کر مجموعی طور پر یہ کمزور ہے۔ یہ کمزوری وزراء اور سرکاری ملازمین میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ بہت حد تک یہ ناگزیر بھی ہے۔ مثال کے طور پر پنجاب کو لیجئے۔ ماضی قریب میں سیاست کا جو چلن تھا اس کی وجہ سے وزیروں کو حکومت کا کوئی تجربہ نہیں تھا اور جہاں تک سول سروس کا تعلق ہے تو برطانوی افسروں کی کثیر تعداد میں واپسی سے روزمرہ کے انتظام میں کافی کمزوری آ گئی ہے۔

۵۲۔ ان کمزوریوں کا کوئی قلیل المیعاد علاج نہیں ہے لیکن وزراء کے معاملے میں میرا خیال ہے کہ تین یا چار مسلمان ایسے ہیں جنہیں اگر حکومت میں شامل کر لیا جائے تو انتظامیہ میں کافی مضبوطی آ جائے گی۔ اگر سیاسی طور پر یہ ممکن ہو اور میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ عمل سیاسی طور پر بھی مناسب ہوگا کہ غیر مسلموں کو بھی وزیر مقرر کیا جائے کیونکہ اس طرح انتخاب کا میدان وسیع تر ہو جائے گا۔ جہاں تک سول سروس کا تعلق ہے تو میرے خیال میں کچھ عرصے کیلئے ان برطانوی آئی سی ایس افسروں کو دوبارہ بلانے کی کوشش کی جائے جو تقسیم کے وقت عجلت میں سبکدوش ہو گئے تھے۔ مجھے یہ جان کر تعجب اور افسوس بھی ہوا کہ جب برطانوی افسروں نے اپنی خدمات پیش کی تھیں تو چند حلقوں میں مزاحمت پائی جاتی تھی حالانکہ مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ اس پیش کش سے ان کا مقصد ذاتی مفاد حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ حقیقت میں وہ چاہتے تھے کہ ابتدائی ناگزیر

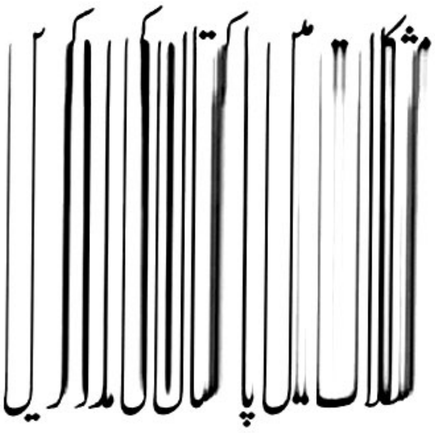

۵۳۔ وزراء کی ناتجربہ کاری سے افسوسناک نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ وزراء میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ یا تو خود ہی یا مقامی رکن اسمبلی کے دباؤ سے اضلاع میں سرکاری افسروں کے احکامات میں مداخلت کرتے ہیں یا انہیں منسوخ کر دیتے ہیں۔ سرکاری ملازمین کے حوصلے پست کرنے کیلئے اس قسم کی کارروائیاں سب سے زیادہ تباہ کن ہیں۔

۵۴۔ بعض ذمّہ دار حلقوں سے مَیں نے اعلیٰ عہدوں پر رشوت ستانی اور بدعنوانی کی افواہیں بھی سنی ہیں۔ پاکستان کی کامیابی بلکہ اس کی بقاء کا انحصار عوام کی حمایت اور ان کے اعتماد پر ہے۔ اس سے زیادہ اور کوئی چیز عوام کے اعتماد کو کمزور نہیں کر سکتی اور نقصان نہیں پہنچا سکتی کہ وہ یہ خیال کرنے لگیں کہ جو لوگ ان کی قسمت کے نگہبان ہیں وہ خود رشوت ستانی اور بدعنوانی میں ملوث ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ مشرقی بنگال کی حکومت اپنے صوبے سے رشوت ستانی اور بدعنوانی دور کرنے کی پُرعزم کوشش کر رہی ہے۔ بنگال ایڈمنسٹریشن انکوائری کمیٹی ۴۵-۱۹۴۴ء نے جس کی صدارت کا اعزاز مجھے حاصل تھا اپنی رپورٹ میں رشوت ستانی اور بدعنوانی کے متعلق بہت کچھ ذکر کیا ہے اور پوری انکساری کے ساتھ میری یہ سفارش ہے کہ مرکز اور صوبوں کے وزراء اور اعلیٰ افسر اس رپورٹ کا مطالعہ کریں کیونکہ اس میں انتظامیہ کے تمام شعبوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

۵۵۔ حکومتی تنظیم پر غور کرتے ہوئے مَیں اس مسئلے کے صرف دو پہلوؤں پر تبصرہ کروں گا یعنی مرکز کا صوبوں سے تعلق اور منصوبہ بندی اور ترقی کیلئے مرکز میں انتظامی بندوبست۔

اوّل الذکر کے بارے میں پریس کے بعض حصوں میں یہ سہرا میرے سر باندھا گیا ہے کہ یہ نظریہ میرا ہے کہ مغربی پنجاب، سندھ اور صوبۂ سرحد اور بلوچستان کو ملا کر ایک سیاسی اور انتظامی یونٹ (وحدت) بنا دیا جائے اور اس کا نام ''مغربی پاکستان'' رکھ دیا جائے۔ بیشک میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ معاشی وجوہات کی بناء پر یعنی روپیہ پیسہ اور انتظامی افرادی قوت کے اعتبار

سے اس طرح کے امتزاج پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن مَیں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کم از کم مستقبل قریب میں سیاسی طور پر یہ حل ممکن نہیں ہے۔ مزید برآں مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جو شخص اپنے گاؤں یا صوبے سے محبت کرتا ہے وہ زیادہ محبِ وطن بھی ہوگا۔ تاہم تنگ نظر صوبہ پرستی میں واضح خطرات ہیں۔ اگر پاکستان کو طاقتور بننا ہے تو اس کے مرکز کو مضبوط ہونا چاہئے۔ ہمیں بلوچوں کا بلوچستان، پنجابیوں کا پنجاب، سندھیوں کا سندھ، بنگالیوں کا بنگال جیسی آوازوں کی جگہ پاکستانیوں کا پاکستان والا نعرہ سنائی دینا چاہئے۔ اسی سبب کی بناء پر مَیں نے اس رپورٹ کے کسی پچھلے حصے میں یہ مشورہ دیا تھا کہ آمدنی کے جو ذرائع اس وقت صوبے استعمال کر رہے ہیں انہیں مرکز کو منتقل کر دیا جائے۔

ایک اور موضوع جو انتہائی اہم ہے وہ یہ کہ صنعتی فروغ کو مرکزی فہرست میں شامل کرنا چاہئے۔ اس کی وجوہات اتنی ٹھوس اور واضح ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کہ اس موضوع کو ۱۹۳۵ء کے قانون میں کیوں مرکزی فہرست سے خارج کیا گیا تھا۔ مثال کے طور پر صنعتی ترقی کا مالیاتی پالیسی سے اتنا قریبی تعلق ہے کہ ان دونوں کو ایک ہی حکومتی ادارے کے تحت ہونا چاہئے۔ مزید برآں ان دنوں صنعت کے محل وقوع کا تعین بہت حد تک حربی حکمتِ عملی کے تحت کیا جاتا ہے اور اس کا اندازہ صوبوں سے زیادہ مرکز کو ہوا کرتا ہے۔

۵۶۔ صنعتی پالیسی سے وابستہ بلکہ اس کا ایک اہم جزو لیبر پالیسی ہے اور اس کو بھی مرکزی موضوع ہونا چاہئے۔ یہ امر انتہائی اہم ہے کہ پاکستان میں مزدوروں کو ذی شعور اور صحت بخش خطوط پر منظّم کیا جائے اور ہندوستان کی طرح نہیں کہ چند سالوں کے اندر قومی دولت اور خود مزدوروں کے مفادات کو نقصان پہنچاتے ہوئے وہاں کے مزدور مکمل طور پر ہاتھوں سے نکل گئے ہیں۔

مجھے یہ دیکھ کر تشویش ہو رہی ہے کہ پاکستان میں بھی نام نہاد مزدور رہنماؤں کی ناروا اور تخریبی سرگرمیوں کی علامتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیا ان رہنماؤں کی سرگرمیاں کس نظریاتی بنیاد پر ہیں یا انہیں وہ لوگ پیسہ کھلا رہے ہیں جو پاکستان کی مشکلات میں

اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے صوبوں میں اگر گریڈوں کی سختی سے پابندی کرنا ہے تو اس کا

مطلب یہ نہیں کہ مَیں مزدوروں کو قرینے سے منظّم کرنے کی کوششوں کو کچلنے اور ان کی حوصلہ شکنی کی پالیسی کا مشورہ دے رہا ہوں۔ اس کے برعکس میرا ایما ہے کہ یہ پاکستان کے آجروں کے اور مزدوروں کے مفاد میں ہے کہ مزدوروں کی طاقتور اور منظّم تنظیمیں ہوں جو اپنے جائز مفادات کا تحفّظ کر سکیں، اپنے کارکنوں کو نظم وضبط سکھائیں اور جو معاہدے ان کے اور آجروں کے درمیان آزادانہ طور پر ہوئے ہیں ان کی فرض شناسی سے پابندی کریں۔ میری سفارش ہے کہ مناسب وقت میں وزارتِ محنت کے ایک یا کئی افسروں کو خصوصی فریضہ (اسپیشل ڈیوٹی) پر برطانیہ بھیجا جائے تا کہ وہ حکومتِ برطانیہ اور ''ٹرانسپورٹ ہاؤس'' کے مشورے سے کارکنوں کی تنظیم کے برطانوی نظام کا مطالعہ کر سکیں جو میری نظر میں دنیا کا بہترین نظام ہے۔

۵۷۔ جو فرائض اس وقت صوبے انجام دے رہے ہیں انہیں مرکزی فہرست میں منتقل کرنے سے میرا مطلب یہ نہیں کہ صوبوں کو ان معاملات سے بالکل ہی علیحدہ کر دیا جائے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی غلطی ہوگی۔ مثال کے طور پر صنعتوں میں عام حکمت عملی کا تعین بڑی حد تک مرکز ہی کرے گا لیکن جہاں تک اس حکمتِ عملی پر عمل درآمد کا تعلق ہے تو یہ فرض صوبے سرانجام دیں گے۔ دوسرے الفاظ میں صنعت متوازی فہرست میں شامل ہوگی۔

۵۸۔ مجھے خوف ہے کہ مضبوط مرکز کے قیام کی چند مفاد پرست مخالفت کریں گے۔ اس مخالفت کی بنیاد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو متعلقہ مسائل کا صحیح اندازہ نہیں ہوگا۔ اور میرے خیال میں اس پر قابو پانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔

۵۹۔ جہاں تک منصوبہ بندی اور ترقی کے مقاصد کیلئے مرکز کی تنظیم کا تعلق ہے مَیں اس بارے میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ معمولی تبدیلیوں میں ڈاکٹر نذیر احمد نے کابینہ کو جس بندوبست کی سفارش کی ہے مجھے ان سے اتفاق ہے کہ ایک مختصر مرکزی منصوبہ بندی عملہ ہونا چاہئے اور صلاح مشورے اور غور وفکر کرنے کیلئے علیحدہ شعبے ہونے چاہئیں۔ اول الذکر میں عہدہ داروں کی کمیٹی ہونی چاہئے جس کی صدارت سیکرٹری جنرل کریں نہ کہ وزیراعظم جیسا کہ

مشورہ ڈاکٹر نذیر احمد نے دیا ہے۔ اس کمیٹی کے ارکان میں شامل معاشی وزارتوں اور وزارتِ مالیات کے سیکرٹری صاحبان ہوں گے اور اس میں دوسرے ارکان کو شامل کرنے کا اختیار بھی ہو گا مثلاً جب کسی صنعت کے محل وقوع پر غور کیا جا رہا ہو تو وزارتِ دفاع کے نمائندے کی شرکت وغیرہ۔ منصوبہ بندی کے مقاصد کیلئے حکومت جو دوسرا مشاورتی شعبہ تشکیل دینا چاہے تو اس کے چیئرمین، وزیراعظم اور اراکین میں معاشی وزارتوں کے وزراء، صوبوں کے نمائندے اور صنعتوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔

۶۰۔ آخری بات یہ کہ معاشی پالیسی پر کابینہ کی ایک کمیٹی ہونی چاہئے جو مذکورہ بالا شعبوں کے پیش کردہ پالیسی مسائل پر فیصلہ کر سکے۔ اس کمیٹی کی صدارت وزیراعظم کو کرنی چاہئے اور اس میں حکومت کے معاشی محکموں کے وزراء شامل ہونے چاہئیں۔ اس کمیٹی کے فیصلوں کو پوری کابینہ کے سامنے اطلاع اور منظوری کیلئے پیش کیا جانا چاہیے۔

۶۱۔ فنی جماعتیں جن کا قیام بعض مرتبہ مفید ثابت ہوتا ہے انہیں مرکزی منصوبہ بندی کے شعبے سے وابستہ کرنے کے بجائے ان محکموں کے ساتھ منسلک کرنا چاہئے جو متعلقہ صنعت کے ذمّہ دار ہیں۔ منصوبہ بندی کی کامیابی اور ناکامی کا بڑی حد تک انحصار اس مستقل عملے کی قابلیت پر ہے جو اس میں کام کر رہا ہے۔ یہ عملہ زیادہ بڑا نہیں ہونا چاہئے لیکن قابلیت میں درجۂ اوّل کا ہو۔ اس میں ایک معاشی شعبہ اور ایک شماریات کا شعبہ ہونا چاہئے۔ موخرالذکر انتہائی اہمیت کا حامل ہے شماریات کا مناسب انتظام نہ ہونے سے ہندوستان نے ماضی میں بہت نقصان اٹھایا ہے کیونکہ اس کے بغیر منصوبہ بندی کا کام تاریکی میں ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی میں شماریات کی اہمیت کا اندازہ لگانے کیلئے ''دی مینوفیکچرآف انڈسٹریل مشینری اینڈ اکوپمنٹ فارانڈیا'' کی رپورٹ کا مطالعہ کرنا چاہیے جسے امریکہ کی ایک ممتاز کمپنی ''میسرز فورڈ، بیکن اینڈ ڈیوس'' نے تیار کیا تھا جس کو ہندوستان کے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈپارٹمنٹ نے ۴۶-۱۹۴۵ء میں یہ کام سپرد کیا تھا۔ اگر یہ میرے لئے نامناسب نہ سمجھا جائے تو میں یہ کہوں گا کہ میری نظر میں یہ حکومت کی خوش قسمتی ہے کہ اس نے ڈاکٹر نذیر احمد کی خدمات حاصل کر کے

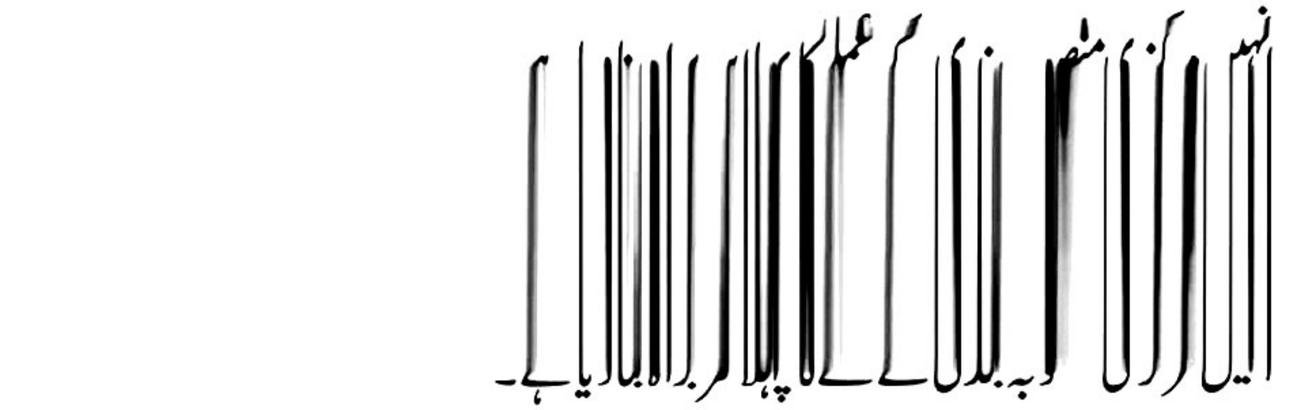

۶۲۔ مَیں نے اس حصے کے اختتام پر اس بحث کو ملتوی رکھا تھا کہ آیا کوئی علیحدہ ''وزارتِ تعمیر و ترقی'' ہونی چاہئے یا اس کے لئے دوسرا نام ''وزارتِ معاشی امور'' رکھا جائے۔ مجھے دہلی اور لندن میں جو تجربہ ہوا ہے اس سے مَیں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس طرح کی وزارت قائم کرنا غلطی ہو گی۔ اس سے ''اختیارات'' کے مسئلے پر معاشی وزارتوں سے اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ تاہم اس بات پر بحث ہو سکتی ہے کہ آیا ایک علیحدہ ''وزارتِ معاشی امور'' تشکیل دینی چاہئے یا نہیں۔ برطانیہ میں اس طرح کی صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے۔ تاہم اس طرح کے بندوبست کو اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دینے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس کے وزیر کا مرتبہ ایسا ہو کہ اسے معاشی محکموں کے وزراء پر واضح اختیار حاصل رہے۔ اس وقت پاکستان میں اس طرح کے بندوبست میں واضح مشکلات حائل ہیں لہٰذا جو حل اس وقت ڈھونڈا گیا ہے اس پر مَیں اتفاق کرتا ہوں کہ مرکزی منصوبہ بندی کا عملہ وزیراعظم کے دفتر کا ایک حصہ ہو گا۔

حصہ ششم

ہندوستان کے ساتھ معاشی تعلقات

۶۳۔ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان معاشی میدان میں قریبی اور خوشگوار تعلقات سے دونوں ملکوں کو فائدہ پہنچے گا۔ مزید برآں اگر کوئی ملک اس سے بچنا بھی چاہے تو کوئی ۲۵۰۰ میل لمبی اور مالی لحاظ سے گراں ناکہ بندی کرنے کیلئے تیار نہیں ہو گا اور غیر قانونی درآمد و برآمد اور رشوت کے غیر محدود امکانات سے نہیں بچ سکے گا۔

لہٰذا پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ہندوستان کے ساتھ ''کسٹم کے بندوبست'' کا تصفیہ ہو جائے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے اس کا مطلب ''کسٹم یونین'' نہیں ہے۔ اس طرح کے انتظام کی لازمی شرط یہ ہوتی ہے کہ پاکستان آزادانہ اپنی صنعتیں قائم کر سکتا ہے اور انہیں محصول کا

تحفّظ دے سکتا ہے۔ دہلی میں (حکومتِ ہند کے ساتھ) عزت مآب وزیرِ فنانس اور میری جو گفتگو ہوئی تھی اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کی حکومت کو اس صورتِ حال سے مکمل اتفاق ہے۔

۶۴۔ اس رپورٹ میں کسی اور جگہ یہ وضاحت کی گئی تھی کہ اس کا قوی امکان ہے کہ ہندوستان کیساتھ توازنِ ادائیگی کے معاملے میں پاکستان کی تجارت منافع بخش رہے گی۔ لہٰذا میرے خیال میں یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے ساتھ پاکستان اس شرط پر ایک ''مالیاتی معاہدہ'' کر لے کہ دوسری چیزوں کے علاوہ اگر پاکستان دونوں ملکوں کے درمیان طے شدہ رقم سے زیادہ ہندوستانی سکہ حاصل کر لیتا ہے تو اس زائد رقم کو سونے یا زرمبادلہ میں تبدیل کر سکے۔ انتہائی فنی تفصیلات کا ذکر مَیں یہاں کرنا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ پاکستان کے پاس مسٹر سینٹ جان ٹرنر جیسا افسر موجود ہے جو مالیاتی معاہدوں کے ہر پہلو سے واقف ہے۔

اے رولینڈز

۱۔ جناح پیپرز جلد ششم۔ اپنڈکس ۴

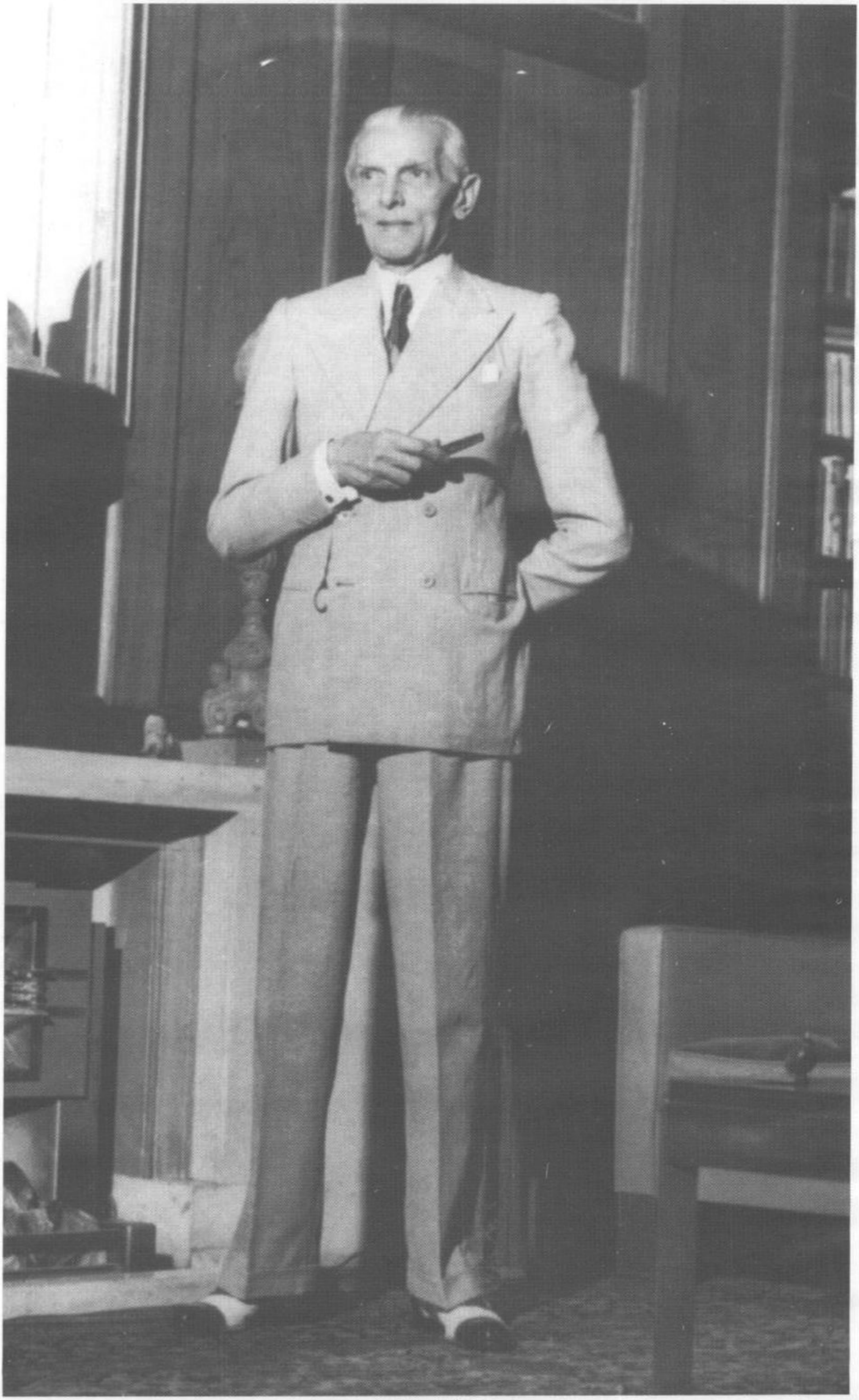

قائداعظم محمد علی جناح

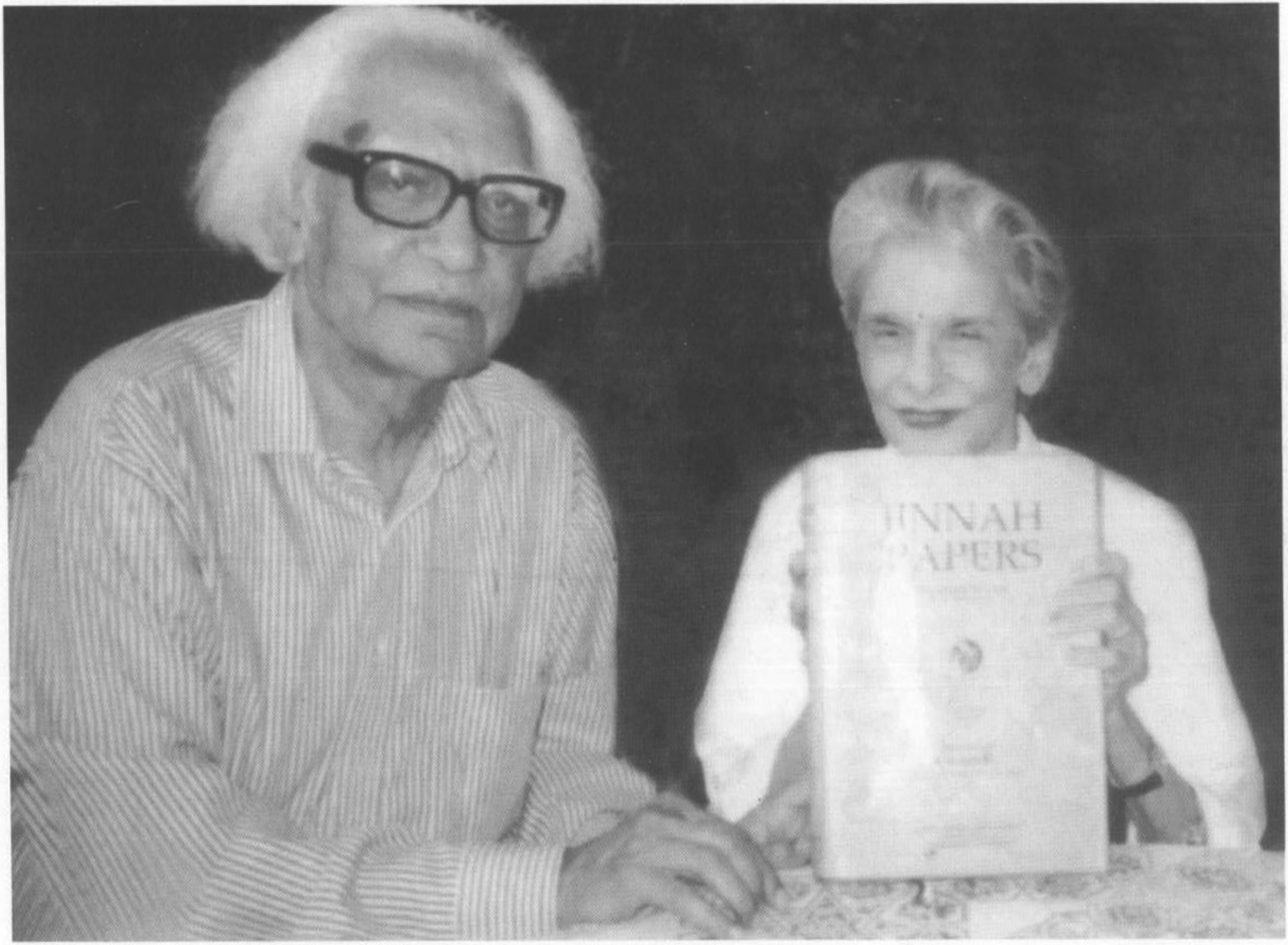

ڈاکٹر زوّار حسین زیدی قائد کی صاحبزادی محترمہ دینا جناح (واڈیا) کو جناح پیپرز کی جلد پیش کرتے ہوئے

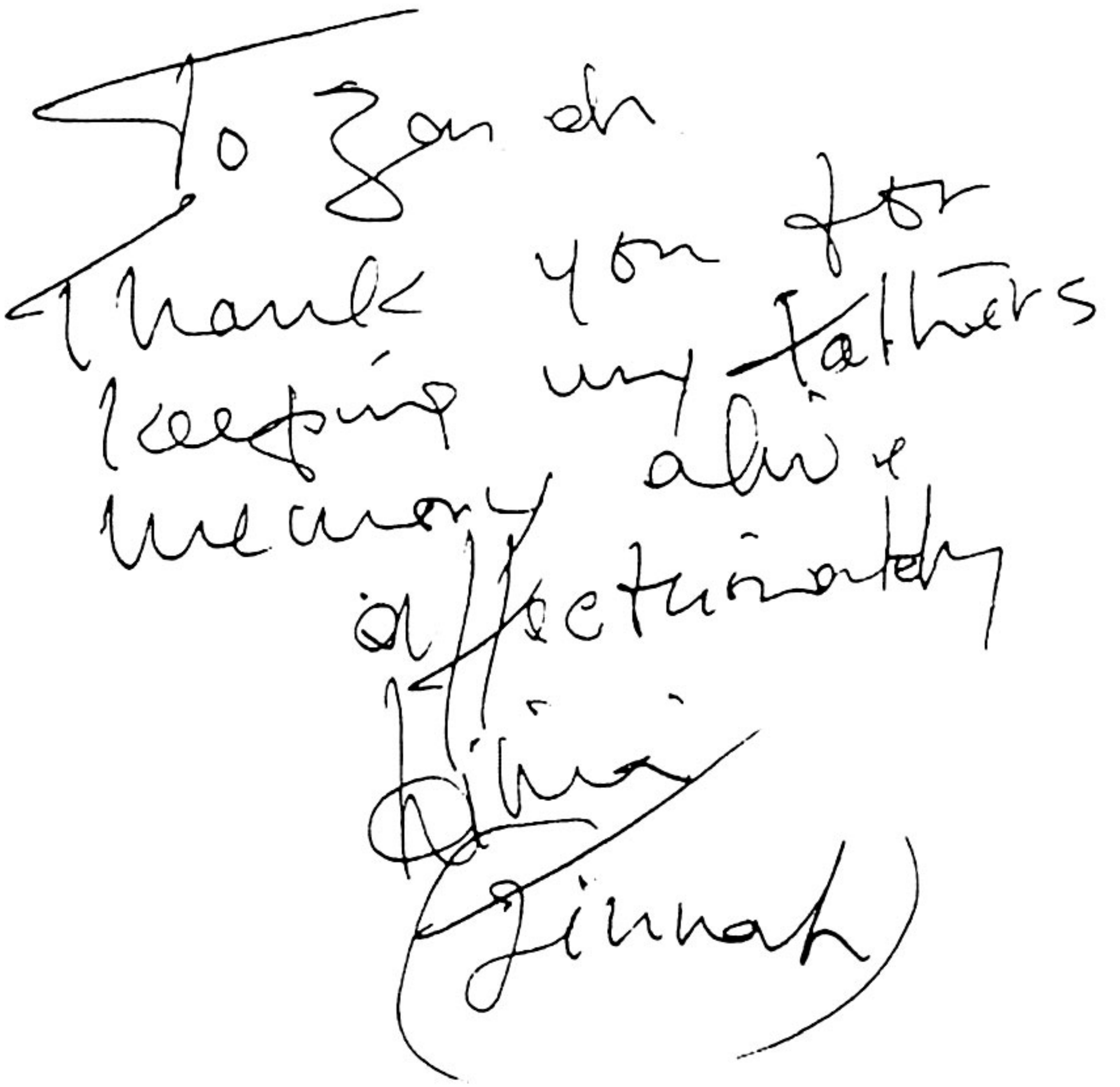

ترجمہ:

زیدی!

مَیں تمہاری ممنون ہوں کہ تم نے میرے والد کی یادزندہ رکھی ہوئی ہے۔

خلوص ومحبت کے ساتھ

دیناجناح

۹ستمبر۲۰۰۱ءکوڈاکٹرزوّارحسین زیدی کے کام کے بارے میں دیناجناح کی رائے کاعکس

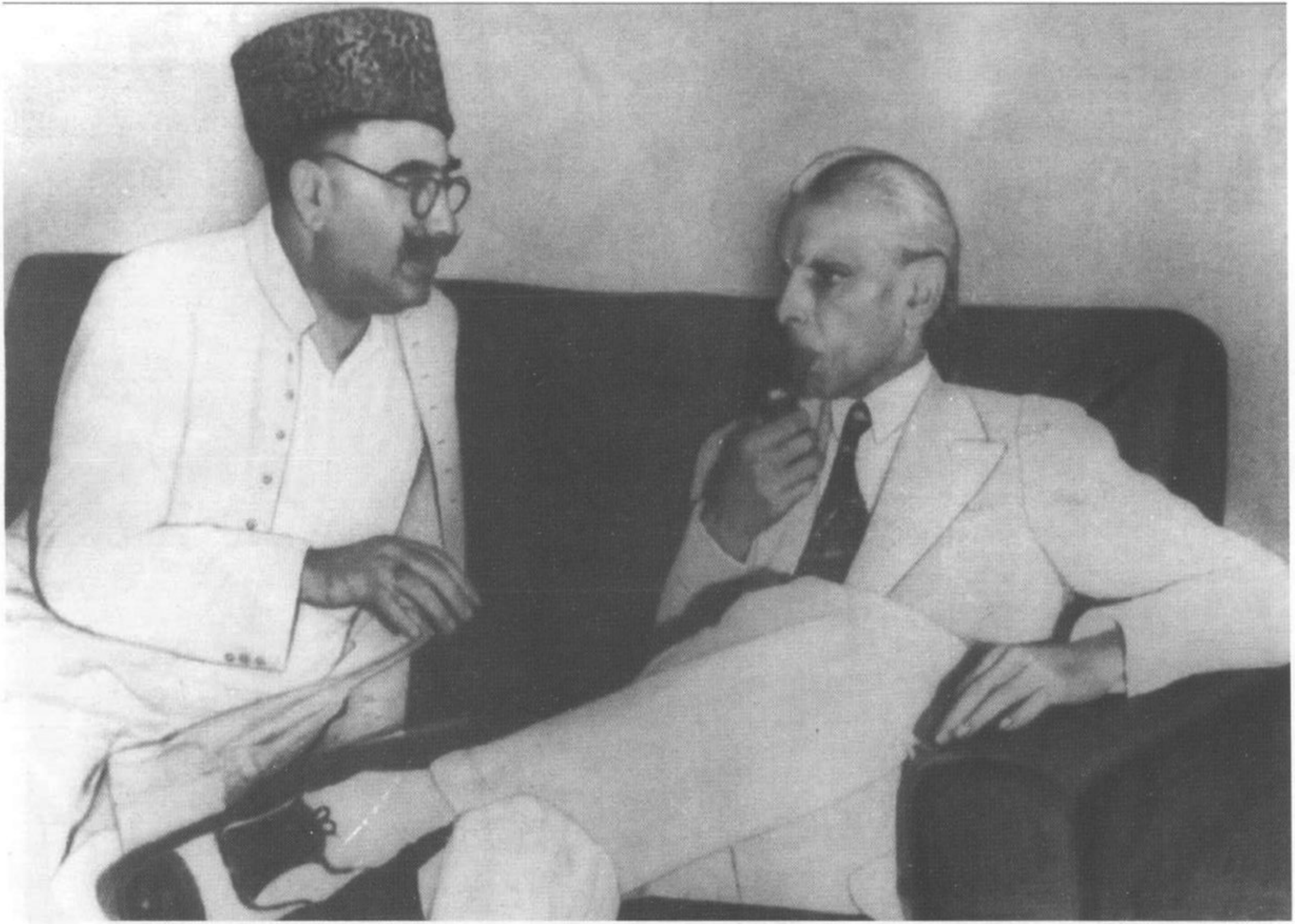

قائدسردار عبدالرّب نشتر کے ساتھ محوِ گفتگو



قائد ۲۵ اگست ۱۹۴۷ء کو بلدیہ کراچی کے استقبالیہ خطبے کا جواب دیتے ہوئے۔ سامنے لیاقت علی خاں بھی تشریف فرما ہیں

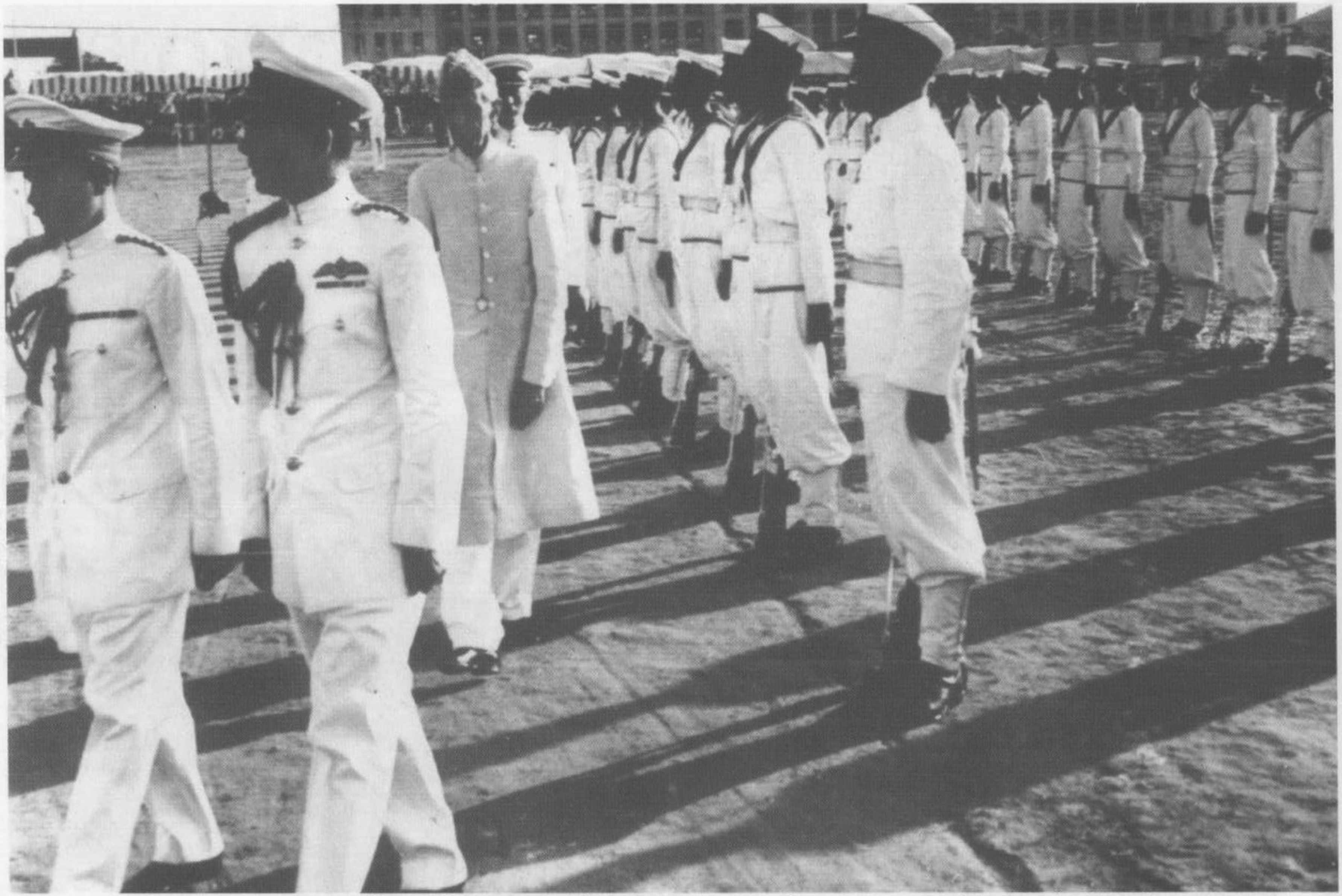

قائد گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستانی بحریہ کے گارڈ آف آنر کا معائنہ کرتے ہوئے



۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو لیاقت علی خاں پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم کی حیثیت سے رجسٹر پر دستخط کر رہے ہیں۔ سامنے قائداعظم تشریف فرما ہیں۔



قائد ۱۹۴۶ء میں حیدر آباد دکن میں مسلم لیگ نیشنل گارڈز کے ہمراہ



قائد چیف اسکاؤٹ کا حلف اٹھانے کے بعد اسکاؤٹوں کے نام اپنا پیغام پڑھتے ہوئے



قائد کی محترم ہمشیرگان

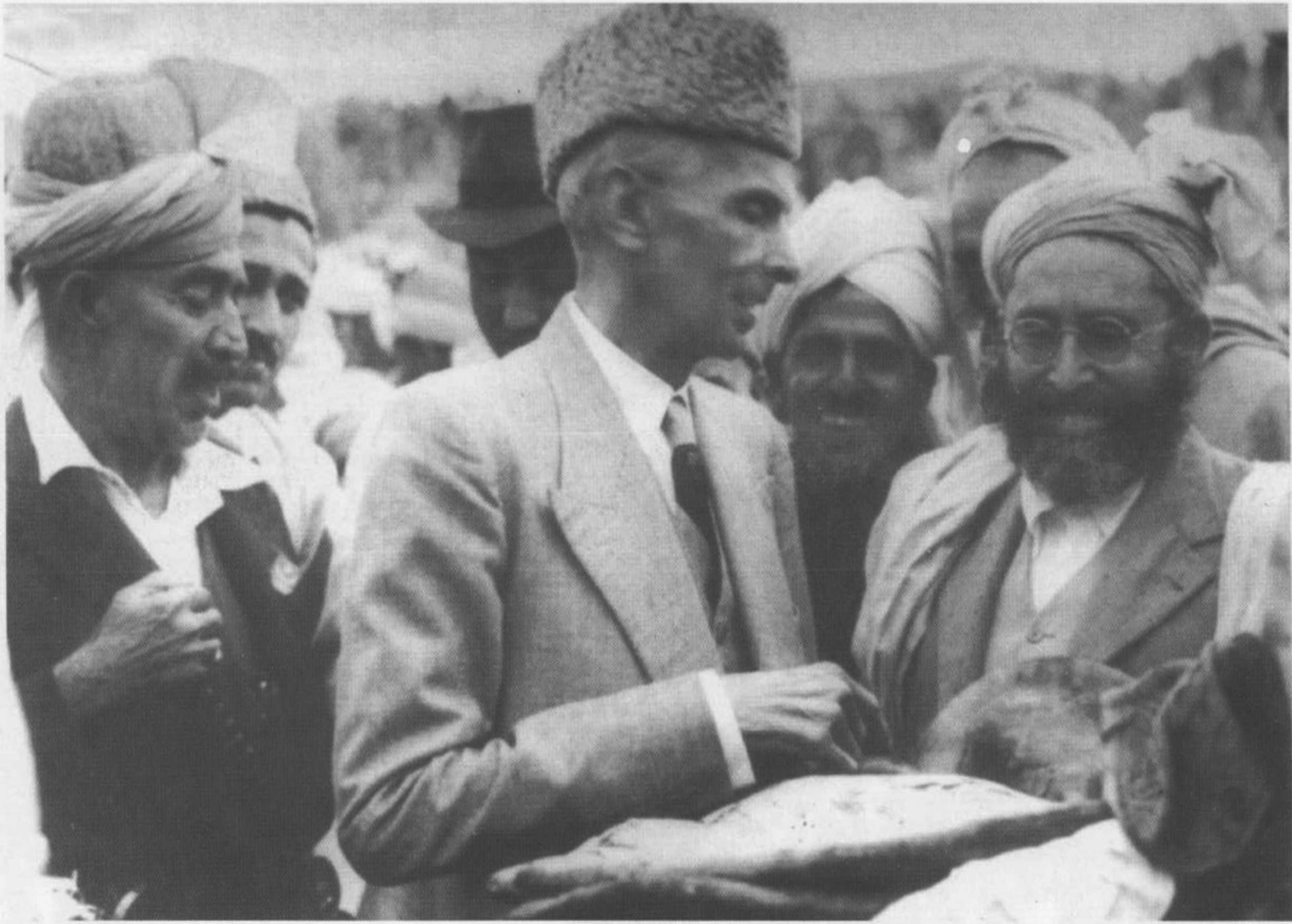

خیبر ایجنسی میں قبائلی سردار قائد کو روایتی نان پیش کرتے ہوئے



قائداور محترمہ فاطمہ جناح کی کراچی کے شہریوں کی جانب سے دیئے گئے استقبالیے میں آمد



قائدِ گلستانِ فاطمہ، لاہور، میں شہریوں کی جانب سے دیئے گئے استقبالیے میں تشریف لاتے ہوئے